مستقبل میں تاریخ کا حصہ بننے والے اہم موضوعات پر لکھے گئے مضامین

صدائے قلب

کے آرٹیکلز کا مجموعہ

(جلد: اول)

- عقائد کے موضوعات پر لکھے گئے آرٹیکلز، فرقہ واریت اور بے دینی کی قرآن وحدیث کی روشنی میں مذمت
- موجودہ سیاسی نظام، سیاسی لیڈروں کی حقیقت، ووٹ ڈالنے والوں کو تنبیہ اور دین اسلام کی تعلیمات
- میڈیا کا معاشرے میں منفی کردار، دینی طبقہ کو بدنام کس طرح کی جاتا ہے اس کی نشاندہی
- کرونا، سیاسی و مذہبی دھرنوں اور دیگر ہنگامی صورتحال پر تحریرات

اس کتاب میں آپ درج ذیل موضوعات پر لکھے گئے آرٹیکلز پڑھیں گے:

پیشکش: صدائے قلب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مستقبل میں تاریخ کا حصہ بننے والے اہم موضوعات پر لکھے گئے آرٹیکلز کا مجموعہ بنام

صدائے قلب

(جلد: اول)

اس کتاب میں درج ذیل موضوعات پر لکھے گئے آرٹیکلز پڑھیں گے:

★ عقائد کے موضوعات پر لکھے گئے آرٹیکلز، فرقہ واریت اور بے دینی کی قرآن و حدیث کی روشنی میں مذمت

★ موجودہ سیاسی نظام، سیاسی لیڈروں کی حقیقت، ووٹ ڈالنے والوں کو تنبیہ اور دین اسلام کی تعلیمات

★ میڈیا کا معاشرے میں منفی کردار، دینی طبقہ کو بدنام کس طرح کیا جاتا ہے اس کی نشاندہی

★ کرونا، سیاسی و مذہبی دھرنوں اور دیگر ہنگامی صورتحال پر تحریرات

پیشکش: صدائے قلب

سن اشاعت: 08 جمادی الآخر 1444ھ۔ 01 جنوری 2023ء

فہرست

❁...مقدمہ...❁

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آرٹیکل انگلش کا لفظ ہے جس کو اردو میں مضمون کہتے ہیں۔ مضمون کے معنی کے متعلق فیروز اللغات میں لکھا ہے: "ضمن میں کیا ہوا، درمیان میں ڈالی ہوئی چیز، مطلب، معنی، بیان، بات، سخن۔"

(فیروزاللغات، صفحہ 1257، فیروزسنز، لاہور-کراچی)

کتاب اور مضمون میں یہ فرق ہے کہ کتاب وہ ہوتی ہے جو اپنے وسیع تر مفہوم میں ہو اور کسی شکل میں محفوظ کرلی جائے۔ مضمون ایک مخصوص حصے، کسی ایک نکتہ پر ہوتا ہے۔ ویکیپیڈیا میں مضمون کے متعلق لکھا ہے: "مضمون (انگریزی: article)، یونانی زبان کے لفظ arthron سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی بنیادی طور پر جوڑ کے ہوتے ہیں اور اپنی اسی اصل شکل میں آج بھی یہ لفظ مستعمل پایا جاتا ہے، جیسے طب میں arthritis کا لفظ یعنی التہاب مفصل یا جوڑوں کی شوزش پھر اس جوڑ (یابند) کے مفہوم سے اس میں جڑنے والے اجزاء کے تصور کی تشبیہ سے جز کا مطلب پیدا ہوا اور یہاں سے یہ لفظ کسی جریدے کے اجزاء یعنی مقالات کے لیے مستعمل ہوا۔ اس کا پرانا مفہوم یعنی جوڑ یا بند، طب کی مندرجہ بالا مثال کے علاوہ قانون میں بھی پایا جاتا ہے اور یہاں اس کو دو (افراد، اداروں، باتوں) کو جوڑنے والے معاہدے کے لیے اختیار کیا جاتا ہے جو اصل میں مجموعی طور پر کسی ملک کا قانون تشکیل کرتے ہیں۔ اب یہاں سے اس مجموعی کے تصور کو وسعت دے کر اردو میں اس قانونی اصطلاح برائے article کے لیے دفعہ کا لفظ اختیار کیا جاتا ہے؛ یعنی مجموعی قانون یا دستور کو تشکیل (formation) کرنے والی کوئی شق۔ عربی میں عام طور پر قانونی article کے لیے المادۃ (مادہ) یا بند کی اصطلاحات ملتی ہیں۔ اردو کا مذکورہ بالا لفظ شق بھی بعض اوقات قانونی article کے متبادل کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے لیکن عموماً یہ لفظ اس دفعہ کے لیے اختیار کیا جاتا ہے جس میں ترمیم (amendment) کی گئی ہو یا جو کسی دفعہ کے اجزاء بناتی ہو۔ اردو میں جیسا کہ اوپر بیان ہوا کسی جریدے کے article کے لیے بھی یہ لفظ آتا ہے لیکن وہاں اسے جریدے کا جزء کہنے کی بجائے مقالہ

کہا جاتا ہے۔" (https://ur.wikipedia.org/wiki/مضمون)

بعض موضوعات ایسے ہوتے ہیں جن پر پوری کتاب لکھنا ہوتی ہے تا کہ اس موضوع کے متعلق قاری کو سیر حاصل معلومات مل سکے اور اس موضوع کی مختلف حصوں کو پڑھا اور سمجھا جاسکے۔ بعض ایسے موضوع ہوتے ہیں جو مخصوص ہوتے ہیں اس پر تفصیلی طور پر لکھنے کی بجائے چند صفحات ہی کافی ہوتے ہیں اس تحریر کو عرف میں آرٹیکل کہا جاتا ہے۔ آرٹیکل کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ مختصر وقت میں بروقت عوام تک بات پہنچادی جاتی ہے بالخصوص جب کوئی ایک موضوع چل رہا ہو اور اس کے متعلق لوگوں کو آگاہی دینا ضروری ہو۔

صدائے قلب کے نام پر کثیر آرٹیکلز لکھے گئے جو ہر طرح کے موضوع پر ہیں۔ یہ آرٹیکلز وہ ہیں جو سابقہ ادوار میں زیر بحث مسائل پر لکھے گئے ہیں جیسے فیض آباد ختم نبوت کے دھرنے میں جو میڈیا، لیڈروں اور ججز کا کردار تھا اس کو لکھ کر تاریخ کا حصہ بنادیا تا کہ کل کو کسی نے اس دور کے متعلق پڑھنا ہو تو اسے معلوم ہو سکے کہ اس وقت کیا حالات تھے اور کس نے کیسا کردار ادا کیا۔

یونہی دیگر ہنگامی موضوعات پر یہ آرٹیکلز لکھے گئے جسے ایک کتابی شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔ مزید اور بھی آرٹیکلز موجود ہیں جن کو بعد میں دوسری جلد میں پیش کیا جائے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
مسلمانو!
بچ کر رہنا
پیشکش: صدائے قلب
14 جون 2011ء

آج کل نجدی خارجی قرآنی آیات واحادیث کے مفہوم میں تحریف کرکے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ وہ آیات واحادیث جو کفار وبتوں کے کے لئے ہیں انہیں گھما پھرا کر مسلمانوں اور اولیاء کرام پر منطبق کرتے ہیں۔ آئے دن نئے سے نئے پوسٹر میں مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی ثابت کرنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں۔ آیت واحادیث کا مطلب کچھ ہے لیکن ثابت کچھ اور کیا جاتا ہے۔ ان نجدیوں خارجیوں کی تاریخ اور یہ بُری عادت بہت پرانی ہے جس کی صحابیِ رسول حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے مذمت کی ہے چنانچہ بخاری شریف کی حدیث پاک ہے ''وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللهِ، وَقَالَ: «إِنَّهُمُ انْطَلَقُوا إِلَى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الكُفَّارِ، فَجَعَلُوهَا عَلَى المُؤْمِنِينَ» ''ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خارجی گروہ کو ساری مخلوق سے بُرا جانتے تھے اور فرمایا: ان لوگوں نے اپنا طریقہ یہ بنالیا ہے کہ جو آیات کفار ومشرکین کے حق میں نازل ہوئی ہیں ان کو مومنوں پر چسپاں کردیتے ہیں۔

(صحیح بخاری ، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم،باب قتل الخوارج والملحدين۔۔جلد9،صفحہ16،دار طوق النجاۃ)

خارجی وہ گمراہ فرقہ ہے جو جنگ صِفِّین کے بعد حضرت علی كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ الكريم کی نصرت وحمایت سے دستبردار اور آپ کے خلاف بغاوت پر کمربستہ ہو کر آپ کی جماعت سے خارج ہوگیا اور خارجی کہلایا۔ یہی وہ گروہ ہے جس نے حضرت علی سمیت ہزارہا صحابہ کرام کو کافر و مشرک ٹھہرایا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ودیگر مسلمانوں سے جہاد سمجھتے ہوئے جنگیں کیں۔ بعد میں انہی خارجیوں کا لیڈر نجد میں عبد الوہاب نجدی ہوا، جس کے فتنے آج پوری دنیا میں جاری ہیں۔ آج نجدی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کے منکر ہیں جبکہ انہی بے دینوں کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیبی خبر فرمائی ہے ''تَحْقِرُونَ صَلاَتَكُمْ مَعَ صَلاَتِهِمْ، يَقْرَءُونَ القُرْآنَ لاَ يُجَاوِزُ حُلُوقَهُمْ أَوْ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ '' ترجمہ: ان کی نمازوں ،روزوں اوراعمال کے سامنے تم اپنی نمازوں، روزوں اور اعمال کو حقیر جانو گے۔ وہ قرآن بہت پڑھیں گے جو ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا۔ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، جلد6، صفحہ197، دار طوق النجاۃ)

پتہ چلا کہ موجودہ نجدی جس طرح بڑے نمازی پرہیزی، اہل علم، قرآن وحدیث کی باتیں کرنے والے، اس پر عمل پیرا ہونے کا دعوی کرنے والے ہیں، یہ سب دکھلاوا ہے، بغیر عقیدہ صحیح کے کوئی عمل قبول نہیں۔ لہذا مسلمان ہر گز ان نجدیوں کے نیک اعمال کا دھوکہ نہ کھائیں یہ گستاخ ہیں اور تصرفاتِ اولیاء کے منکر ہیں۔ یہ بتوں والی آیات کو مزارات اولیاء پر چسپاں کرتے ہیں اور انہیں مثلِ بت ثابت کرتے ہیں۔ عبدالوہاب نجدی خارجی کہتا ہے: "میری لاٹھی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے بہتر ہے کیونکہ اس سے سانپ مارنے کا کام لیا جا سکتا ہے اور محمد مر گئے ان سے کوئی نفع باقی نہ رہا۔" (اوضح البراہین، صفحہ 103)

انہی نجدی خارجیوں نے جہاد کے نام پر چندے کھائے اور جہاد اور مدارس کو پوری دنیا میں بدنام کروادیا۔ یہی آج کافروں کے اشاروں پر پاکستان میں دہشت گردی کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ یہ فقط اپنے سوا تمام مسلمانوں کو بدعتی و مشرک سمجھتے ہیں۔ ان کی کتب میں لکھا ہے جو یارسول اللہ، یا غوث کہنے والا ہوا اس کا قتل کرنا جائز ہے چنانچہ ایک نجدی لکھتا ہے: "جس نے یارسول اللہ، یا عباس، یا عبدالقادر وغیرہ کہا اور ان سے ایسی مدد مانگی جو صرف اللہ دے سکتا ہے جیسے بیماروں کو شفاء، دشمن پر مدد اور مصیبتوں سے حفاظت وہ سب سے بڑا مشرک ہے اس کا قتل حلال ہے اور اس کا مال لوٹ لینا جائز ہے۔ یہ عقیدہ اس صورت میں بھی شرک ہو گا جب کہ ایسا کہنے والا فاعل مختار اللہ ہی کو سمجھتا ہو اور ان حضرات کو محض سفارشی اور شفاعت کرنے والا جانتا ہو۔" (کتاب العقائد، صفحہ 111)

اللہ کے پیارے محبوب نے ان کی یہی نشانی بتائی ہے چنانچہ بخاری شریف کی حدیث پاک ہے "يَقْتُلُونَ أَهْلَ الإِسْلاَمِ، وَيَدَعُونَ أَهْلَ الأَوْثَانِ" ترجمہ: یہ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بتوں پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔
(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، جلد4، صفحہ 137، دار طوق النجاۃ)

آج یہ بھی نشانی واضح ہے موجودہ نجدیوں نے مزارات کو شرک کے اڈے سمجھ کر شہید کیا، مسلمانوں کو مشرک سمجھ کر شہید کیا۔ انکی کتب دیکھ لیں ہر تیسری چوتھی کتاب شرک کے موضوع پر ہے، ہر تقریر شرک و بدعت پر ہے۔ آج پکڑے جانے والے دہشت گرد خود اعتراف کرتے ہیں کہ ہمیں یہی کہا گیا تھا کہ ان مسلمانوں کو قتل کرنا امریکہ کے کفار مارنے سے زیادہ ثواب ہے۔ لیکن ہمارے لیڈر اور ہمارا میڈیا ان گمراہوں کو بے نقاب نہیں

کرتا۔ اسی گستاخانہ اور گندے عقیدے کے سبب یہ نجدی خارجی نہ صرف جہنمی ہیں بلکہ جہنم کے کتے ہیں چنانچہ ابن ماجہ کی حدیث پاک ہے "عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْخَوَارِجُ كِلَابُ النَّارِ»"
ترجمہ: حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خارجی جہنم کے کُتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ، باب فی ذکر الخوارج، جلد 1، صفحہ 61، دار إحياء الكتب العربية)

مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ان کے فریب سے بچیں، اپنا تعلق اہل سنت وجماعت سے رکھیں اور جو بھی مسئلہ درپیش ہو علمائے اہل سنت سے رابطہ فرمائیں۔ اللہ عزوجل مسلمانوں کے عقائد اور ملک پاکستان کی خیر فرمائے۔ آمین۔

گستاخانہ خاکے بنانے کے مقاصد

پیشکش: صدائے قلب

16 جنوری 2015ء

نائن الیون کے بعد جب یورپین ممالک میں اسلام تیزی سے بڑھنا شروع ہوا تو یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی میں بھی تیزی آنا شروع ہو گئی، انہوں نے کبھی دہشت گردوں کے ذریعے اسلام کو نقصان پہنچایا تو کبھی اپنے بغض کا اظہار توہین آمیز خاکوں اور ویڈیو میں کرنا شروع کر دیا جس کی ایک کڑی پیرس کا پریس تھا، جس نے توہین آمیز خاکے چھاپے اور ابھی تک یہ واضح نہیں ہو سکا کہ اس پر حملہ مسلمانوں نے کیا ہے کہ ان یہودیوں نے خود کروایا ہے۔

بہر حال اس حملے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے توہین آمیز خاکوں کی بڑی تعداد میں اشاعت کی جس پر امتِ مسلمہ میں تشویش کی لہر دوڑ پڑی ہے۔ مسلمان ناموسِ رسالت کا دفاع کرتے ہوئے ان توہین آمیز خاکوں پر ہمیشہ کی طرح اب بھی احتجاج کر رہے ہیں۔ ایسے موقع پر مسلمان احتجاجاً کئی ایسے افعال کرتے ہیں جس میں فائدہ کفار کو ہوتا ہے۔ کفار کو کیا فائدہ ہوتا ہے اور وہ ایسا کیوں کرتے ہیں اس کی وضاحت کے لئے مختصر سا آرٹیکل پیش خدمت ہے:

یہود و نصاریٰ اسلام دشمنی کا اظہار تو اس طرح کی گستاخانہ حرکتوں سے میں کرتے ہی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کے درج ذیل مفادات ہوتے ہیں:

(1) **شہرت حاصل کرنا:** جس کافر کو کچھ شہرت چاہیئے ہو وہ اس طرح کی مذموم حرکت کرتا ہے تاکہ وہ لوگوں میں مشہور ہو جائے جیسے ٹیری جونز ایک ایسا ملعون شخص ہے جسے اسلام سے نفرت اور گستاخانہ رویے کی بنا پر شہرت ملی۔ یہ ملعون سزا یافتہ مجرم ہے۔ پاکستانی عیسائی پادریوں کے بقول یہ کوئی پادری بھی نہیں ہے ایک عام سا نالائق شخص ہے۔ اس نے اپنا گرجا بنایا جس میں ممبروں کی تعداد صرف 50 تھی۔ اس کی اپنی بیٹی کا بیان ہے کہ ٹیری جونز گرجے کے نام کا چندہ خود کھاتا رہا ہے۔ اسے 2002ء میں ڈاکٹر کا جعلی ٹائٹل رکھنے کے جرم میں 3800 ڈالر جرمانہ بھی ہو چکا ہے۔ اس نے اپنی مشہوری کے لئے قرآن پاک کو جلایا۔ اسی طرح پیرس اخبار کا مالک بھی شہرت کا متلاشی تھا، کافی عرصہ سے اس طرح کی شرمناک حرکتیں کر کے اپنے اخبار کر مشہور کر کے پیسے کمانا چاہتا تھا۔

(2) **پیسہ کمانا:** اگر ہم جائزہ لیں تو گزشتہ چند سالوں سے مسلسل ہر سال گستاخانہ خاکے شائع کئے جا رہے ہیں، تمام تر دھمکیوں اور احتجاج کے باوجود یہ سلسلہ جاری ہے۔ اگر ہم صرف ظاہری طور پر دیکھیں تو گستاخانہ خاکہ شائع

کرنے والے اخبارات گمنامی سے نکل کر شہرت کی بلند سطح پر پہنچ گئے اور انہیں صرف گستاخانہ خاکوں کو شائع کرنے پر ہی بنا کچھ خرچ کیے پبلسٹی مل گئی۔ یہ سلسلہ ڈنمارک سے شروع ہوا اور اس اخبار کی شہرت کو دیکھتے ہوئے یورپی ممالک میں یہ مائنڈ سیٹ بن گیا کہ جو اخبار گستاخانہ خاکے چھاپے گا اسے مفت میں پبلسٹی اور اشتہارات ملنے لگیں گے۔ اس کے بعد یہ تجربہ انٹرنیٹ پر کیا گیا اور گستاخانہ خاکے فیس بک اور دیگر ویب سائٹس پر چھاپے گئے۔ ان ویب سائٹس کو بھی شہرت ملی۔ افسوس سے بتانا پڑ رہا ہے کہ مسلمان ان کے معاون ثابت ہوئے۔ مسلمانوں نے جذباتیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لوگوں کو ان ویب سائٹس اور خاکوں کا بتایا اور ان ویب سائٹس کے مالکان نے مسلمانوں کو جذباتیت سے فائدہ اٹھایا۔ مسلمان ایک دوسرے کو ان ویب سائٹس کا بتا کر ان کی مفت میں پبلسٹی حاصل کرنے کی خواہش میں معاون بنے۔ انٹرنیٹ کی دنیا سے منسلک لوگ جانتے ہیں کہ انٹرنیٹ پر کلکنگ(Clicking)یعنی صرف ویب سائٹ اوپن کرنے پر ویب سائٹ کے مالک کو اشتہار یعنی پیسے ملتے ہیں، جتنے لوگ کسی ویب سائٹ کو اوپن کریں گے اتنا ہی اس کے مالک کو پیسے ملتے جائیں گے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان ان ویب سائٹس پر احتجاجی جملے لکھتے رہے بلکہ ان کے مالکان کو گالیاں بھی دیتے رہے، لیکن یہ مالکان ان سب کے لیے تیار تھے خصوصاً یہودی صرف کاروباری نقطہ نظر سے معاملات کو دیکھتے ہیں، انہیں اگر گالیوں کے عوض پیسے اور شہرت مل رہی ہو تو وہ گالیاں بھی اعزاز سمجھتے ہیں۔

پھر یہاں تک ہوا کہ CNN جیسے خبر رساں ادارے نے بھی ایسے موقع پر رقم کمانے اور پیسے حاصل کرنے کا سوچا، اس نے اپنی ویب سائٹ پر ایک سروے شروع کروا دیا کہ کیا آپ گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے حق میں ہیں؟ اس پر ساتھ ساتھ بتایا جا رہا تھا کہ کس طرف سے کتنے فیصد لوگوں کی کیا رائے موصول ہو چکی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ہمیشہ Yes کی تعداد زیادہ شو کی جاتی رہی اور مسلمان تیزی کے ساتھ ایک دوسرے کو CNN کا لنک بھیج کر No پر کلک کرنے کا کہتے رہے۔ اس حوالے سے حقائق کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ اس قدر No کے باوجود Yes کی تعداد زیادہ رکھی گئی حالانکہ Yes کے لیے کوئی خاص کمپین نہیں چل رہی تھی۔ جبکہ No کے لئے مسلمان دھڑا دھڑ ایک دوسرے کو CNN کا لنک بھیج رہے تھے۔ کاروباری نقطہ نظر سے اگر No کی تعداد زیادہ ہو جاتی تو یہ سلسلہ رک

جاتا لیکن Yes کی تعداد زیادہ ظاہر کرنے سے اس ویب سائٹ کی ٹریفک میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور CNN بھی کروڑ پتی کی اس دوڑ میں آگے چلا گیا۔

(3) **کفار کا مسلم ممالک میں اپنے سفارتخانے بچانے کی غرض سے کثیر تعداد میں فوج بھیجنا:** اس حوالے سے ایک اہم انکشاف یہ بھی ہوا کہ اس طرح کے خاکوں میں پس پردہ فائدہ امریکہ نے حاصل کیا اور سفارت خانوں پر حملوں کو بلاجواز قرار دیتے ہوئے مسلم ممالک میں اپنے سفارت خانوں میں فوجی تعینات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ ٹرینڈ کمانڈوز کے دستے ہیں جو امریکہ سیکورٹی کے نام پر مسلم ممالک میں بھیج رہا ہے اور ان کمانڈوز کو سفارتی ویزہ دیا جائے گا اور انہیں سفارت خانوں میں رکھا جائے گا۔ یہاں یہ یاد رہے کہ سفارتی ویزوں پر آئے افراد ملکی قوانین سے بالاتر ہوتے ہیں اور عموماً انہیں سزا نہیں دی جاتی، اسی طرح سفارت خانہ بھی اس ملک کا حصہ نہیں سمجھا جاتا اور کوئی بھی ادارہ سفارت خانے میں داخل ہو کر کسی کو گرفتار نہیں کر سکتا۔ اب امریکہ مسلم ممالک میں موجود اپنے سفارت خانوں میں اضافی کمانڈوز کو بھیج رہا ہے۔

(4) **مسلمانوں کو بے حِس کرنا:** اس طرح کی گستاخانہ حرکتوں میں کفار کی ایک کوشش مسلمانوں کو بے حس کرنا ہے کہ روز روز کے ان واقعات سے مسلمان تھک ہار کے بیٹھ جائیں اور اسے معمول کی بات سمجھنے لگیں جیسے آج سے پندرہ بیس سال پہلے اگر ایک قتل ہو جاتا تھا یا بم پھٹنے کی اطلاع ملتی تھی تو کئی کئی دن اس کا ذکر ہوتا تھا، لوگ فکر مند ہوتے تھے لیکن اب کثرت کے ساتھ ہونے والے قتل و غارت کے واقعات نے ہمیں بے حِس بنا دیا ہے کہ ایک لمحہ کے لئے کسی جگہ قتل کی خبر ملتی ہے تو تھوڑی دیر بعد ذہن دوسری خبر کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ کفار یہی چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو ان خاکوں اور فلموں کا عادی بنا کر پھر معاذ اللہ دینِ اسلام کو اپنی مرضی کے ساتھ پیش کیا جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار کو غلط رنگ میں پیش کیا جائے، اسلام کو دہشت گرد مذہب قرار دیا جا سکے، کیونکہ قرآن و حدیث میں یہ کفار کوئی تبدیلی نہیں کر سکتے، لیکن میڈیا کے ہتھیار سے مسلمانوں کے دینی اعتبار سے کمزور کیا جا سکتا ہے جس کی ایک کڑی صحابہ کرام پر فلمیں بنانا ہے جو آج کل رائج ہو رہا ہے کہ جیسے مرضی غیر شرعی

سٹوری بنائی، کافروں کو نبی، صحابہ کا کردار دیا، کسی کی داڑھی نہیں تو کوئی چھوٹی چھوٹی داڑھی والا ہے، لوگ ان فلموں کو دیکھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں دینی معلومات مل رہی ہیں۔

ان حالات میں مسلمانوں کو درج ذیل احتیاطیں کرنی چاہئیں:

(1) **گستاخانہ خاکوں کی تشہیر نہ کی جائے:** جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ ان خاکوں کو دیکھنا ان رینک (Rank) کو بڑھانا ہے، اس سے کفار کا مقصود پورا ہوتا ہے، اسلام کے خلاف زہر اگلنے کے ساتھ ساتھ انہیں پیسے بھی ملتے ہیں۔ لہٰذا مسلمان گستاخانہ تصاویر کو بالکل نہ دیکھیں اور نہ شیئر کریں۔ بخاری شریف کی حدیث پاک ہے ''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لاَ يُلْدَغُ المُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ'' ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مومن ایک سوراخ سے دوبار ڈسا نہیں جاتا۔ (صحیح البخاری، باب: لا یلدغ المؤمن من جحر مرتین، جلد8، صفحہ31، حدیث6133، دار طوق النجاۃ، مصر)

(2) **احتجاج میں مسلمانوں کو ہی نقصان نہ پہنچایا جائے ان کی دکانیں اور گاڑیاں جلا کر:** احتجاجی ریلیوں میں مسلمانوں کی چیزوں کو توڑنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا اظہار نہیں بلکہ آپ کی تعلیمات کی خلاف ورزی ہے۔

(3) **انبیاء علیہم السلام کی شان کو قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ کفار کے دینی اور قانونی نکات کو بیان کیا جائے:** ایسے موقع پر مسلمانوں کو چاہئے کہ ان کفار کے مذہبی اور قانونی نکات کو پیش کرکے انہیں شرمندہ کریں جیسے برطانیہ کے قانون کے مطابق انبیاء علیہم السلام کی توہین کی سزا موت ہے۔ لہٰذا اگر لبرل برطانیہ کے قانون کو دیکھیں تو اس کے مطابق بھی یہ کہنا سرے سے ہی غلط ہے کہ توہین رسالت آزادی اظہارِ رائے ہے۔ اسی طرح بائیبل میں بھی خدا کی توہین کرنے والے کی سزا موت بتائی گئی ہے۔

توہین رسالت الہامی مذاہب پر ایمان رکھنے والے ہر فرد کا بنیادی مسئلہ ہے اسے کسی بھی صورت آزادی اظہار رائے کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ یورپ کے جو ٹھیکیدار توہین رسالت کو آزادی اظہار رائے کا نام دے رہے ہیں وہی ہولوکاسٹ کے حوالے سے سخت موقف رکھتے ہیں اور یورپ خصوصاً اسرائیل میں ہولوکاسٹ کے حوالے سے بولنا

قانون کے تحت سخت ترین سزا ہے۔ حالانکہ ہولوکاسٹ ایک دنیاوی واقعہ ہے جس کے مطابق ہٹلر نے یہودیوں کو گیس چیمبر میں ڈال کر مار دیا تھا۔ ہٹلر نے اس موقع پر کہا تھا کہ میں چند سو یہودیوں کو اس لیے چھوڑ رہا ہوں کہ میرے بعد دنیا جان لے میں نے انہیں کیوں مارا ہے؟ ہٹلر کے اس اقدام کی تعریف کرنا یورپ میں سنگین جرم ہے۔ یہی یورپ کی منافقت کی اعلیٰ مثال ہے کہ وہ انبیاء کرام کی توہین کو آزادی اظہار رائے قرار دیتے ہیں لیکن وہاں ہولوکاسٹ کی تعریف سنگین جرم ہے۔

سول سوسائٹی اور این جی اوز
حقیقت کے آئینے میں

پیشکش: صدائے قلب

25 فروری 2015ء

شعب الایمان کی حدیث پاک ہے "عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: یَکُوْنُ فِی آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ إِخْوَانُ الْعَلَانِیَۃِ، أَعْدَاءُ السَّرِیرَۃِ "ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایسی قومیں ہوں گی جو ظاہراً دوست ہوں گی اور پوشیدہ دشمن۔

(شعب الإیمان، مقاربة اہل الدین ومواداتھم۔۔، فصل فی المصافحة والمعانقة وغیرھما۔۔، جلد 11، صفحہ 342، حدیث 8628، مکتبة الرشد، الریاض)

عصر حاضر میں کئی قومیں اور گروہ بظاہر مسلمانوں سے اتحاد و محبت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن در حقیقت اسلام اور مسلمانوں کے جانی دشمن ہیں۔ کفار قومیں پہلے دہشت گردوں کی پرورش کر کے اسلامی ممالک میں قتل و غارت عام کرواتیں ہیں، پھر ملک کی ہمدرد بنتے ہوئے اس کی مدد کے بہانے انگریز فوج بھیج کر قبضہ کر لیتی ہیں، جس کی کئی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ اسلامی ممالک میں جس طرح نام نہاد جہاد کے نام پر مسلمانوں کو قتل کرنے کے لئے گمراہ مولویوں کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اسلامی ممالک کی سیکرٹ خبریں حاصل کرنے، اس میں بے دینی و انتشار پھیلانے میں کفار کو سیکولر قسم کے لوگ بھی درکار ہوتے ہیں جو ان کو این جی اوز کے بہانے مل جاتے ہیں۔

پاکستان میں چھوٹی چھوٹی ہزاروں کے حساب سے این جی اوز بنی ہوئی ہیں اور کئی سالوں سے انگریزوں کی سرپرستی میں کام کر رہی ہیں۔ یہ بظاہر ملک و عوام کے ہمدرد، خیر خواہ بنتے ہیں لیکن در حقیقت اس کے دشمن اور اسے نقصان پہنچانے میں کوئی قصر نہ چھوڑنے والے ہیں۔ غریبوں، مظلوں کی مدد کے بہانے چھوٹی چھوٹی این جی اوز بنا کر فنڈ کھانا اور ملک و اسلام کے خلاف زہر اگلنا ان کا وتیرہ ہے۔

انہی این جی اوز نے مل کر ایک نیا گروہ تشکیل دیا ہے جس کا نام "سول سوسائٹی" ہے۔ اس سول سوسائٹی کا مختصر تعارف کچھ یوں ہے: نام سول سوسائٹی تعداد بیس پچیس سے لے کر چالیس یا پچاس تک، پہچان مذہبی جماعتوں دینی مدارس اسلامی شعائر کی زبردست مخالفت، کام چھوٹی چھوٹی جلوسیاں اور دھرنیاں نظریہ مادر پدر آزاد خیالی اور

ڈالر خوری۔ اس سول سوسائٹی میں وہی بڑے سیکولر بے دین قسم کے لوگ ہیں جن میں عاصمہ جہانگیر سر فہرست ہے جس کو کئی میڈیا کے لوگ کفار کا ایجنٹ قرار دیتے ہیں۔ یہ بھارت کے مندروں میں را مائن تھامے پوجا پاٹ، بال ٹھاکرے کی قدم بوسی اور پاکستان دشمن بنگلہ دیشی قیادت سے ایوارڈ وصول کر رہی ہوتی ہے۔ یہی وہ ہے جو اپنی مشکوک سرگرمیوں کے باعث کسی کاروائی سے بچنے کیلئے آئی ایس آئی جیسے قومی اداروں پر اپنے قتل کی سازش کے من گھڑت الزامات کا شور مچا کر خود ساختہ مظلوم بننے کے فن سے واقف ہے۔ غور کریں تو عاصمہ جہانگیر، ماروی سرمد اور انصار برنی جیسے این جی او کرداروں کی مشکوک سرگرمیوں ہی سے یہ حقیقت عریاں ہو جاتی ہے کہ ایسی کئی این جی اوز یقینی طور پر بھارتی یا مغربی ایجنسیوں کیلئے کام کرتی ہیں۔ ایسی تنظیمیں نان ایشوز کو بڑا ایشوز بنا کر پوری دنیا میں ایسا واویلا مچاتی ہیں کہ جس سے پاکستانی معاشرے اور اور اسلام کا تشخص بدنام ہوتا ہے۔

پاکستان میں اس وقت بہت سی این جی اوز اسلامی سزاؤں کا نفاذ روکنے، سزائے موت ختم کروانے، ماحولیات کا رونا رو کر کالا باغ ڈیم کی تعمیر رکوانے، دستاویزی فلمیں بنا کر عالمی سطح پر پاکستان کی ساکھ بگاڑنے، عریانی اور فحاشی کو فروغ دینے، کشمیر میں لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام بھول کر بھارت سے محبت کی پینگیں بڑھانے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلام کو بدنام کرنے میں مصروف ہیں۔ جس کے لئے انہیں ملک و اسلام دشمن غیر ملکی قوتوں کی جانب سے بھاری فنڈنگ ہو رہی ہے، لیکن آج تک کسی نے بھی ان کے گھناؤنے کردار کو سامنے لانے اور ان کا کڑا احتساب کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب کبھی بھی پاکستان میں توہین رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سانحہ ہوا اور جرم ثابت ہو گیا تو ملزمان کے دفاع کے لئے کوئی نہ کوئی این جی او اٹھ کھڑی ہوئی، لیکن جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خاکے شائع کرنے کی گھناؤنی حرکت کی گئی اور شیطان کے چیلے ملعون ٹیری جان نے قرآن پاک جلانے کی گھناؤنی حرکت کی تو ان تمام این جی اوز کی زبانوں پر تالے پڑ گئے۔ پاکستان میں توہین رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم کے قانون کو کالا قانون کہنا والا سلمان تاثیر قتل ہوا تو بہت سی این جی اوز کے دلوں سے ہمدردی کے چشمے پھوٹ پڑے، لیکن جب پاکستان میں امریکہ، اسرائیل اور بھارت نے دہشت گردی کروائی، ہزاروں پاکستانیوں کو شہید کیا تو یہ این جی اوز خاموش تماشائی بنی رہیں اور کسی کی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ برما میں بدھ مت کے دہشت گردوں کے ہاتھوں ہزاروں مسلمانوں کی ہلاکت بھی ان این جی اوز کے لئے معمولی بات ہے۔ ان این جی اوز کو یہ نظر نہیں آتا کہ امریکہ اور برطانیہ میں جرائم، ریپ اور بے راہ روی کی شرح کیا ہے؟ ان ممالک میں ہر سال چودہ سال تک عمر کی کتنے لاکھ بن بیاہی لڑکیاں ناجائز بچوں کی مائیں بن جاتی ہیں، لیکن یہ این جی اوز پاکستان میں ہونے والے کسی ایک بھی واقعہ کے مجرموں کو سزا دلانے کے لئے کچھ کرنے کی بجائے عالمی سطح پر یوں آہ وبکاہ کرتی ہیں جیسے پاکستان نے کسی دوسرے ملک پر ایٹمی حملہ کر دیا ہو۔ ان این جی اوز نے مختاراں مائی کو اپنا آلہ کار بنایا، اس کے ذریعے خود اربوں کمائے اور اسے کروڑوں کا مالک بنا دیا، بدلے میں اس نے درجنوں ممالک میں جا کر پاکستان کو بدنام کیا۔ ان این جی اوز کو یہ بھی نظر نہیں آتا کہ پاکستان میں کئی منظم گینگ ننھے ننھے معصوم بچوں کو اغوا کر کے یا پھر لاوارث بچوں کو حاصل کر کے انہیں معذور کرتے اور پھر سڑکوں پر پھینک کر بھیک منگواتے ہیں، لیکن ہر وہ پہلو ضرور نظر آجاتا ہے جس سے پاکستان اور اسلام کو بدنام کیا جاسکے، پاکستان میں بے راہ روی، فحاشی اور عریانیت کو فروغ دیا جاسکے۔ اگر کبھی دکھلاوے کے طور پر ملک کے لئے نکلے بھی تو فارمیلٹی کے طور پر لیکن جب انگریزوں کا اشارہ آئے کہ اسلام اور علماء کے بارے میں زبان درازی کرنی ہے تو پھر یہ پورے زور وشور سے نکلتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ناموس رسالت کی بات ہو، کہیں مسجد و مدرسہ میں دہشت گردی ہو یہ آپ کو نظر نہیں آئے گے، چیچن خواتین کے قتل اور خواتین کو زندہ درگور کرنے کے واقعات پر کسی این جی او نے شمعیں روشن نہیں کیں۔ یہ نظر آئیں گے تو سلمان تاثیر جیسے گستاخ کی برسی پر، کسی کافر کے قتل ہونے کے احتجاج میں، ممتاز قادری کے خلاف، کوئی عورت اگر گھر سے کسی کے ساتھ بھاگ جائے تو فقط اپنی این جی او چلانے کے لئے اس کی حمایت کرتے اس کے والدین کو ظالم ثابت کرتے ہوئے۔

کفار اس سول سوسائٹی اور این جی اوز سے فقط انتشار پھیلانے کا ہی کام نہیں لیتے بلکہ حساس اداروں کی معلومات لے نے کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں۔ گذشتہ دنوں حساس اداروں کی طرف سے چھاپے کے دوران پاکستان مخالف سرگرمیوں کے شواہد سامنے آنے پر امریکی این جی او" آئی میپ" پر پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ اداروں کی طرف سے اس امریکی این جی او کا دفتر سیل کر کے ریکارڈ قبضے میں لے لیا گیا ہے۔اسلام ٹائمز کی ایک رپورٹ کے مطابق سیو دی چلڈرن این جی او کے کنٹری ڈائریکٹر نے اس ضمن میں مڈل مین کا کردار ادا کیا ہے اور ڈاکٹر شکیل آفریدی کو سی آئی اے کے لئے اسامہ بن لادن کے خلاف آپریشن میں اہم کردار سونپا ہے اور جعلی ویکسی نیشن کے لئے ویکسین اور رقم فراہم کی۔

جنرل راحیل شریف کی طرف سے حساس نوعیت کے خطرات کی نشاندہی سے واضح ہے کہ عسکری اداروں نے وسیع تر ملکی مفادات میں ہر طرح کے سیکورٹی تحفظات دور کرنے کا اٹل فیصلہ کر لیا ہے۔ ان کے مطابق غیر ملکی این جی اوز اور ملٹی نیشنل کمپنیاں ملکی سلامتی اور ریاست کیلئے براہ راست خطرہ ہیں، ان پر قابو نہ پایا گیا تو صورت حال سنگین ہو سکتی ہے۔ آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جنرل پاشا کا یہ بیان بھی بڑا چشم کشا تھا کہ کئی این جی او ادارے غیر ملکی ایجنسیوں کی اطلاعات اور رسائی فراہم کرتے ہیں۔ خطرناک امر ہے کہ دشمن ممالک کی کئی این جی اوز سرحدی علاقوں، فوجی چھاؤنیوں کے قریب وجوار اور آفت زدہ علاقوں میں بحالی یا ترقیاتی کاموں کی آڑ میں حساس معلومات اپنے ڈونر ممالک کو بھیج کر مخبری کا کردار ادا کر رہی ہیں۔ بلوچستان میں جاری دہشت گردی اور تخریب کاری کا بڑا سبب ایسی ہی لاتعداد مشکوک این جی اوز کی موجودگی ہے۔

پاکستان میں بہت سی این جی او ایسی ہیں جو استعماری ممالک کے ایجنڈے کے تکمیل کے لئے فلاحی کاموں کی آڑ میں مصروف عمل ہیں۔ اس ضمن میں افسوسناک پہلو یہ ہے کہ جن محکموں نے ان کے خلاف کارروائی کرنا ہوتی ہے اس کے اہلکار ان این جی اوز سے بھاری رقوم لے کر آنکھیں موندے ہوئے ہیں۔ پریس اینڈ سوشل میڈیا پر ایسی

رپورٹس بھی منظر عام پر آچکی ہیں کہ کئی بڑی این جی اوز سفارت خانوں اور پارلیمنٹ ہوسٹل میں بدکاری کے لئے عورتیں فراہم کرنے کے دھندے میں ملوث رہی ہیں۔ کئی میڈیا حضرات اپنے مشترکہ آقاؤں کی منظور نظر این جی او ہستیوں کے سہولت کار ہیں۔ دراصل یہ ایک ٹیم ورک ہے کہ جہاں اینٹی پاکستان قوتیں میڈیا کے موثر ہتھیار کو امن کی آشا برانڈ مقاصد کیلئے استعمال کرتی ہیں، وہاں چند ضمیر فروشوں کا زر خرید این جی او مافیہ انہیں اینٹی پاکستان طاقتوں کیلئے خفیہ جاسوس کا کردار ادا کرتا ہے۔

میڈیا کی بڑی تعداد اس سول سوسائٹی اور این جی اوز کی حمایتی ہے اور ان کو سول سوسائٹی کی تشہیر کے لئے اچھی خاصی رقم دی جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ دو چار سول سوسائٹی والے کسی مسئلہ پر احتجاج کررہے ہوں گے تو اخباروں کی سرخیوں اور خبروں کی ہیڈلائن میں اس کا چرچا ہورہا ہو گا۔

لیکن پھر بھی میڈیا کے چند ایسے لوگ ہیں جنہوں نے سول سوسائٹی اور این جی اوز کا پردہ چاک کیا ہے۔چند آرٹیکل اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہیں:

سول سوسائٹی

مسعود انور

آج کے دور کا ایک اہم کمال چند اصطلاحات کا عام استعمال ہے جن کے معانی، مفہوم اور مقاصد سے محض چند ہی لوگ واقف ہیں۔ ان اصطلاحات میں پرائیویٹ سیکوریٹی کمپنیاں جن کو پرائیویٹ کنٹریکٹرز بھی کہا جاتا ہے، ہیومین ریسورس، آؤٹ سورس، این جی اوز اور سول سوسائٹی بھی شامل ہیں۔ اب ہر چیز آؤٹ سورس کر دی گئی ہے۔ جی ہاں جنگ بھی اور حکومتیں بھی۔ پرائیویٹ آرمی کی سب سے بڑی مثال ہمارے سامنے نیٹو ہے۔ جبکہ یہی اصل شکل میں بلیک واٹر یا موجودہ نام اکیڈمی کی شکل میں موجود ہیں۔ ان کے اثر کا اندازہ ریمنڈ ڈیوس سے کیا جاسکتا ہے کہ وہ بھی ان کا ہی ہر کارہ تھا۔ یہ پرائیویٹ کنٹریکٹرز پوری آرمرڈ فوج، ایئرپورٹ اور بندرگاہوں کے مالک ہیں اور کسی بھی ملک کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ مگر پرائیویٹ آرمی کا استعمال تو اس وقت کیا جاتا ہے جب پھل پک چکا ہو اور صرف فصل کاٹنے کا موقع ہو۔ مگر فصل کی تیاری، اس کی بوائی اور اس کی آبیاری کے لئے تو دیگر طریقے استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ اس کے لئے ان کنٹریکٹرز کے آقاؤں نے دوسری فوج تیار کر رکھی ہے جس کو زمانہ امن میں فوج کشی کا نام دیا جاسکتا ہے۔ یہ ہے سول سوسائٹی۔ آج کا اخبار، ٹیلی رپورٹس، ریڈیو، سیمینار، سب اس لفظ سے بھرے ہوئے ہیں مگر کم ہی لوگ اس کی اصلیت سے واقف ہیں۔

یہ سول سوسائٹی آخر ہے کیا بلا اور اس کے مقاصد کیا ہیں؟ جیسے ہی ہم یہ جان لیتے ہیں، بہت ساری چیزیں از خود واضح ہو جاتی ہیں اور پھر ہمیں کسی دانشور کی مزید مدد کی ضرورت نہیں رہتی۔ سول سوسائٹی کا آغاز غیر سرکاری تنظیم (Non-governmental Organization) یا عرف عام میں NGOs سے ہوا۔ ان این جی اوز کا آغاز کیسے ہوا اور ان کی ہیئت کیا ہے؟ اس کو دیکھنے کے لیے ہمیں گذشتہ ایک سو سالہ تاریخ کے اوراق پلٹنے پڑیں گے۔

یوں تو پہلی بین الاقوامی این جی اوکا تذکرہ ہمیں 1839 میں ملتا ہے اور ایک اندازے کے مطابق 1914 تک 1083 این جی اوز وجود میں آچکی تھیں۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں بھی ان کا کردار ہمیں دیکھنے کو ملتا ہے مگر اسے باقاعدہ تسلیم شدہ حیثیت اقوام متحدہ کے قیام کے ساتھ ہی ملی۔ اقوام متحدہ کا ادارہ قائم ہی ایک عالمگیر حکومت کے قیام کے لئے کیا گیا تھا۔ اس لیے اس کے اجزاء میں وہ تمام مصالحے شامل ہیں جو ایک عالمگیر حکومت کے قیام کے لئے ناگزیر ہیں یا پھر اس کے قیام میں معاون ثابت ہوسکتے ہیں۔ اقوام متحدہ کے دسویں چیپٹر کے آرٹیکل 47 کے تحت ان این جی اوز کی حیثیت کو تسلیم کیا گیا ہے اور ان کو باقاعدہ کنسلٹنٹ کی حیثیت دی گئی ہے۔ ان این جی اوز کے اثرات کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اقوام متحدہ کے ارکان ممالک کی تعداد 185 ہے جبکہ اس کی ارکان این جی اوز کی تعداد پانچ سو کے قریب ہے۔ ان این جی اوز کو باقاعدہ اسمبلی میں نشستیں الاٹ کی گئی ہیں اور یہ 185 رکن ممالک پر اپنا اثر ورسوخ استعمال کرنے کے لیے تمام تر ہتھکنڈے استعمال کرتی ہیں۔ جس میں رپورٹوں کی تیاری سے لے کر مندوبین کو رشوتیں تک دینا شامل ہیں۔ ان پانچ سو این جی اوز اور رکن ممالک کے مابین صرف اور صرف ایک فرق ہے اور وہ یہ کہ یہ ووٹنگ میں حصہ نہیں لے سکتیں۔ ان پانچ سو این جی اوز کے علاوہ جنہیں اقوام متحدہ میں باقاعدہ نشستیں الاٹ کی گئی ہیں، مزید تین ہزار این جی اوز اور بھی ہیں جنہیں اقوام متحدہ نے باقاعدہ نشستیں تو الاٹ نہیں کی ہیں مگر انہیں بطور کنسلٹنٹ تسلیم کرر کھا ہے اور یہ ابھی اقوام متحدہ کے ارکان پر اپنا اثر ورسوخ استعمال کرتی ہیں۔ ان کے کام کی نوعیت ایک لابسٹ کے طور پر زیادہ ہے۔

آخر یہ این جی اوز آئی کہاں سے ہیں؟ ان کے خالق اور سرپرست کون ہیں؟ اور سب سے اہم بات یہ کہ ان کے بھاری بجٹ کہاں سے پورے ہوتے ہیں؟ آپ ایدھی سے لے کر کسی بھی بین الاقوامی این جی او کو دیکھ لیجیے۔ ان کے سربراہ سے لے کر نچلی سطح کے کارکن تک سب تنخواہ دار ہوتے ہیں اور ان کو تنخواہیں نسبتاً دگنی دی جاتی ہیں تاکہ

معاشرہ کے ذہین ترین افراد کو اس طرف کھینچ کر اس کا کل پرزہ بنایا جاسکے اور اس کے سربراہ کا مقابلہ تو کسی بھی ملٹی نیشنل کمپنی کے سربراہ سے کیا جاسکتا ہے۔ مقابلہ کیا کرنا، اصل میں تو یہ بھی ملٹی نیشنل کمپنیاں ہی ہوتی ہیں۔

زمانہ امن میں ملکوں کے اندر مطلوبہ سیاسی تبدیلی لانے والی این جی اوز کو سول سوسائٹی کا نام دے دیا گیا ہے۔ سول سوسائٹی نام تو انتہائی پرکشش ہے مگر اس کے کام دیکھیں تو انتہائی گھناؤنی صورتحال نظر آتی ہے بلکہ ان میر جعفروں اور میر صادقوں کو دیکھ کر پہلا تاثر ہی کراہت کا ہوتا ہے۔ جیسے جیسے وقت گذرتا جارہا ہے ان ان جی اوز کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ یہ صرف پاکستان یا مسلم ممالک کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ اسے پوری دنیا میں پھیلائے گئے سرطان کا نام دیا جاسکتا ہے۔

یہ این جی اوز یا سول سوسائٹی کے ارکان جن کا طمطراق دیکھنے کا ہوتا ہے۔ جن کی آنکھیں صبح کسی عالی شان گیسٹ ہاؤس میں کھلتی ہیں تو رات کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں ہوتی ہے۔ ان کے پاس فور وہیل ڈرائیو سے کم کی گاڑی نہیں ہوتی اور سب سے زیادہ اہم بات یہ کہ ان کے پاس اپنے ہدف کو کرپٹ کرنے کے لئے فنڈز کی کوئی کمی کبھی بھی نہیں ہوتی۔ ان کے پاس یہ لامحدود فنڈز آتے کہاں سے ہیں اور دینے والوں کے مقاصد کیا ہیں۔ آیئے اسے تازہ مثالوں کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔

جنوری 2012 کے آغاز میں مصری افواج نے قاہرہ میں تین این جی اوز فریڈم ہاؤس، انٹر نیشنل ریپبلیکن ہاؤس اور نیشنل ڈیموکریٹک انسٹیٹیوٹ کے دفاتر پر ہلّہ بول کے ان کو سیل کر دیا۔ ان تینوں این جی اوز کو امریکہ کی مختلف تنظیموں کی طرف سے ساڑھے چھ کروڑ ڈالر کی فنڈنگ کی گئی تھی تاکہ وہ مصر میں عالمی سازش کاروں کے منصوبے کے مطابق جمہوریت کے لیے مصری عوام کے ذہن کی آبیاری کر سکیں۔ ان تینوں این جی اوز کے دفاتر کے بند ہوتے ہی واشنگٹن میں غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ وال اسٹریٹ جرنل اور واشنگٹن پوسٹ میں اس پر خصوصی مضامین شائع ہوئے جس میں اس اقدام کو جمہوریت دشمن قرار دیا گیا اور کہا گیا کہ موجودہ مصری حکومت ملک میں اصل جمہوریت

کا نفاذ ہی نہیں چاہتی۔ امریکی افواج کے سربراہ لیون پینیٹا نے مصری حکام کو فون کر کے اس قدم کے نتائج و عواقب سے آگاہ کرتے ہوئے مصر کو جاری 1.3 ارب ڈالر کی فوجی امداد روکنے کی معصومانہ سی دھمکی بھی دی۔ اس کے بعد مصر کے فوجی سربراہ فیلڈ مارشل محمد حسین طنطاوی سدھر چکے تھے اور ان این جی اوز کے خلاف فوجی چھاپے فوری طور پر بند کر کے ان کو دوبارہ کام کرنے کی باعزت اجازت دے دی گئی۔

اسی دسمبر میں ہی روسی سربراہ ولادیمیر پیوٹن نے الزام لگایا تھا کہ ان کے خلاف مظاہروں کو منظم کرنے کے لئے کروڑوں ڈالر روس میں اسمگل کیے گئے ہیں۔ دسمبر میں ہی چینی حکام نے ہانگ کانگ میں امریکی قونصل جنرل اسٹیفن ینگ پر چین میں بے چینی پھیلانے کی کوششوں کا الزام لگایا تھا۔ ہانگ کانگ کے کمیونسٹ نواز اخبار وین وی پو نے لکھا کہ اسٹیفن ینگ جہاں بھی گیا وہاں پر نام نہاد انقلاب لانے کا ذکر آیا۔ (Color Revolution) ہوں یا عرب کی انقلاب بہار یا پھر چین میں (Jasmine Revolution) کی کوششیں، سب کی پشت پر ہمیں ان این جی اوز یا سول سوسائٹی کا ہی کردار نظر آتا ہے۔

ان این جی اوز یا سول سوسائٹی کو ایک سادہ انداز میں ہم کرائے کے فوجی کہہ سکتے ہیں جو اپنی تنخواہ کے عوض اپنے اپنے ملکوں میں اس طرح کی صورتحال پیدا کرنے یا تبدیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو اقوام متحدہ، امریکہ یا یوروپین یونین کی خواہشات یا قراردادوں کے مطابق ہوں۔ اقوام متحدہ، امریکی حکومت اور یورپین یونین آخر خود کیا ہیں، یہ عالمی سازش کاروں کے وہ آلات ہیں جن کی مدد سے وہ دنیا میں ایک عالمگیر حکومت کے قیام کے لئے کوشاں ہیں۔

سول سوسائٹی کے یہ ارکان ہر طرح کے ہتھیاروں سے لیس ہوتے ہیں اور ان کو ہر طرح کی گراؤنڈ سپورٹ بھی حاصل ہوتی ہے۔ اس سپورٹ میں میڈیا کا کردار سب سے اہم ہے۔ عالمی سازش کاروں کو میڈیا کی اہمیت کا احساس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے میڈیا کا کنٹرول حاصل کیا اور اب پوری دنیا کا میڈیا ان کے براہ

راست کنٹرول میں ہے۔ جی صرف دنیا کا بین الاقوامی میڈیا ہی نہیں بلکہ علاقائی زبانوں میں چھپنے والے اخبارات اور علاقائی زبانوں میں چلنے والے ٹیلی وژن چینل اور ایف ایم ریڈیو بھی ان کے براہ راست تسلط میں ہیں۔ صرف نیوز چینل ہی نہیں بلکہ ڈرامہ چینل بھی ان کے خاص اہداف میں شامل ہیں۔ ہمارے اپنے خطہ میں بنگالی، اردو، پنجابی، سندھی، پشتو، فارسی، بلوچی، سندھی سے لے کر مراٹھی زبان تک ان کے اہداف میں شامل ہیں۔ اس میں قومی چینلوں کا تو ذکر ہی کیا کہ وہ تو پہلے سے ہی عریاں ہیں۔ ان کے لیے عوام کو کسی بھی قسم کے بخار میں مبتلا کرنا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ پوری قوم کو کرکٹ کے بخار سے لے کر خوف و دہشت میں مبتلا کرنا چند دنوں کا کھیل ہوتا ہے۔

اس سول سوسائٹی کا مسئلہ کہیں سے بھی ملک کے بنیادی مسائل ہوتے ہی نہیں ہیں بلکہ ان کا کام آقاؤں کی طرف سے دی گئی گائیڈ لائین میں دیے گئے نکات کو مسائل کی صورت تراشنا ہوتا ہے۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے، سول سوسائٹی کے ان ارکان کو نہ تو بگرام ائر بیس میں قید ان قیدیوں کا خیال آتا ہے جن کو بلا کسی الزام کے اور بلا کسی عدالت میں مقدمہ چلائے گئے قید روزانہ شدید تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ان قیدیوں میں بچے بھی شامل ہیں اور عورتیں بھی۔ ان سول سوسائٹی کے ارکان کو نہ تو گوانتا ناموبے میں جانوروں کی طرح قید افراد نظر آتے ہیں جو جانوروں سے بھی بد تر حالت میں ہیں۔ ان پر آج تک فرد جرم بھی عائد نہیں کی جا سکی ہے۔ ان سول سوسائٹی کے ارکان کو عافیہ بھی نظر نہیں آتی۔ ان سول سوسائٹی کے ارکان کو شان رسالت میں گستاخی کرنے والے کی آزادی اظہار رائے تو خطرے میں پڑتی نظر آتی ہے مگر افغانستان میں قران مجید جلانے کا واقعہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ یہ ان کے آقاؤں کی مرضی کے عین مطابق ہے۔ جان لیجیے، یہ کرائے کے فوجی (سول سوسائٹی کے ارکان) اتنے ہی خطرناک ہیں جتنے بلیک واٹر کے ریمنڈ ڈیوس جیسے کارندے۔ بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ خطرناک ہیں کیونکہ یہ بھیڑ کے بھیس میں بھیڑیئے ہیں۔

جس ملک سے یہ فنڈز آتے ہیں وہاں پر عورتوں پر مظالم کی شرح کو تو دیکھیں۔ مگر یہ اپنے ہدف شدہ ممالک میں عورتوں کی حالت زار کو بہتر بنانے کے نام پر اس کو گھر سے نکالنے اور برہنہ کرنے پر مصر ہیں۔ تعلیم کے خوشنما نام پر وہ نصاب لے کر آتے ہیں جو آپ کو آپ کے معاشرے سے کاٹ دے، ایک اللہ کی ربوبیت سے نکال دے اور براہ راست نہ صحیح بالواسطہ ہی صحیح، آپ کو شیطان کی غلامی میں دے دے۔ ہم جنسیت کے فروغ اور لہو و لعب کے لیے ان کے تمام وسائل دستیاب ہیں۔ ایک بات تو ثابت ہے کہ سول سوسائٹی کے یہ ارکان یا این جی اوز کے کرتا دھرتا بیرون ملک سے آئی ہوئی بھاری امداد کے بغیر کچھ بھی نہیں ہیں۔ اگر یہ امداد روک دی جائے تو ملک و قوم کے بارے میں ان کے پیٹ کا درد اچانک غائب ہو جائے گا۔

اب ان این جی اوز اور سول سوسائٹی کے ارکان کے مالی سرپرستوں کا جائزہ لیتے ہیں۔ حیرت انگیز طور پر ہمیں ان مالی سرپرستوں میں عالمی بنک اور آئی ایم ایف سب سے آگے نظر آتے ہیں۔ بین الاقوامی سازش کاروں کے گروہ کے تمام ارکان پر لازم ہے کہ وہ اپنی آمدنی کا ایک مقررہ حصہ ان این جی اوز کی پروموشن پر خرچ کرے اور عملا ایسا ہوتا بھی ہے۔ ان مالی سرپرستوں میں آپ کو چرچ آف انگلینڈ بھی ملے گا۔ تمام کارپوریشنوں کا جائزہ لیں۔ ہر ڈاکو اور رہزن مخیر کا خوبصورت لبادہ زیب تن کیا ہوا ملے گا۔ دونوں کولا گروپ، بل گیٹس، فورڈ، راک فیلر، مون سانتو، غرض کون سی شخصیت ہے یا گروپ ہے جو کم از کم ایک این جی او کو نہیں چلاتا۔ یہ این جی اوز ایک طے شدہ مقصد کے تحت کام کرتی ہیں۔ ایسا نہیں ہوتا کہ خدمت خلق کے لئے جو بھی سامنے آیا اس کی خدمت کر دی بلکہ ان کو ایک طے شدہ فریم ورک دیا جاتا ہے جس سے باہر یہ کام ہی نہیں کر سکتیں۔

سول سوسائٹی یا این جی اوز کا کردار اب تک خفیہ تھا اور یہ تمام کارروائی کسی نہ کسی خوشنما نعرے کی آڑ میں سرانجام دیتی تھیں۔ دنیا کو دکھانے کے لیے تو یہ فلاحی کام سرانجام دے رہی ہوتی تھیں مگر پس پردہ یہ سازشوں میں مصروف ہوتی تھیں۔ عموما یہ این جی اوز انسانی حقوق کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہوتی ہیں جبکہ تعلیمی اور صحت عامہ کے

پروجیکٹ ان کے پسندیدہ میدان عمل ہیں۔ تاہم اب صورتحال تیزی کے ساتھ تبدیل ہوتی جارہی ہے اور اب یہ سول سوسائٹی کھلے بندوں اپنے آقاؤں کے مشن کی تکمیل کے لیے نہ صرف کوشاں ہوتی ہے بلکہ اس کا اعتراف بھی ڈھٹائی کے ساتھ کرتی ہے اور اس کا محنتانہ بھی کھلے عام وصول کرتی ہے۔ ابھی حال میں ہی کیوبا میں ٹوئٹر کا اسکینڈل سامنے آیا ہے۔ اس میں امریکی ایجنسیوں نے بدنام زمانہ این جی او یو ایس ایڈ کے ذریعے کیوبا میں صحافیوں، طلبہ اور سماجی رہنماوئں کو بھرتی کیا اور کیوبا کی حکومت کے خلاف ٹوئٹر پر الزامات کی ایک مہم شروع کردی۔ واشنگٹن ہی کے مطابق اس کمیونیکیشن نیٹ ورک کو تمام تر وسائل غیر ملکی بینکوں کے ذریعہ فراہم کیے اور یہ پروجیکٹ دو سال تک کامیابی سے چلتا رہا۔ اس نیٹ ورک میں بتدریج عام لوگ نادانستگی میں شامل ہوتے چلے گئے۔ دو سال میں اس پروجیکٹ پر یو ایس ایڈ نے ایک ارب ساٹھ کروڑ ڈالر کی خطیر رقم خرچ کی جو کہ بجٹ میں پاکستان کے لیے غیر مخصوص منصوبوں کے لیے دکھائی گئی تھی۔ اس پروجیکٹ کے نتیجے میں واشنگٹن کیوبا میں بدامنی کی مطلوبہ لہر پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا جو کہ رنگین انقلاب کے لیے درکار پہلی ضرورت ہے۔

اب پاکستان میں یو ایس ایڈ کی پھرتیاں اور بھاری بجٹ دیکھیے۔ اس کا عوام کے ساتھ ربط ضبط دیکھئے، صحافیوں کو مختلف پروجیکٹس کے نام پر بھاری نذرانے دینا دیکھئے اور اندازہ لگالیجیے کہ یہاں پر ان کی کتنی گہری دلچسپی موجود ہے۔ یو ایس ایڈ کے پروجیکٹس پر کام کرنے والوں سے گفتگو کریں تو پتہ چلتا ہے کہ اس این جی او کو محض ایک کام سے دلچسپی ہے اور وہ یہ ہے کہ پاکستان کے ہر کوچہ و قریہ کے بارے میں مختلف اعداد و شمار جمع کرنا۔ مثال کے طور پر اس این جی او یو ایس ایڈ نے ایک پروجیکٹ میں صرف یہ اعداد و شمار جمع کیے کہ کراچی کی ساحلی پٹی میں رہنے والے لوگوں کی تعداد کتنی ہے، کتنے فیصد پڑھے لکھے ہیں، کس مذہب اور پھر مزید کس فرقے سے تعلق رکھتے ہیں، مرد و عورت اور بچوں کا تناسب کتنا ہے، کتنے فیصد جرائم پیشہ ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اتنے زبردست اعداد و شمار کی آخر انہیں کیا ضرورت ہے؟ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ جب ان کے ماہرین نفسیات پاکستانی قوم کو کسی نفسیاتی بخار میں مبتلا کرنے

کی حکمت عملی تیار کریں گے تو انہیں ان اعداد و شمار کی ضرورت پڑے گی۔ اس کے بعد ان کے آلہ کار مختلف مذہبی، علاقائی و لسانی رنگوں میں لپٹی جنگجو تنظیمیں اپنا کردار ادا کر رہے ہوں گے، ذرائع ابلاغ اپنا کردار ادا کر رہے ہوں گے اور حکومت، بیوروکریسی اور ایجنسیوں میں ان کی کٹھ پتلیاں اپنا کردار بخوبی ادا کر رہی ہوں گی اور رہ گئی عوام تو وہ اس پورے کھیل میں اسی طرح ہپناٹائز ہو چکی ہو گی جس طرح تھیٹر یا سنیما میں بیٹھا تماش بین۔ ڈائریکٹر جب چاہتا ہے یہ تماش بین رونے لگتا ہے اور ڈائریکٹر جب چاہتا ہے، یہ تماش بین قہقہہ مار کر ہنسنے لگتا ہے۔

اگر پاکستان کو بدامنی سے پاک کرنا ہے تو اس کے لیے سب سے پہلے ان ایجنٹوں کی مالی رسد بند کرنا ہو گی۔ یہ مالی وسائل اور انفرادی نگرانی کون فراہم کرتا ہے۔ یہ این جی اوز ہی تو ہیں۔ اگر ان این جی اوز کو بند کر دیا جائے تو پاکستان میں کوئی قیامت نہیں ٹوٹ پڑے گی مگر پاکستان ایک قیامت کا سامنا کرنے سے ضرور بچ جائے گا۔ آپ کو جو بھی این جی او یا سول سوسائٹی کا رکن ملے، اس سے ایک سوال ضرور کیجیے گا کہ ان کی فنڈنگ کہاں سے ہو رہی ہے؟ اس سے آپ کو ان کے اصل مقاصد کے بارے میں تمام سوالات کا جواب از خود مل جائے گا۔ اس دنیا پر ایک عالمگیر شیطانی حکومت کے قیام کی سازشوں سے خود بھی ہشیار رہیے اور اپنے آس پاس والوں کو بھی خبردار رکھیے۔ ہشیار باش۔ (www.masoodanwar.com/2015/01/civil-society)

سول سوسائٹی کی جنت و جہنم

اوریا مقبول جان اتوار 8 فروری 2015

ایک زمانہ تھا جب لوگ اپنے کسی پیارے کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد فوراً دستِ دعا بلند کرتے تھے، اللہ سے اس کی مغفرت کے لیے دعا کرتے، اس کے درجات کی بلندی کی استدعا کرتے اور اسے جنت الفردوس میں مقام عطا کرنے کے لیے اللہ کے سامنے درخواست گزار ہوتے۔

ہم میں سے ہر کسی کا یہ ایمان تھا کہ مرحوم جس دنیا میں چلا گیا ہے وہاں اسے ہماری نعرہ بازی، جلسوں اور پوسٹر بازی سے زیادہ ہماری دعاؤں کی ضرورت ہے۔ کوئی مظلوم کسی ظالم کے ہاتھوں قتل ہوتا، کوئی وطن کی حفاظت میں جان دیتا، یا چوروں ڈاکوؤں سے لڑتا زندگی کی بازی ہارتا، ہم ایسے شہیدوں کے لیے دعائیہ تقریبات منعقد کرتے کہ ہمارا ایمان تھا کہ یہ لوگ تو اللہ کے ہاں بخشے جا چکے ہیں لیکن ان کے لیے دعائے مغفرت کرنے سے ہمارے اپنے گناہ کم ہوں گے اور ہماری بھی بخشش کا سامان مہیا ہو گا۔ یہ وہ زادِ راہ تھی جو ہم اپنے پیاروں کو دیا کرتے تھے۔ کسی کی یاد میں قرآن پڑھ کر اور کسی کی برسی پر دعاؤں کے نذرانے دے کر۔ لیکن جس طرح سول سوسائٹی کے نام پر اس ملک سے اور بہت سی اقدار چھینی جا رہی ہیں، اب یہ قدر بھی موم بتیاں روشن کرنے میں بدل گئی۔ موم بتیاں کب سے روشن ہونا شروع ہوئیں، انھیں کیوں روشن کیا جاتا تھا اور اب اسے ایک معاشرتی رواج کیوں دیا جا رہا ہے۔ دنیا میں یہودیوں نے سب سے پہلے مٹ زاوہ (MITZAWAH) کے نام پر موم بتیاں روشن کرنا شروع کیں، اسے خواتین روشن کرتیں اور اس کا مقصد عورت کے اس ازلی ابدی گناہ کی تلافی کرنا تھا جس کا ماخذ یہودی اپنی کتاب تاعود کے پیرا 31۔ب سے لیتے ہیں: "اے عورت تم سے ایک جرم سرزد ہوا تھا جس کی پاداش میں ہمیں جنت سے نکلنا پڑا۔ تم سانپ کی دلکشی پر فریفتہ ہو گئیں اور اس کے بہکاوے میں آ گئیں اور پھر تو نے ہمارے باپ آدم کو بھی اس میں شریک

کر لیا۔یوں تمہاری وجہ سے اس زمین بلکہ ہماری زندگیوں میں بھی اندھیرا چھا گیا۔ اس لیے اب تمہیں موم بتیاں روشن کر کے دنیا میں روشنی کو واپس لانا ہو گا۔"

موم بتی کو روشن کرنے اور عورت کی غلطی کی تلافی وہ یوم سبت یعنی ہفتے کے دن کے تہوار کے طور پر کرتے ہیں۔ یہ موم بتیاں جمعہ کی شام یعنی ہفتے کی رات کو روشن کی جاتی ہیں۔ عورتیں دو موم بتیاں جلاتی ہیں، ایک تورات کے باب Exodus8:20 کے مطابق جب یہودیوں کو اپنے وطن سے دربدر کیا گیا تھا اور دوسری تورات کی پانچویں کتاب Deuteronomy کے فقروں 5:12 کے مطابق جن میں یوم سبت منانے کے لیے کہا گیا ہے۔

عورتیں موم بتیاں جلا کر اپنی آنکھوں کو ہاتھ سے ڈھانک لیتی ہیں۔ پھر شکر ادا کرتی ہیں کہ خدا نے ہمیں مقدس بنایا اور ہمیں سبت کی شمعیں جلانے کا حکم دیا۔یہودیوں کا ایک اور تہوار ہنوکا HANUKAH ہے جو یہودی مہینے کزلیو KISLEV کی 25 تاریخ کو آٹھ دن کے لیے منایا جاتا ہے۔ یہ تہوار 165 قبل مسیح میں یہودیوں کی یونانی اور شامی فوجوں پر فتح کے جشن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اسے چنوہا CHANUH یعنی روشنیوں کا تہوار بھی کہا جاتا ہے۔ ان آٹھ دنوں میں یہودی مسلسل موم بتیاں روشن کرتے ہیں۔ موم بتیاں جلانا ان کے لیے ان تہواروں تک ہی محدود نہیں، بلکہ مرنے والے کی موت کی سالگرہ کے دن بھی موم بتیاں جلائی جاتی ہیں۔

اس خاص موم بتی کا نام YAHRTZEIT رکھا گیا ہے۔ کسی سانحے، تشدد یا بربریت میں مرنے والوں کی یاد میں موم بتیاں جلانے کا رواج بھی یہودیوں نے شروع کیا۔ جنگ عظیم دوم کے بارے میں یہودی دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے ساٹھ لاکھ افراد قتل کیے گئے تھے۔ ان ساٹھ لاکھ یہودیوں کے قتل کی یاد میں ہر سال ،،یوم نشوہا YOM-E-NASHOAH منایا جاتا ہے اور ہر گھر، عبادت گاہ اور یہودی عمارت پر موم بتیاں روشن کی جاتی ہیں۔ موم بتی جلا کر مرنے والوں کی یاد منانے کی یہ رسم یہودیوں نے خود ایجاد کی اور اس کا ان کے دین سے کوئی تعلق نہ تھا اور نہ اس کے بارے میں کوئی احکامات موجود تھے۔

ان کی دیکھا دیکھی اس رسم کو عیسائیت نے بھی اپنا لیا حالانکہ اس کا کوئی حکم نہ انجیل میں موجود تھا اور نہ ہی قدیم روایات میں اس کا تذکرہ ہے۔ اس کا آغاز مشرقی آرتھوڈوکس چرچ نے اپنی عبادت سے کیا جس میں پورے کا پورا مجمع ہاتھ میں موم بتی پکڑے کھڑا ہوتا ہے۔ قربان گاہوں پر موم بتیاں روشن کی جانے لگیں، مشرقی کیتھولک، اورینٹل کیتھولک بلکہ رومن کیتھولک سب کے سب موم بتی کو مسیح کی روشنی سے تعبیر کرنے لگے۔ اس رواج کو مقدس بنانے کے لیے کہا گیا کہ چرچ میں جلائے جانے والی موم بتیوں میں کم از کم 51 فیصد موم شہد کی مکھیوں کے چھتے سے حاصل کیا جائے۔

ایسٹر کے موقع پر ایک خاص موم بتی روشن کی جاتی ہے جسے پاشل PASCHAL کہا جاتا ہے۔ اسے مسیح کے ایسٹر کے دن دوبارہ زندہ ہونے کی علامت کے طور پر جلایا جاتا ہے۔ لیکن ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے حادثے کے بعد موم بتیاں جلانے کو ایک عالمی رسم بنانے کی کوشش کی گئی۔ یہ رسم عام آدمی نے قبول نہیں کی بلکہ ہمارے معاشرے کی ایک نئی ایجاد سول سوسائٹی نے کی۔

یہ سول سوسائٹی کیا ہے۔ اس کا تاثر پوری دنیا کے غریب معاشروں میں ایسا ہے جیسے ساری قوم جاہل، ان پڑھ گنوار، ظالم، متشدد اور بیہودہ ہے اور یہ چند فیشن زدہ، مغرب سے مرعوب اور اپنی زبان و تہذیب سے ناآشنا لوگ ہی ہیں مہذب اور انسان دوست ہیں۔ یہ سول سوسائٹی روسی کیمونسٹ حکومت کے خاتمے کے بعد کارپوریٹ سرمائے سے بننے والی جمہوری حکومتوں نے دنیا کے غریب ملکوں میں ایک عالمی کلچر کے فروغ کے لیے بنائی تاکہ ان کا مال بک سکے۔ پہلے کسی ملک میں حکومت ہوتی تھی اور دوسرے عوام۔ دنیا کی تمام حکومتیں اور عالمی انجمنیں حکومتوں کو قرض دیتی تھیں تاکہ وہ عوام پر خرچ کریں۔ لیکن اسّی کی دہائی میں ان حکومتوں کو کک بیک اور عالمی رشوت خوری کے ذریعے کرپٹ کیا گیا اور پھر ایک وسیع پراپیگنڈے سے بدنام کیا گیا تاکہ مغربی حکومتیں اور عالمی انجمنیں غریب ملکوں میں براہ راست لوگوں کو امداد دیں۔ اس کے لیے این جی اوز بنائی گئیں۔

ہر ملک کے سفارت خانے نے مدد دینے کی کھڑکی کھول لی، عالمی ادارے بھی انہی این جی اوز کو گرانٹ دینے لگے۔ یہ لاکھوں روپے تنخواہ، پر تعیش دفاتر اور بڑی بڑی ائر کنڈیشنڈ گاڑیوں میں گھومنے والے انہی این جی اوز کے ملازم تھے یا پھر ان کے کرتا دھرتا۔ ان تمام مفت خوروں نے ملکر ایک گروہ تشکیل دیا جس کا نام "سول سوسائٹی" ہے۔ یہ دنیا کے ہر غریب ملک میں پایا جاتا ہے۔ افریقہ میں اس کی بہتات ہے۔ یورپ میں عوام سڑکوں پر نکلتی ہے لیکن افریقہ اور ایشیا میں سول سوسائٹی عالمی امداد پر پلنے والے اس گروہ کا ایجنڈا بھی وہی ہے جس کی بنیاد پر انھیں سرمایہ فراہم کیا جاتا ہے۔

اس کی سب سے آسان پہچان یہ ہے کہ یہ لوگ آپ کو کبھی بھی مغرب میں توہین رسالت کے واقعہ یا کارٹون چھپنے پر سڑکوں پر نظر نہیں آئیں گے لیکن کسی بھی شاتم رسول کی یاد میں شمعیں جلانے ضرور آجائیں گے۔ یہ کسی بھتہ خور اور قاتل کے قتل کے خلاف بینر نہیں اٹھائیں گے خواہ وہ بلدیہ ٹاؤن میں 272 افراد کو زندہ جلا دے، لیکن کسی مولوی کے ایک بیان پر رات دن احتجاج کریں گے۔ افغانستان اور عراق میں امریکی افواج لاکھوں لوگوں کا قتل عام کردے، انھیں کبھی دکھ نہیں ہوتا لیکن ایک امریکی کو اغوا کر کے قتل کر دیا جائے تو ان کو انسانیت یاد آجاتی ہے۔

یہ ان کا حق ہے جس کو چاہیں روئیں یا جس پر چاہیں نہ روئیں، لیکن دکھ یہ ہے کہ ان کی وجہ سے قوم پہلے اپنے شہیدوں کو، بے گناہ مر جانے والوں کو، یا پھر اپنی کسی محبوب شخصیت کی یاد منانے کے لیے اکٹھا ہوتی تو اپنے پروردگار سے دست بدعا ہوا کرتی تھی لیکن شاید ہم اب ان لوگوں کے لیے دعا کرنا بھی بھول جائیں گے۔ بس موم بتی جلائی، تصویر بنوائی اور آرام سے سو گئے۔

صوفیاء اور اہل نظر کا عقیدہ ہے کہ ہر جمعہ کی رات ارواح اکٹھا ہوتی ہیں تو اگر کسی کی اولاد یا چاہنے والے نے اس کے لیے مغفرت کی دعا کی ہو گی، کوئی تلاوت اس کے نام سے کی ہو گی، کوئی نیکی کا کام یا رفاہِ عامہ کا کام اس کے نام

منسوب کیا ہو گا تو یہ اسے تحفے یا اجر کے طور پر ملتا ہے۔ ان ارواح کے ہجوم میں سب سے شرمندہ اور پژمردہ وہ روح ہوتی ہے جس کی اولاد یا پیار کرنے والے اسے ایسا تحفہ نہیں بھیجتے۔ ہم نے زندوں کو تو مایوس کیا تھا اب ہم نے مردوں کو بھی مایوس کرنا شروع کر دیا ہے۔ اب ہمارے مُردوں کے نصیب میں سول سوسائٹی کی جنت یا جہنم ہے۔

(ایکسپریس، اتوار 8 فروری 2015)

غیر ملکی این جی او، سوشل ورکر اور بے بس لوگ....

مصنف: گمنام 10 مئی 2014

فارغ التحصیل ہونے کے بعد میں نوکری کی تلاش میں تھا، بوقت ضرورت کسی بھی اچھے دفتر میں نوکری کے لئے ادھر ادھر انٹرویو دے رہا تھا کہ ایسے میں ایک اشتہار پر نظر پڑھی کہ ایک این جی او میں ایک پاکستانی کی ضرورت تھی اور میں نے بنا کسی دیر کے وہاں اپنی درخواست بمعہ اسناد بھیج دی۔ انٹرویو ہوا اور مجھے منتخب کر لیا گیا۔ میں بہت خوش تھا کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا اچھا ہے۔ تنخواہ کوئی اتنی خاص نہیں تھی لیکن میں دل کو تسلی دی کہ ابھی تو شروعات ہے۔ ایک دفعہ تجربہ حاصل کر لوں پھر آگے کی سوچے گے، کیوں کہ آج کے دور میں تعلیم سے زیادہ تجربے کو ترجیح دی جاتی ہے۔

میں دل ہی دل یہ بھی سوچ رہا تھا کہ چلو نوکری بھی ایسی ملی جہاں دوسرے بے سہارا اور مجبور لوگوں کی مدد کی جاتی ہے۔ اسی بہانے مجھے بھی اپنے پاکستانیوں کی مدد کرنے کا موقع مل جائے گا اور کچھ نیکیاں اور ثواب مفت میں حاصل کر لوں گا۔ جس این جی او میں مجھے نوکری ملی تھی اصل میں وہ عیسائیوں کی این جی او تھی، آپ کو آگاہ کر دوں کہ دنیا میں زیادہ تر این جی اوز عیسائیوں کی ہی ہیں۔ خیر پہلے کچھ دنوں میں تو مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا کہ ہم کس ایجنڈے پر کام کرتے ہیں وغیرہ، لیکن وہاں میرے کچھ اور ساتھی جو کہ پاکستانی تھے ان میں ایک کا نام علی تھا، میری اس سے اچھی سلام دعا ہو گئی، اب بھی ہم دوست ہیں، وہ تھوڑا جذباتی قسم کا، غیرت مند، انسان ہے، وہ اکثر سپر وائزر سے لڑتا

رہتا تھا۔ مجھے سمجھ نہیں آتی وہ ایسا کیوں کرتا تھا۔ ایک دن غصہ میں اس نے استعفی دے دیا اور چھوڑ کر چلا گیا ابھی مجھے وہاں 4 مہینے بھی نہیں ہوئے تھے۔ لیکن جاتے جاتے وہ مجھے ایک بات کہہ گیا اگر تو غیرت والا ہوا تو تم بھی ایک دن اسی طرح استعفی دو گے جس طرح میں نے دیا ورنہ بے غیرتوں کی طرح چپ چاپ ایک نوکر کی طرح نوکری کرتے رہو گے۔ یہ بات میرے دل پر لگی کہ ایسا کیا ہوا جو وہ یہ کہہ گیا۔ پہلے میں سمجھا وہ جذبات میں تھا شاید اسلئے لیکن وقت گزرتا گیا میں اس کی بات بھول چکا تھا۔ بظاہر مقامی کمیونٹی میں نسلی اقلیتوں کے انضمام کا ایجنڈا تھا، اسی پر کام کرتے رہے، لیکن کہتے ہیں برائی چھپتی نہیں چھپانے سے، بس ایسا ہی کچھ ہوا ہمیں ایک دوسرا شعبہ "سوسائٹی" جو کہ اسی این جی او کا تھا وہاں پر دعوت دی گئی اس شعبے "سوسائٹی" کا نام تھا محبت اور امن (Love and Peace) جس کا ایکٹنگ چیئر مین پاکستانی تھا، لیکن یہ وہ ایسا پاکستانی تھا جو صرف اپنے مفاد کے لئے کچھ بھی کر گزرتے ہیں لیکن اس کے اثرات کا کوئی خیال نہیں کرتے۔ اس ونگ (سوسائٹی) کا اصل ٹارگٹ تھے مسلمان اور خاص کر کے پاکستانی اور پاکستانی بھی وہ جو غیر قانونی طور پر باہر جاتے ہیں یہ ان لوگوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر ان کو عیسائی بناتے ہیں۔ یہ اس وقت ظاہر ہوا جب میں وہاں موجود کچھ ایسے پاکستانیوں سے ملا جو کہ پہلے مسلمان تھے لیکن یہاں آنے کے بعد عیسائی ہو گئے تھے، کچھ تو یہ کہہ رہے تھے بس ہم صرف پیپر میں عیسائی ہیں پرمٹ کے حصول کے لئے، دل سے ابھی مسلمان ہے۔ کچھ تو یہ کہہ رہے تھے اب باہر آئے ہیں تو کمانا تو ہے اب ایسے تھوڑا واپس چلے جائیں۔

یہ سننے کے بعد مجھے ایسا لگا جیسے میرے پاؤں تلے زمین نکل گئی ہو۔ دل میں سوچا یہ کیا ہو رہا ہے اور میں کیا کر رہا ہوں۔ اسی کشمکش میں تھا دعوت کا پروگرام ختم ہو گیا۔ لیکن میں ایک عجیب کیفیت میں تھا کہ ہمارے لوگ جو پاکستان سے باہر جاتے ہیں کیا سوچ لے کر آتے ہیں، ان میں سے زیادہ تر لوگ یا تو اَن پڑھ ہوتے ہیں یا پھر گاؤں کے دور دراز علاقوں جو اِن کے شکنجوں میں با آسانی آجاتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سب سوشل ورکرز بُرے ہوتے ہیں، لیکن وہ بھی بے بس ہوتے ہیں یا وہ لوگ صرف ظاہری ایجنڈے پر کام کر رہے ہوتے ہیں۔ ان کو کبھی پیچھے کے

مقاصد ظاہر ہی نہیں ہوتے اور میری طرح کوئی این جی او کے خلاف آواز بھی نہیں اٹھا سکتا کیونکہ ان کی ظاہری اچھائیاں آواز اٹھانے والے کے خلاف ایک پھانسی کے پھندے سے کم نہیں ہوتی۔ جو آواز اٹھاتا ہے اس کی آواز کی گونج کسی تک پہنچنے سے پہلے ظاہری اچھائیوں میں دفن ہو جاتی ہے۔ ہو سکتا جو میں ابھی لکھ رہا ہوں وہ بھی سب کو بکواس سے زیادہ اور کچھ نہ لگے کیونکہ میٹھا زہر تو ہم ہمیشہ پیتے آئے ہیں چلو یہ بھی سہی۔ آپ سوچ رہے ہو گے میں نے ملک کا نام اور این جی او کا نام کیوں نہیں لکھا، لیکن اس کی کچھ وجوہات اور تحفظ ہے جس وجہ سے میں یہ بتانے سے قاصر ہوں۔ لیکن اللہ کا شکر ہے ہماری پاکستانی کمیونٹی اب ان حقیقت سے آشنا ہو چکی ہے اور وہ ان کے دجل فریب میں نہیں آتے۔ لیکن آج کل یہ پاکستان میں متحرک ہے اسلئے میں نے سوچا کیوں نہ اپنا تجربہ آپ لوگوں سے بتایا جائے ،ہو سکتا اب بھی دوسرے ممالک میں یہ گندا کھیل اب بھی کھیلا جا رہا ہو۔

لیکن اب ان کا ٹارگٹ افغانستان ، عراق ، پاکستان ،صومالیہ ، شام اور وہ ممالک ہے جو حالت جنگ میں ہےں۔ بالکل ویسے ہی چال چلی جا رہی ہے جیسے جنوبی افریقہ کے لوگوں کے ساتھ ہوا، ان کے ہاتھ میں بائبل پکڑا کر ان کے سب اثاثے دونوں ہاتھوں سے لوٹ لئے گئے ہیں۔ ایک بات اور ذہن نشین کر لیں، یہ این جی اوز مسلمانوں کو عیسائیت کی تعلیم دینے کے علاوہ اسلام سے بھی متنفر کر رہی ہے جیسا کہ ملحدین، منکر حدیث، مرزائی، لبرلز، روشن خیال، ہم جنس پرست وغیرہ وغیرہ ، ملحد سے لے کر ہم جنس پرست تک عیسائی مشنریوں کی طرف سے اسلام پر اٹھائے گئے بھونڈے اعترض ہی پیش کرتے ہے، جن کے جوابات ہمارے مسلمانوں نے کب کے دے دیے۔ لیکن کسی میں ہمت نہیں ہمارے اسکالر اور علماء کرام کے دیے گے جوابات کو چیلنج کر سکے۔ اصل مقصد تو صرف مسلمانوں کے ایمان کو تباہ کرنا ہے، چاہے جیسے بھی ہو، میڈیا کے ذریعے یا پھر این جی اوز کے اور ہم ظاہری اچھائیاں دیکھ کر تعریف کرتے نہیں تھکتے۔ آخر میں علی کی بات سچ ثابت ہوئی اور میں نے بھی ایک دن استعفیٰ اسی طرح دیا جس طرح علی دے کر گیا تھا۔ بہت سے پہلوں ابھی رہ گئے ہیں جن کو میں ٹھیک سے قلم بند نہ کر سکا لیکن ایک یہ پہلو جو کہ بہت

ہی خاص اور بہت اہم ہے وہ یہ کہ جتنی بھی غیر ملکی خاص کر کے عیسائیت کی این جی او ہے یہ آپس میں ایک نیٹ ورک کی طرح منسلک ہے یہ مغرب کے لئے جاسوسی کا ایک ایسا آلہ کار ہے جو با آسانی کسی کے گھر، ملک میں بنا کسی روکاوٹ کے داخل ہو جاتی ہے اور اپنا کام انجام دینے میں کسی کو شک بھی نہیں ہوتا۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے پاکستان میں کسی ایک این جی او پر پابندی عائد کی گئی کیونکہ اس کے ارکان جاسوسی میں ملوث تھے۔ پاکستان میں اب این جی او کے متعلق قانون سازی بھی ہو رہی ہے۔

مختصر مدت کے فوائد اور ظاہری اچھائیوں کو دیکھ کر ہم کسی کے بھی گرویدہ ہو جاتے ہیں، یہ مسلمانوں کی سب سے بڑی کمزوریوں میں سے ایک کمزوری ہے اور اس کمزوری سے یہود و نصاری بخوبی فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہمیں پتہ بھی نہیں۔ ہمیں چراغ کی روشنی دیکھا کر ہمارے ایمان میں اندھیرے میں دھکیل رہے ہیں اور ہمیں خبر تک نہیں۔ ہم یہ بھول چکے ہے ہیں کہ اسلام میں حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کا بھی خیال رکھنے کو کہا گیا ہے۔ اسلام ہمیں پڑوسی کے حقوق سے لے کر ایک یتیم بے سہارا لوگوں کے حقوق کے خیال رکھنے کا درس دیتا ہے۔ یہ فلاح بہبود کا نظام اسلام تعلیمات کا حصہ ہے۔ آؤ! یہ عہد کریں اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ دنیا کے کسی بھی کونے میں ساتھ کھڑے ہو جاؤ جو کچھ مدد کر سکتے ہو ان کی مدد کرو، چاہے مالی طور یا اخلاقی طور پر کیونکہ یہ مسلمان کی ایک ذمہ داری ہے۔ (http://ahtisaab.blogspot.com/2014/05/blog-post_5005.html)

آج پاکستان میں کبھی کسی بچی کو ایوارڈ مل رہا ہے تو کبھی کسی عورت کو معمولی سی بات پر یا کسی مظلوم عورت پر ڈاکومنٹری فلم بنانے پر ایوارڈ مل جاتا ہے۔ حیرانگی کی بات یہ ہے کہ یہ ایوارڈ وہ دیتے ہیں جو خود ظالم ہیں جن کے اپنے ملک میں ایسے ہزاروں جرائم ہو رہے ہوتے ہیں۔ امریکہ میں ہر پانچ منٹ میں ایک عورت کے ساتھ ریپ کی واردات ہوتی ہے، یورپ میں ہزاروں لڑکیاں ریپ کے بعد قتل کر دی جاتیں ہیں، یہ بھی کسی سے ڈھکا چھپا نہیں کہ فلسطین میں اسرائیلی، کشمیر میں انڈین، عراق اور افغانستان نیٹو فوجوں نے عورتوں کے ساتھ کیا سلوک کیا اور کر رہے ہے

ہیں ؟امریکی حکومت نے پندرہ لاکھ سے زیادہ عراقی اور افغانی معصوم شہریوں کے خون میں ہاتھ رنگے ، افغانستان اور عراق کی ہزاروں جوان لڑکیاں انہی یورپ، امریکہ کے بازار حسن میں بک گئیں،بھائیوں کی آنکھوں کے سامنے ان کی بہنوں کے ساتھ ریپ کیے گئے، بمباری سے لاکھوں عورتیں بیوہ اور بچے یتیم اور معذور ہو گئے اور ہو رہے ہیں، خود اسی پاکستان میں ہزاروں بچے، عورتیں ، بوڑھے ڈرون حملوں میں جل کر راکھ ہو گئے ہیں ،انسانوں کا غم رکھنے والے ان منافقوں نے یہود کے ایک ہولوکاسٹ کے واقعے پر کئی سوڈاکو منٹریاں تو بنالیں ان پر کوئی فلم کیوں نہیں بنائی؟ ویت نام پر امریکہ نے تاریخی مظالم کیے تھے اس پر کوئی ڈاکومینٹری نہیں بنی۔ اس قسم کے آسکر ایوارڈ دینے والی تنظیم کی منافقت اور تعصب سے خود انکے اپنے لوگ آگاہ ہیں۔یہی وجہ تھی کہ فلم دی گاڈ فادر کے ہیرو مارلن برانڈو نے اپنا آسکر ایوارڈ لینے سے انکار کر دیا وہ جانتا تھا کہ یورپ اور امریکہ کے لوگوں نے یہاں کے اصلی باشندوں ریڈ اندین پر ظلم و بربریت کے پہاڑ توڑے ہوئے ہیں اور ہالی وڈ کی فلمیں الٹا انہی مظلوموں کو ظالم شو کر رہی ہیں۔ ادارکار جارج سکاٹ نے اپنی فلم پر یہ کہہ کر آسکر ایوارڈ لینے سے انکار کر دیا کہ یہ انتہائی بدیانت تنظیم ہے۔ دنیا کے کئی اہم موضوعات اور مظالم پر کئی حساس دل لوگوں نے دستاویزی فلمیں بنائیں ہیں ان کو آسکر ایوارڈ دینا تو دور کی بات ان کو فلموں کی لسٹ میں ہی نہیں رکھا جاتا۔

آخر کیا وجہ ہے کہ ایوارڈ کے لیے ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف پراپیگنڈہ فلمز اور مسلم معاشرے کے منفی پہلو کو اجاگر کرنے والی ڈاکو مینٹری ہی منتخب ہوتیں ہیں۔۔؟اسکا جواب یہی ہے کہ یہ لوگ اپنے ہی لوگوں کے کیے گئے ان انسانیت کش کارناموں پر بننے والی فلموں پر ایوارڈدے کر دنیا کے سامنے اپنے لوگوں کو ذلیل کیوں کروائیں۔ انکا میڈیا اپنے مسلمان ملکوں پر حملہ آور ظالم فوجیوں کو مظلوم اور شہید ہونے والے معصوم مسلمانوں کو دہشت گرد اور ظالم بنا کر پوری دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ انکے نیشنل چینل پر نشر ہونے والی اسلام اور مسلمانوں کے متعلق فیصد خبریں مسلمانوں کے خلاف اور منفی ہوتی ہیں۔ فلسطین و عراق میں ناجائز قبضہ ، وحشیانہ حملوں اور مسلمانوں کے اپنی سرزمین

کے حق دفاع سے چشم پوشی کرتے ہوئے، حملہ آور دشمنوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی طرف سے ہونے والی مزاحمت کے مناظر کو دہشت گردی کے عنوان سے نشر کیا جاتا ہے۔جنگ کے معروف کالم نگار عرفان صدیقی صاحب مغرب اور انکے پسندیدہ لوگوں کی اسی مخصوص مکروہ ذہنیت اور کام کے طریقہ کار کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے اپنے ایک کالم میں لکھتے ہیں:"ایک تاثر تو یہ ہے کہ آسکر ہو یا کوئی اور عالمی اعزاز صرف اسی صورت میں کسی پاکستانی شخصیت، ادارے، تنظیم یا این جی او کا مقدر بنتا ہے جب زیر نظر فلم، تخلیق، کارنامے یا ادب پارے میں پاکستانی معاشرے کی کوئی گھناؤنی، متعفن اور نفرت انگیز تصویر پیش کی گئی ہو۔یوں پاکستان کی کسی شخصیت ادارے، تنظیم یا این جی او کے سینے پر ایک تمغہ سجا کر بظاہر پاکستان کو شاباش دی جاتی ہے لیکن در حقیقت پاکستان کا تیزاب زدہ مسخ چہرہ ساری دنیا کو دکھا کر، یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ پاکستان، درندوں کی کمین گاہ ہے جہاں اس نوع کے بھیانک جرائم معمولات حیات کا درجہ رکھتے ہیں۔عزتیں بانٹنے والے یہ بڑے بڑے ادارے، کسی تخلیق کو جانچنے کی اپنی کسوٹی رکھتے ہیں۔ان کے کچھ من پسند موضوعات اور پرکشش نعرے بھی ہیں۔لازم ہے کہ تخلیق کا نفس مضمون ان موضوعات اور ان نعروں سے ہم آہنگ ہو اور اُن وسیع تر مقاصد کی آبیاری کرتا ہو جو اعزازت کے عالمی تقسیم کاروں کے پیش نظر ہوتے ہیں۔"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امامِ حرم
کے مقاصد اور عقائد کا
مختصر تعارف

پیشکش: صدائے قلب

04 مئی 2015ء

امام حرم خالد غامدی پاکستان آیا اور کئی مساجد میں جمعہ و دیگر نمازیں پڑھاتا رہا اور اتحاد کی باتیں بھی کرتا رہا جبکہ اتحاد فقط سعودی نجدی وہابی عقائد رکھنے والوں سے ہوتا رہا، اس نے کسی اہل سنت کے جامعہ، کسی مسجد یا کسی بزرگ کے مزار پر حاضری نہیں دی۔ در حقیقت اس کا اصل مقصد پاکستانیوں کو یمن میں سعودیہ کی ہونے والی جنگ کے لئے ابھارنا تھا۔ پوری دنیا میں جب کسی مسلمان کو کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ مکہ و مدینہ کی طرف رخ کرتا ہے اور امامِ حرم کا یہ حال ہے کہ سعودی حکومت ختم ہونے کا خدشہ ہے تو مدد کے لئے پاکستان کا رخ کیا ہے۔ مسلمانوں کی بڑی تعداد اس کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے جاتی رہی اور امام حرم یہ سمجھتا رہا کہ یہ پاکستانیوں کا سعودیہ کے فعل کی تائید کرنا ہے جو اس نے یمن پر حملہ کیا ہے اور پاکستانی قوم یہ چاہتی ہے کہ پاکستانی فوجی بھی اس لڑائی میں شامل ہوں۔ دیوبندی، وہابی جن کے مولوی دہشت گردی کے خلاف ہو رہے آپریشن میں پکڑے جا رہے ہیں، وہ عوام کی توجہ دوسری طرف کرنے اور ریال کمانے کئے سعودیہ کی جی حضوری کرتے رہے اور دو چار بینرز اور چھوٹے چھوٹے جلوس نکال کر حکومت سے اپیل کرتے دیکھے گئے کہ پاکستان اپنی فوج یمن بھیجے۔ ان وہابیوں کے نزدیک لبیک یا رسول اللہ کہنا شرک ہے لیکن خود اپنے پوسٹروں پر لبیک یا خادم الحرمین لکھتے ہیں۔ حیرانگی اس بات کی ہے کہ دیوبندی بھی امام حرم کو اپنی مساجد و مراکز میں بلاتے ہیں جبکہ انہی سعودی مفتیوں نے دیوبندیوں اور ان کی تبلیغی جماعت کو گمراہ کہا ہے ملاحظہ ہو کتاب "تبلیغی جماعت علمائے عرب کی نظر میں" اور "الدیوبندیہ تعریفھا، عقائدھا"

امام حرم کا یہ سمجھنا کہ پاکستانی بہت بڑی تعداد میں میرے پیچھے نماز پڑھتے ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہم سعودیہ والے صحیح کر رہے ہیں، بالکل غلط ہے۔ پاکستانی قوم اپنی کم علمی میں امام حرم کے عقائد و نظریات سے یکسر غافل ہو کر فقط حرم کی نسبت کی وجہ سے اس کو دیکھنے جاتی ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے جاتی ہے۔ اگر امام کعبہ اپنے درج ذیل عقائد و نظریات پاکستان آتے ہی لوگوں کو بتا دیں تو ہم دیکھتے ہیں کتنے لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھنے آتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد مانگنا شرک ہے، روضہ پر کھڑے ہو کر دعا مانگنا شرک ہے، گنبد خضرا بنانا

ایک بدعتی عمل تھا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر صحابہ واولیاء کرام کے مزارات اور ان پر بنے گنبد گرانا واجب ہے، روضہ رسول کو مسجد نبوی سے اکھاڑ کر جنت البقیع میں منتقل کیا جانا چاہئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین (معاذ اللہ) مشرک تھے، یزید حق پر تھا امام حسین (معاذ اللہ) خطا پر تھے، عید میلاد النبی منانا حرام ہے، پیری مریدی تصوف، تعویذ وغیرہ سب گمراہی وشرک ہے۔

امام کعبہ کے دیدار اور اسکے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے لوگ سفر کرتے رہے جبکہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ روضہ رسول کی زیارت کے لئے سفر حرام ہے، امام کعبہ کی گاڑی پر پھول ڈالے جاتے رہے جبکہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ قبروں پر پھول ڈالنا بدعت ہے۔ اس مولوی کی فقط مسجد الحرام سے نسبت ہونے کی وجہ سے اتنی تعظیم کی جاتی رہی ہے جبکہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام، صحابی یا کسی ولی سے نسبت کام نہ آئے گی۔ اس طرح کے اور کئی گمراہ کن عقائد ان سعودی نجدی وہابیوں کے ہیں جن کو پاک وہند کے علمائے کرام کے علاوہ دیگر ممالک کے علماء نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

اگر کوئی مسلمان امام حرم کے خلاف کوئی بات کہے تو بعض نادان لوگ اس پر ناراض ہو جاتے ہیں اور آگے سے کہتے ہیں کہ امام حرم اگر غلط ہوتا تو کیا اللہ عزوجل اسے اس مقدس جگہ کا امام بناتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تاریخ سے جہالت کی بنا پر کہا جاتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ مکہ ومدینہ پر کئی گمراہوں کی حکومت آئی ہے ابوجہل مکہ کا ظالم ترین سردار تھا اور عبد اللہ بن ابی مدینہ کا منافق سردار تھا، یزید مکہ ومدینہ کا بادشاہ تھا، حجاج بن یوسف قاتل بادشاہ تھا، مروان جیسا ظالم مدینہ کا گورنر تھا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے والے سبائی جب مدینہ میں نماز پڑھاتے تو صحابہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھتے تھے، یزیدی امام کے پیچھے مسلمان نماز نہ پڑھتے تھے۔ وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی میں علامہ سمہودی لکھتے ہیں کہ ایک وقت میں مکہ ومدینہ پر شیعوں کی حکومت تھی جس میں مکہ وہ مدینہ کا امام اور خطیب شیعہ تھا اور اہل سنت کی کتابوں پر پابندی تھی۔ الغرض ایسے کئی ادوار آئے جس میں ایسا ہوتا رہا ہے کہ مکہ ومدینہ پر گمراہوں نے قبضہ کرکے حکومت کی ہے یہی حال ان نجدیوں سعودیوں کا ہے جنہوں نے 1925ء میں مکہ پر حملہ کیا اور قتل وغارت کرکے اس پر قبضہ کیا ہوا اور پوری دنیا میں وہابیت کو پھیلانے کے لئے سعودیہ سے مالی امداد کی

جاتی ہے جس کی صراحت کئی چینلز پر ہو چکی ہے۔ ایسا کسی حدیث میں نہیں ہے کہ مکہ و مدینہ کا مولوی ہمیشہ صحیح ہو گا بلکہ اس کے خلاف ثابت ہے۔

اس مختصر تحریر کو مد نظر رکھتے ہوئے فیصلہ کریں کہ کیا امام حرم اس قابل ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے؟ اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے؟

نوٹ: اس تحریر کو حرمین کی عقیدت کے جذبات میں آکر نظر انداز نہ کیا جائے بلکہ شرعی نقطہ نظر سے عشق رسول کے جذبہ سے پرکھا جائے۔

اسلام کے نظریہ غلام پر اعتراض کا جواب

پیشکش: صدائے قلب

16 ستمبر 2015ء

اعتراض: اسلام دنیا کا شاید وہ واحد مذہب ہے ہے جس نے آ کر انسانی غلامی اور تجارت کو شرعی حیثیت دی اور انسان کو قانونی طور پر آزاد اور غلام میں تقسیم کر دیا۔ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ خیبر، حدیث نمبر 3891 میں ہے کہ جب نبی اسلام نے صفیہ بنت حیی کو اپنے لئے منتخب کیا تو مسلمانوں نے کہا کہ یہ یا تو امہات المومنین میں سے ہے یا باندیوں میں سے تو اگر انہوں نے اسے پردہ کرایا تو یہ امہات المومنین میں سے ہوگی اور اگر نہیں کرایا تو کنیز اور باندی ہوگی۔ پھر جب نبی اسلام نے اسے پردہ کرایا تو مسلمانوں کو پتہ چل گیا کہ یہ ام المومنین ہے۔یعنی نبی اسلام خود نہ صرف باندیاں رکھتے تھے بلکہ انہیں پردہ بھی نہیں کرواتے تھے۔یعنی ان کی نظر میں باندی یا کنیز کی حیثیت محض "مال" کی سی ہوئی تھی۔ان لوگوں کے لئے بہت بڑا سوالیہ نشان ہے جو اسلام میں عورت کے مقام کا راگ الاپتے نہیں تھکتے؟

عمر بن الخطاب کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ جب کسی باندی کنیز کو پردے میں دیکھتے تو اسے جھڑک دیتے اور کہتے کہ آزاد عورتوں سے مشابہت اختیار نہ کرو۔یعنی اپنے ہاتھ سے انہیں ننگا کرتے تھے۔ سنن البیہقی کتاب الصلاۃ میں انس بن مالک سے مروی ہے کہ عمر بن الخطاب کی باندیاں ننگے سر خدمت کرتی تھیں۔

تحفۃ الاحوذی میں شرح جامع الترمذی میں فرمایا گیا ہے کہ شافعی، ابی حنیفہ اور جمہور علماء نے آزاد اور غلام عورت کے ستر میں تفریق کی ہے اور غلام عورت کا ستر ناف سے گھٹنے تک قرار دیا ہے۔

امام ابن تیمیہ کی کتاب الفتاوٰی میں امام صاحب نے فرمایا ہے کہ جمہور شافعیوں اور مالکیوں اور بیشتر حنابلہ کے نزدیک کنیز کا ستر ناف سے گھٹنے تک ہے۔ اس میں احناف نے صرف اتنا اضافہ کیا ہے کہ اس میں پیٹ اور کمر بھی شامل کر دی ہے یعنی سینہ بھلے نظر آتا رہے۔ تاہم جمہور علماء اور ائمہ اسلام کے نزدیک کنیز یا باندی کا ستر ناف سے گھٹنے تک ہی ہے۔

یہ ہے وہ انسانیت، عزت، شرافت اور مساوات سے بھرپور خوبصورت اسلام۔۔۔!؟ اسلام تو جو کچھ ہے سو ہے، حیرت تو ان لوگوں پر ہوتی ہے جو ایسی گھٹیا آئیڈیالوجی کا دفاع کرتے ہیں۔

جواب: معترض کے دعویٰ اور دلیل میں زمین آسمان کا فرق ہے، دعویٰ یہ ہے کہ اسلام نے غلام و باندی کے نظام کو شرعی حیثیت دی اور دلیل میں آزاد اور باندی کے پردے کے احکام پیش کئے ہیں، یہ تو اس کی علمی حالت ہے اور زبان درازی اسلام جیسے عظیم مذہب پر کر رہا ہے۔ پھر تاریخ سے جہالت ہے یا اسلام سے بغض کہ معترض نے اصل حقائق کو چھپاتے ہوئے یہ اعتراض کیا کہ اسلام نے غلامی اور اس کی تجارت کو شرعی حیثیت دی ہے۔ دراصل غلام باندیوں کا نظام اور بے پردگی اسلام سے پہلے دیگر مذاہب و اہل عرب میں جاری تھا، قریش ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے اور سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے جیسا کہ روایتوں سے ثابت ہے۔ اسلام نے عورت کو عزت دیتے ہوئے پردے کو رائج کیا اور غلام و باندیوں کے حقوق مقرر فرمائے اور انہیں آزاد کرنے پر نہ صرف اجر عظیم کی بشارت دی بلکہ بہانے بہانے سے انہیں آزاد کرنے کو لازم قرار دیا۔

باندی کا پردہ آزاد عورت کی مثل نہ کرنے میں باندی کا ہی فائدہ تھا تاکہ لوگ اسے پہچان سکیں اور جس نے اسے آزاد کرنا ہو وہ خرید کر آزاد کر سکے، اسے خرید کر نکاح کر سکے وغیرہ۔ اگر باندیوں پر آزاد عورت کی طرح پردہ لازم کر دیا جاتا تو یہ ان پر بہت بڑا حرج تھا کہ آقا کے سامنے پردہ کرتے ہوئے گھر کا کام کاج کرنا، مالک کی خدمت کرنا بہت مشکل ہے۔ موجودہ دور میں گھروں میں کام کرنے والی خادماؤں کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ یہ سب آزاد ہیں ان پر پردہ لازم ہے لیکن نوے فیصد نوکرانیاں شرعی پردہ نہیں کرتیں اور گناہ گار ہوتی ہیں۔

اگر مزدور و غلام کو بھی سیٹھ جیسا لباس پہننے کو کہا جائے گا تو اس میں اس کا فائدہ نہیں نقصان ہے جیسے آج بھی مزدور اپنے خاص لباس اور اوزار ہاتھ میں لئے کھڑے ہوتے ہیں تاکہ لوگ اسے پہچان کر ان سے کام کاج کروائیں اور ان کا گزر بسر ہوتا رہے۔ اگر حکومت مزدوروں پر رحم کھاتے ہوئے کہہ دے کہ تم سب نے پینٹ کوٹ پہن کر کھڑا ہونا ہے تو اس میں مزدوروں کا فائدہ نہیں نقصان ہے۔

معترض نے لونڈی کے بارے میں پردے کے متعلق چند حوالے دے کر یہ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے کہ اسلام نے لونڈی کو برہنا رہنے کی ترغیب دی ہے جبکہ ایسا نہیں ہے اسلام سے پہلے آزاد اور لونڈی دونوں کے متعلق پردے کا کوئی نظام نہ تھا اسلام نے ان دونوں کے پردے کے احکام بتائے، لونڈی پر احسان کرتے ہوئے کہ

اس نے کام کاج کرنا ہوتا ہے اس لئے اس کا پردہ آزاد عورت کی بہ نسبت کم رکھا لیکن یہ نہیں حکم دیا کہ چھاتیاں ننگی کر کے پھرتی رہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ معاذ اللہ لونڈیوں کو برہنہ نہیں کرتے تھے بلکہ فقط سر سے دوپٹہ اتارتے تھے تاکہ آزاد اور لونڈی کا امتیاز باقی رہے۔ پھر غلام ولونڈی کا یہ فرق فقط دنیاوی اعتبار سے ہے دینی اعتبار سے نیک غلام کی حیثیت فاسق بادشاہ سے بہتر ہے۔

اس مختصر جواب کے بعد اب معترض کے اس دعوی پر کہ "اسلام نے غلامانہ نظام کو شرعی حیثیت دی" اس پر تفصیلی گفتگو کی جاتی ہے اور دلائل سے ثابت کیا جاتا ہے کہ اسلام سے پہلے ہی غلامانہ نظام دیگر مذاہب میں رائج تھا۔ اسلام نے تو اس نظام کو کم کیا ہے:

دورِ غلامی آسمانی وغیر آسمانی مذاہب میں

دور غلامی قدیم زمانے سے رائج تھا۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ تحریف شدہ توریت وانجیل میں بھی ان کی صراحت ملتی ہے۔ اللہ عزوجل نے غلاموں پر رحم وکرم اور احسان فرمانے کی ترغیب قرآن پاک کی طرح پچھلی کتب میں بھی دی ہے۔ قرآن پاک میں ہے﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے، بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا۔
(سورۃالنساء،سورۃ4،آیت36)

تورات کے قانون کے مطابق آزاد شخص کو بدکاری کے جرم میں موت کی سزا مقرر کی گئی تھی۔ لیکن کنیزوں کے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے لئے اس سزا میں تخفیف کر دی گئی چنانچہ لکھا ہے: "اگر کوئی آدمی کسی ایسی کنیز سے جنسی تعلقات پیدا کرلے جو کسی اور کی منگیتر ہو لیکن نہ تو اس کا فدیہ دیا گیا ہو اور نہ ہی وہ آزاد کی گئی ہو تو کوئی مناسب سزا دینا ضروری ہے تاہم انہیں جان سے نہ مارا جائے کیونکہ وہ عورت آزاد نہیں کی گئی تھی۔" (احبار، باب19)

اگر کوئی آقا اپنی کنیز کے طرز عمل سے خوش نہ ہو تو وہ اسے آزاد کر دے چنانچہ لکھا ہے:"اگر وہ (کنیز) آقا کو جس نے اسے اپنے لئے منتخب کیا تھا خوش نہ کرے تو وہ اس کی قیمت واپس لے کر اسے اپنے گھر جانے دے۔ اسے اس کنیز کو کسی اجنبی قوم کو بیچنے کا اختیار نہیں کیونکہ وہ اس کنیز کو لانے کے بعد اپنا کیا ہوا وعدہ پورا نہ کر سکا۔"

(خروج، باب 21)

غلام پر تشدد کو حرام قرار دے دیا گیا۔ ایسا کرنے والے کو حکومت کی جانب سے سزا دی جائے چنانچہ لکھا ہے:"اگر کوئی شخص اپنے غلام یا کنیز کو لاٹھی سے ایسا مارے کہ وہ فوراً مر جائے تو اسے لازماً سزا دی جائے۔" (خروج، باب 21)

انجیل لوقا میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے غلاموں کو آزادی کی بشارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:"خداوند کا روح مجھ پر ہے۔ اس نے مجھے مسح کیا ہے، تاکہ میں غریبوں کو خوشخبری سناؤں، اس نے مجھے بھیجا ہے تاکہ میں قیدیوں کو رہائی اور اندھوں کو بینائی کی خبر دوں، کچلے ہوؤں کو آزادی بخشوں اور خداوند کے سال مقبول کا اعلان کروں۔" (لوقا، باب 4)

ان آسمانی مذاہب کے علاوہ دیگر مذاہب میں بھی غلاموں کا وجود ثابت ہے۔ چین اور کنفیوشن ممالک میں بھی دور قدیم میں غلامی موجود رہی ہے۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کے مقالہ نگار کے الفاظ ہیں:"چین میں غلامی شانگ خاندان (اٹھارہویں سے بارہویں صدی قبل مسیح) کے دور سے موجود رہی ہے۔ تفصیلی تحقیق کے مطابق ہان خاندان (CE 206BC220) کے دور میں چین کی کم و بیش پانچ فیصد آبادی غلاموں پر مشتمل تھی۔ غلامی بیسویں صدی عیسوی تک چینی معاشرے کا حصہ رہی ہے۔ زیادہ تر عرصے میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں بھی غلام انہی طریقوں سے بنائے جاتے تھے جن طریقوں سے دنیا کے دوسرے حصوں میں غلام بنائے جاتے تھے۔ ان میں جنگی قیدی، آبادی پر حملہ کر کے انہیں غلام بنانا اور مقروض لوگوں کو غلام بنانا شامل ہے۔ اس کے علاوہ چین میں قرضوں کی ادائیگی یا خوراک کی کمی کے باعث اپنے آپ کو اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بیچ ڈالنے کا رواج بھی رہا ہے۔ جرائم میں ملوث

مجرموں کے قریبی رشتہ داروں کو بھی غلام بنالیا جاتا۔ بعض ادوار میں اغوا کر کے غلام بنانے کا سلسلہ بھی رائج رہا ہے۔" (http://www.britannica.com/eb/article-24156/slavery)

کنفیوشس کے فلسفے اور اخلاقیات پر یقین رکھنے والے دیگر ممالک جیسے مشرقی چین، جاپان اور کوریا میں بھی غلامی موجود رہی ہے۔

دنیا بھر کے مختلف معاشروں کی تاریخ کا اگر جائزہ لیا جائے تو غلام بنائے جانے کے یہ طریقے معلوم ہوتے ہیں جیسے بچوں کو اغوا کر کے غلام بنالیا جائے۔ اگر کسی کو کوئی لاوارث بچہ یا لاوارث شخص ملے تو وہ اسے غلام بنالے۔ کسی آبادی پر حملہ کر کے اس کے تمام شہریوں کو غلام بنالیا جائے۔ کسی شخص کو اس کے کسی جرم کی پاداش میں حکومت غلام بنادے۔ جنگ جیتنے کی صورت میں فاتحین جنگی قیدیوں کو غلام بنادیں۔ قرض کی ادائیگی نہ کر سکنے کی صورت میں مقروض کو غلام بنادیا جائے۔ پہلے سے موجود غلاموں کی اولاد کو بھی غلام ہی قرار دے دیا جائے۔ غربت کے باعث کوئی شخص خود کو یا اپنے بیوی بچوں کو فروخت کر دے۔

فاتح علاقوں سے حاصل ہونے والے غلام

مفتوحہ علاقوں کے لوگوں کو غلام و باندی بنانا بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے رائج تھا۔ یہودیوں نے توریت میں تحریف کر کے تمام انسانی حقوق کو یہودیوں کے ساتھ خاص کر لیا اور دیگر اقوام کو Gentiles قرار دے کر ان کے استحصال کی اجازت دے دی۔ موجودہ بائبل میں ہے:"تمہارے غلام اور تمہاری کنیزیں ان قوموں میں سے ہوں جو تمہارے ارد گرد رہتی ہیں، انہی سے تم غلام اور لونڈیاں خریدا کرنا۔"
(استثنا، باب 25)

عورتوں کو لونڈیاں بنانے کے متعلق ہے:"جب تم اپنے دشمنوں سے جنگ کرنے نکلو اور خداوند تمہارا خدا انہیں تمہارے ہاتھ میں کر دے اور تم انہیں اسیر کر کے لاؤ اور ان اسیروں میں سے کوئی حسین عورت دیکھ کر تم اس پر فریفتہ ہو جاؤ تو تم اس سے بیاہ کر لینا۔۔۔۔ جب وہ تمہارے گھر میں رہ کر ایک ماہ تک اپنے ماں باپ کے لئے ماتم کر چکے تب تم اس کے پاس جانا اور تب تم اس کے خاوند ہو گے اور وہ تمہاری بیوی ہو گی۔ اور اگر وہ تمہیں نہ بھائے تو

جہاں وہ جانا چاہے، اسے جانے دینا۔ تم اس کا سودا نہ کرنا، نہ اس کے ساتھ لونڈی کا سا سلوک روا رکھنا کیونکہ تم نے اسے بے حرمت کیا ہے (یعنی اس سے ازدواجی تعلقات قائم کیے ہیں۔)" (استثنا، باب 21)

اسلام اور دیگر مذاہب میں غلامانہ نظام میں فرق

اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں غلامانہ نظام میں بہت فرق ہے۔ دیگر مذاہب میں غلام بنانے کے کئی عجیب وغریب اور غیر اخلاقی طریقے رائج تھے اور ان کے ساتھ ذلت آمیز سلوک رکھنا روا رکھا گیا۔ اس کے برعکس حضور علیہ السلام اور ان سے پہلے انبیاء علیہم السلام نے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی نہ صرف ترغیب دی بلکہ خود کو بطور نمونہ پیش کیا۔ مصر میں چوری جیسے جرائم کی سزا کے طور پر غلام بنانے کے رواج کا ذکر قرآن مجید کی سورہ یوسف میں ہوا ہے۔ مصر میں غربت کے باعث لوگوں میں خود کو فروخت کر دینے کا رجحان بھی موجود تھا۔ مصر کی تاریخ میں سیدنا یوسف علیہ الصلوۃ والسلام وہ پہلے سربراہ تھے جنہوں نے اس رواج کو ختم کرتے ہوئے کثیر تعداد میں غلاموں کو آزادی عطا کی۔ حافظ ابن کثیر اہل کتاب کے علماء کے حوالے سے لکھتے ہیں "وَعِنْدَ أَهْلِ الْكِتَابِ: أَنَّ يُوسُفَ بَاعَ أَهْلَ مِصْرَ وَغَيْرَهُمْ مِنَ الطَّعَامِ الَّذِي كَانَ تَحْتَ يَدِهِ، بِأَمْوَالِهِمْ كُلِّهَا، مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَالْعَقَارِ وَالْأَثَاثِ، وَمَا يَمْلِكُونَهُ كُلَّهُ، حَتَّى بَاعَهُمْ بِأَنْفُسِهِمْ فَصَارُوا أَرِقَّاءَ. ثُمَّ أَطْلَقَ لَهُمْ أَرْضَهُمْ وَأَعْتَقَ رِقَابَهُمْ عَلَى أَنْ يَعْمَلُوا، وَيَكُونُ خُمُسُ مَا يستغلون من زُرُوعهمْ وَثِمَارِهِمْ لِلْمَلِكِ فَصَارَتْ سُنَّةَ أَهْلِ مِصْرَ بَعْدَهُ" ترجمہ: اہل کتاب کے علم کے مطابق سیدنا یوسف علیہ السلام نے اہل مصر اور دیگر لوگوں کو سونا، چاندی، زمین اور دیگر اثاثوں کے بدلے کھانے پینے کی اشیاء فروخت کیں۔ جب ان کے پاس کچھ نہ رہا تو انہوں نے خود کو ہی بیچ دیا اور غلام بن گئے۔ اس کے بعد آپ نے انہیں ان کی زمینیں واپس کر دیں اور ان تمام غلاموں کو آزاد کر دیا اور شرط یہ رکھی کہ وہ کام کریں گے اور فصلوں اور پھلوں کا پانچواں حصہ حکومت کو دیں گے۔ اس کے بعد مصر میں یہی قانون جاری ہو گیا۔

(قصص الانبیاء، ذکر ما وقع من الأمور العجيبة في حياة إسرائيل، صفحه 355، مطبعة دار التأليف، القاهرة)

اہل عرب میں بھی اسلام سے پہلے غلام اور لونڈی کا نظام رائج تھا۔ اکثر مالکان غلاموں کے ساتھ نہایت ہی برا سلوک کیا کرتے تھے۔ غلاموں سے زیادہ مشقت والا کام لیتے تھے۔ آقا اپنی لونڈیوں سے عصمت فروشی کروایا

کرتے تھے اور ان کی آمدنی خود وصول کیا کرتے تھے۔ ایسی لونڈیوں کو جنس مخالف کو لبھانے کے لئے مکمل تربیت فراہم کی جاتی تھی۔ شب بسری کے لئے کسی دوست کو لونڈی عطا کر دینے کا رواج بھی ان کے ہاں پایا جاتا تھا۔

اسلام نے تمام مذاہب سے زیادہ آزادی کے طریق کو فروغ دیا، آزد شخص کے غلام بننے کے کئی طریقے ختم فرمائے جیسے مقروض و چور کو غلام بنانا وغیرہ، کسی آزاد شخص کو غلام بنانے کو ناجائز و حرام ٹھہرایا، جگہ جگہ غلام آزاد کرنے کا ذہن دیا۔ قرآن پاک میں اللہ عزوجل فرماتا ہے﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو ہاں اصلی نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھوڑانے (یعنی غلام آزاد کرنے) میں۔ (سورۃ البقرہ، سورۃ2، آیت 177)

اللہ عزوجل نے غلام و باندیوں کے نکاح کرنے کا اور انہیں رقم لے کر آزاد کرنے کا ذہن دیا اور ان سے بدکاری کروانے سے منع کیا چنانچہ قرآن پاک میں ہے﴿وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ ۔۔۔۔۔وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔ اور تمہارے ہاتھ کی مِلک باندی غلاموں میں سے جو یہ چاہیں کہ کچھ مال کمانے کی شرط پر انہیں آزادی لکھ دو تو لکھ دو اگر ان میں کچھ بھلائی جانو اور اس پر ان کی مدد کرو اللہ کے مال سے جو تم کو دیا اور مجبور نہ کرو اپنی کنیزوں کو بدکاری پر جب کہ وہ بچنا چاہیں تاکہ تم دنیوی زندگی کا کچھ مال چاہو۔ (سورۃ النور، سورۃ24، آیت 32,33)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے اپنی تعلیمات میں غلام آزاد کرنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا''أَيُّمَا رَجُلٍ أَعْتَقَ امْرَأً مُسْلِمًا، اسْتَنْقَذَ اللهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنْهُ مِنَ النَّارِ''ترجمہ: جو شخص بھی کسی

مسلمان غلام کو آزاد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس (غلام) کے ہر ہر عضو کے بدلے (آزاد کرنے والے کے) ہر ہر عضو کو جہنم سے آزاد کرے گا۔

(صحیح البخاری، کتاب العتق، باب فی العتق وفضله، جلد3، صفحه144، حدیث2517، دار طوق النجاة، مصر)

کئی احکام میں ایک طرح بہانوں سے کفارہ غلام آزاد کرنا مقرر فرمایا جیسے قتل، قسم کا کفارہ وغیرہ۔ غلام آزاد کرنے میں صرف مسلمان کی قید نہ لگائی بلکہ کئی مسائل میں غیر مسلم غلام کو بھی آزاد کروانے کی اجازت دی چنانچہ قرآن پاک میں ظہار کے مسئلہ میں ہے ﴿وَ الَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىٕهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور وہ جو اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو ان پر لازم ہے ایک بردہ آزاد کرنا قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔

(سورۃالمجادلہ، سورۃ58، آیت3)

یہاں مسلمان غلام آزاد کرنا ضروری نہیں بلکہ کافر غلام آزاد کرنا بھی درست ہے جیسا کہ کتب فقہ میں صراحت ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ اس دور میں لونڈیوں کی اخلاقی حالت اچھی نہ تھی۔ نوجوان لونڈیوں کو عصمت فروشی کی تربیت دے کر انہیں تیار کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے کوئی شریف آدمی شادی کرنے کو تیار نہ ہوتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ان لونڈیوں کی اخلاقی تربیت کر کے انہیں آزاد کرنے کی ترغیب دلائی چنانچہ آپ نے فرمایا ''ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ: رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الكِتَابِ، آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالعَبْدُ المَمْلُوكُ إِذَا أَدَّى حَقَّ اللهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ، وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَةٌ فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا، وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا، ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ'' ترجمہ: تین قسم کے افراد کے لئے دوگنا اجر ہے: اہل کتاب میں سے کوئی شخص جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور اس کے بعد محمد پر بھی ایمان لایا۔ ایسا غلام جو اللہ کا حق بھی ادا کرتا ہے اور اپنے مالکان کی تفویض کردہ ذمہ داریوں کو بھی پورا کرتا ہے۔ ایسا شخص جس کے پاس کوئی لونڈی ہو وہ اسے بہترین اخلاقی تربیت

دے، اسے اچھی تعلیم دلوائے، اس کے بعد اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اس کے لئے بھی دوہرا اجر ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل أمته وأهله، جلد1، صفحه31، حدیث 97، دارطوق النجاة، مصر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے خود اس کی مثال قائم فرمائی۔ آپ نے سیدہ صفیہ اور ریحانہ رضی اللہ عنہما کو آزاد کر کے ان کے ساتھ نکاح کیا۔ اسی طرح آپ نے اپنی لونڈی سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان کی شادی سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کی۔ آپ نے اپنی ایک لونڈی سلمی رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان کی شادی ابو رافع رضی اللہ عنہ سے کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو غلاموں کی آزادی سے ذاتی طور پر دلچسپی تھی۔ اوپر بیان کردہ عمومی احکامات کے علاوہ آپ بہت سے مواقع پر خصوصی طور پر غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ بہت سی جنگوں جیسے غزوہ بدر، بنو عبد المصطلق اور حنین میں فتح کے بعد آپ نے جنگی قیدیوں کو غلام نہ بنانے کے لئے عملی اقدامات کئے اور انہیں آزاد کروایا۔ اس کے علاوہ بھی آپ مختلف غلاموں کے بارے میں ان کے مالکوں سے انہیں آزاد کرنے کی سفارش کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے غلاموں کو آزاد کرنے کی محض ترغیب ہی نہ دی بلکہ ایسا کرنے کی بذات خود مثال قائم فرمائی۔ یہ سلسلہ آپ کی پوری زندگی میں جاری رہا حتیٰ کہ آپ کے وصال کے وقت آپ کے پاس کوئی غلام نہ تھا۔ بخاری شریف کی حدیث پاک ہے "عَنْ عَمْرِو بْنِ الحَارِثِ خَتَنِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخِي جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الحَارِثِ، قَالَ: مَا تَرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهِ دِرْهَمًا وَلاَ دِينَارًا وَلاَ عَبْدًا وَلاَ أَمَةً وَلاَ شَيْئًا، إِلَّا بَغْلَتَهُ البَيْضَاءَ، وَسِلاَحَهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً" ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے برادر نسبتی عمرو بن حارث جو ام المومنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہما کے بھائی ہیں، کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے اپنے وصال کے وقت درہم، دینار، غلام، لونڈی اور کوئی چیز نہ چھوڑی تھی۔ ہاں ایک سفید خچر، کچھ اسلحہ (تلواریں وغیرہ) اور کچھ زمین چھوڑی تھی جسے آپ صدقہ کر گئے تھے۔

(صحیح البخاری، کتاب الوصایا، جلد4، صفحه2، حدیث 2739، دارطوق النجاة، مصر)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن غلاموں اور لونڈیوں کو آزادی عطا فرمائی، ان میں زید بن حارثہ، ثوبان، رافع، سلمان فارسی، ماریہ، ام ایمن، ریحانہ رضی اللہ عنہم مشہور ہوئے۔ ابن جوزی نے تلقیح الفہوم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جن آزاد کردہ غلاموں کے نام گنوائے ہیں ان کی تعداد 41 ہے جبکہ انہوں نے آپ کی 12 آزاد کردہ لونڈیوں کا تذکرہ کیا ہے۔

غلامی کے بارے میں اسلام کا یہ نظریہ اتنا واضح ہے کہ اس کا اعتراف انصاف پسند مستشرقین بھی کرتے ہیں:

For, far from being passive submission to Allah's inscrutable will, Islam gives each individual the chance to contribute actively towards his own salvation. For instance, in the Koran slavery was taken for granted, in accordance with prevailing practice; but freeing of slaves was encouraged as meritorious. Thus, the Koran, in the seventh century A.D., does not consider slavery an immutable, God-given state for certain groups of human beings, but an unfortunate accident. It was within the reach of man to ameliorate this misfortune .

اسلام محض اللہ کی رضا کے سامنے سر جھکا دینے کا نام نہیں ہے۔ اسلام ہر شخص کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ اپنی نجات کے لئے خود متحرک ہو کر کام کرے۔ مثال کے طور پر قرآن یہ بیان کرتا ہے کہ غلامی دنیا میں متواتر عمل کے طور پر موجود ہے لیکن غلام آزاد کرنے کو ایک بڑی نیکی قرار دے کر اس کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ ساتویں صدی کے قرآن نے غلامی کو ناقابل تبدیلی قرار نہیں دیا کہ یہ ایک ایسی حالت ہے جو خدا نے چند انسانی گروہوں پر مسلط کر دی ہے، بلکہ (قرآن کے نزدیک) یہ ایک منحوس حادثہ ہے جس کا ازالہ کرنا انسان کے اختیار میں ہے۔

(theModernWorld&IlseLichtenstadter;Islam)

اگر معترض یہ کہے کہ اسلام نے غلامی کو بیک وقت ختم کرنے کی بجائے تدریجی طریقہ کیوں اختیار کیا؟ کیا ایسا ممکن نہ تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام غلاموں کو بیک وقت آزاد کر دیتے اور دنیا سے اس لعنت کا خاتمہ ہو جاتا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ انقلابی تبدیلیوں کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ جہاں ایک برائی کو ختم کرتی ہیں وہاں دسیوں نئی برائیوں کو جنم دیتی ہیں۔ اسی وجہ سے اسلام نے برائیوں کے خاتمے کے لئے بالعموم انقلاب (Revolution) کی بجائے تدریجی اصلاح (Evolution) کا طریقہ اختیار کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں غلاموں کی حیثیت بالکل آج کے زمانے کے ملازمین کی تھی جن پر پوری معیشت کا دارومدار تھا۔ غلامی کے خاتمے کی حکمت عملی کو سمجھنے کے لئے اگر درج ذیل مثال پر غور کیا جائے تو بات کو سمجھنا بہت آسان ہو گا:

موجودہ دور میں بہت سے مالک (Employers) اپنے ملازمین (Employees) کا استحصال کرتے ہیں۔ ان سے طویل اوقات تک بلا معاوضہ کام کرواتے ہیں، کم سے کم تنخواہ دینے کی کوشش کرتے ہیں، بسا اوقات ان کی تنخواہیں روک لیتے ہیں، خواتین ملازموں کو بہت مرتبہ جنسی طور پر ہراساں کیا جاتا ہے۔ ان حالات میں آپ ایک مصلح ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ دنیا سے ملازمت کا خاتمہ ہو جائے اور تمام لوگ آزادانہ اپنا کاروبار کرنے کے قابل (Self Employed) ہو جائیں۔ آپ نہ صرف ایک مصلح ہیں بلکہ آپ کے پاس دنیا کے وسیع و عریض خطے کا اقتدار بھی موجود ہے اور آپ اپنے مقصد کے حصول کے لئے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ ان حالات میں آپ کا پہلا قدم کیا ہو گا؟ کیا آپ یہ قانون بنا دیں گے کہ آج سے تمام ملازمین فارغ ہیں اور آج کے بعد کسی کے لئے دوسرے کو ملازم رکھنا ایک قابل تعزیر جرم ہے؟ اگر آپ ایسا قانون بنائیں گے تو اس کے نتیجے میں کروڑوں بے روزگار وجود پذیر ہوں گے۔ یہ بے روزگار یقینا روٹی، کپڑے اور مکان کے حصول کے لئے چوری، ڈاکہ زنی، بھیک اور جسم فروشی کا راستہ اختیار کریں گے۔ جس کے نتیجے میں پورے معاشرے کا نظام تباہ ہو جائے گا اور ایک برائی کو ختم کرنے کی انقلابی کوشش کے نتیجے میں ایک ہزار برائیاں پیدا ہو جائیں گی۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ ملازمت کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے تدریجی اصلاح کا طریقہ ہی کارآمد ہے۔ اس طریقے کے مطابق مالک و ملازم کے تعلق کی بجائے کوئی نیا تعلق پیدا کیا جائے گا۔ لوگوں میں یہ شعور پیدا کیا جائے گا وہ اپنے کاروبار کو ترجیح دیں۔

عین ممکن ہے کہ اس سارے عمل میں صدیاں لگ جائیں۔ ایک ہزار سال کے بعد، جب دنیا اس مسئلے کو حل کر چکی ہو تو ان میں سے بہت سے لوگ اس مصلح پر تنقید کریں اور یہ کہیں کہ انہوں نے ایسا کیوں نہیں کیا، ویسا کیوں کیا، مگر اس دور کے انصاف پسند یہ ضرور کہیں گے کہ اس عظیم مصلح نے اس مسئلے کے حل کے لئے ابتدائی اقدامات ضرور کئے تھے۔

اب اسی مثال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر منطبق کیجیے۔ اسلام غلامی کا آغاز کرنے والا نہیں تھا۔ غلامی اسے ورثے میں ملی تھی۔ اسلام کو اس مسئلے سے نمٹنا تھا۔ عرب میں بلا مبالغہ ہزاروں غلام موجود تھے۔ جب فتوحات کے نتیجے میں ایران، شام اور مصر کی مملکتیں مسلمانوں کے پاس آئیں تو ان غلاموں کی تعداد کروڑوں میں تھی۔ اگر ان سب غلاموں کو ایک ہی دن میں آزاد کر دیا جاتا تو نتیجہ اس کے سوا کچھ نہ نکلتا کہ کروڑوں کی تعداد میں طوائفیں، ڈاکو، چور، بھکاری وجود میں آتے جنہیں سنبھالنا شاید کسی کے بس کی بات نہ ہوتی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعویذ پہننا

کیا بے فائدہ ہے؟

پیشکش: صدائے قلب

12 مئی 2016ء

مسجد نبوی میں ایک کرائے کے نجدی وہابی مولوی کا کلپ سوشل میڈیا پر عام ہوا جس میں وہ ایک عام سے مسلمان کو پکڑ کر اس کے پہنے ہوئے تعویذ پر کلام کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ تعویذ پہننا جائز نہیں ہے اگرچہ اس تعویذ میں قرآن ہی کیوں نہ لکھا ہو۔ کیونکہ لٹکانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ قرآن میں شفا پڑھنے کے ساتھ ہے نہ کے لٹکانے کے ساتھ۔ دیکھیں شہد کو شفا کہا گیا اب شہد کو لٹکانے کا فائدہ نہیں بلکہ شہد کو پینے کا فائدہ ہے۔

یہ نجدی مولوی دعوی تو قرآن و حدیث پر عمل پیرا ہونے کا کرتے ہیں لیکن جب اپنے باطل عقیدہ کی بات آجائے تو قرآن و حدیث کو بھی نہیں مانتے۔ شرعا حصولِ برکت اور شفا کے لیے تعویذ پہننا بالکل جائز ہے۔ اس کا جائز ہونا عقلاً و نقلاً ثابت ہے۔ سب سے پہلے اس پر نقلی ثبوت دیئے جائیں گے اور ثابت کیا جائے گا کہ احادیث میں اور صحابہ کرام علیہم الرضوان اورائمہ کرام نے واضح طور پر تعویذات کی اجازت دی ہے ہاں فقہائے کرام نے یہ ضرور فرمایا کہ تعویذ میں کوئی شرکیہ کلمات نہ ہوں، یونہی جس کا معنی معلوم نہ ہو وہ تعویذ نہ پہنا جائے کیونکہ ہو سکتا ہے اس میں کوئی کفریہ یا غلط بات ہو۔

تعویذ پہننے کے ثبوت پر نقلی دلائل

معرفۃ الصحابۃ لأبی نعیم الاصفہانی میں ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الأصبہانی (المتوفی 430ھ) بسند صحیح حدیث پاک روایت کرتے ہیں ”أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ الْحَجَّاجِيُّ الْحَافِظُ، فِي كِتَابِهِ، ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي دَاوُدَ، ثنا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، ثنا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ سُلَيْمٍ أَبُو سَلَمَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ، عَنِ ابْنِ ثَعْلَبَةَ، أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، ادْعُ اللهَ لِي بِالشَّهَادَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ائْتِنِي بِشَعَرَاتٍ قَالَ: فَأَتَاهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اكْشِفْ عَنْ عَضُدِكَ قَالَ: فَرَبَطَهُ فِي عَضُدِهِ، ثُمَّ نَفَثَ فِيهِ، فَقَالَ: اللهُمَّ حَرِّمْ دَمَ ابْنِ ثَعْلَبَةَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ الْمُنَافِقِينَ“ ترجمہ: حضرت ابن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ عزوجل سے میرے لئے شہادت کی دعا کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس چند بال لاؤ۔ بال لائے گئے تو نبی کریم صلی اللہ علےہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا اپنی کلائی کھولو۔

آپ نے ان کی کلائی پر یہ بال باندھ دیئے۔ پھر اس میں پھونک ماری، پھر فرمایا اے اللہ عزوجل! ابن ثعلبہ کا خون مشرکین، منافقین پر حرام فرمادے۔

(معرفة الصحابة لأبي نعيم الاصفهاني،ذكر من عرف بالآباء دون أسمائهم، وذكر لهم صحبة،جلد6،صفحه3056،دار الوطن للنشر،الرياض)

ابو داؤد، مشکوٰۃ اور ترمذی شریف میں ہے"حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ:حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:إِذَا فَزِعَ أَحَدُكُمْ فِي النَّوْمِ فَلْيَقُلْ:أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ.فَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو، يُلَقِّنُهَا مَنْ بَلَغَ مِنْ وَلَدِهِ، وَمَنْ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهُمْ كَتَبَهَا فِي صَكٍّ ثُمَّ عَلَّقَهَا فِي عُنُقِهِ.هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ"ترجمہ:روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنی خواب سے گھبر اجائے تو کہہ لے میں اللہ کے پورے کلمات کی پناہ لیتا ہوں اس کی ناراضی اس کے عذاب سے اور اس کے بندوں کی شر اور شیطانوں کے وسوسوں سے اور ان کی حاضری سے، تو تمہیں کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔ حضرت عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بالغ اولاد کو یہ سکھادیتے تھے اور ان میں سے نابالغوں کے گلے میں کسی کاغذ پر لکھ کر ڈال دیتے تھے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(جامع ترمذی، کتاب الدعوات،باب القول عند الفزع من النوم، جلد5،صفحه429،دار الغرب الإسلامی،بیروت)

امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام سفیان ثوری اور دیگر جید محدثین وفقہائے کرام سے تعویذ کے جائز ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ ممانعت اس دم اور تعویذ کی ہے جس میں شرکیہ کلمات ہوں جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث پاک ہے"عن عوف بن مالك الأشجعي قال كُنَّا نَرْقِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقُلْنَا:يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ تَرَى فِي ذَلِكَ؟ فَقَالَ:اعْرِضُوا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقَى مَا لم يكن فِيهِ شِركٌ"ترجمہ:حضرت عوف ابن مالک اشجعی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم دور جاہلیت میں دم کرتے تھے تو ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس بارے میں آپ کی کیا

رائے عالی ہے؟ تو آپ نے فرمایا اپنے دم کے کلمات ہم پر پیش کرو، جھاڑ پھونک (دم) میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ اس میں شرک نہ ہو۔ (صحیح مسلم، باب لا بأس بالرقی مالم یکن فیہ شرک، جلد7، صفحہ19، دار الجیل، بیروت)

السنن الکبری میں امام بیہقی روایت کرتے ہیں"وَأَخْبَرَنَا أَبُو زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، وَأَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَا: ثنا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، ثنا بَحْرُ بْنُ نَصْرٍ، ثنا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ أَنَّ خَالِدَ بْنَ عُبَيْدٍ الْمَعَافِرِيَّ حَدَّثَهُ، عَنْ أَبِي الْمُصْعَبِ مِشْرَحِ بْنِ هَاعَانَ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَلَا أَتَمَّ اللهُ لَهُ، وَمَنْ عَلَّقَ وَدَعَةً فَلَا وَدَعَ اللهُ لَهُ. قَالَ الشَّيْخُ: وَهَذَا أَيْضًا يَرْجِعُ مَعْنَاهُ إِلَى مَا قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ، وَقَدْ يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ وَمَا أَشْبَهَهُ مِنَ النَّهْيِ وَالْكَرَاهِيَةِ فِيمَنْ تَعَلَّقَهَا وَهُوَ يَرَى تَمَامَ الْعَافِيَةِ وَزَوَالَ الْعِلَّةِ مِنْهَا عَلَى مَا كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَصْنَعُونَ، فَأَمَّا مَنْ تَعَلَّقَهَا مُتَبَرِّكًا بِذِكْرِ اللهِ تَعَالَى فِيهَا وَهُوَ يَعْلَمُ أَنْ لَا كَاشِفَ إِلَّا اللهُ وَلَا دَافِعَ عَنْهُ سِوَاهُ فَلَا بَأْسَ بِهَا إِنْ شَاءَ اللهُ"ترجمہ: عقبہ بن عامر جہنی سے مروی ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا: جس نے تعویذ پہنا اللہ عزوجل اس کی خواہش پوری نہ کرے گا۔ جس نے تعویذ (مسائل سے چھٹکارے) کے لئے پہنا اللہ عزوجل اسے چھٹکارا نہ دے گا۔ شیخ نے فرمایا یہ وہی معنیٰ کی طرف لوٹتا ہے جو ابو عبید نے فرمایا اور یہ اس کا احتمال رکھتا ہے کہ یہ اس صورت کے مشابہ ہے جس میں ممانعت و کراہیت ہے کہ اس لئے تعویذ پہنا جائے کہ پہننے والا گمان کرے کہ اس تعویذ کی وجہ سے مجھے عافیت ملی جیسا کہ اہل جاہلیت کرتے تھے۔ اگر اس نے اللہ عزوجل کے ذکر سے برکت لینے کے لئے تعویذ پہنا اور وہ جانتا ہے کہ سوائے اللہ عزوجل کے کوئی شفا دینے والا نہیں تو تعویذ پہننے میں ان شاء اللہ عزوجل کوئی حرج نہیں۔

(السنن الکبری، ابواب کسب الحجام، باب التمائم جلد9، صفحہ588، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

السنن الکبریٰ میں ہے"أَخْبَرَنَا أَبُو زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ الْحَسَنِ قَالَا: ثنا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، ثنا بَحْرُ بْنُ نَصْرٍ، ثنا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ، أَنَّهُ سَأَلَ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ عَنِ الرُّقَى وَتَعْلِيقِ الْكُتُبِ، فَقَالَ: كَانَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ يَأْمُرُ بِتَعْلِيقِ الْقُرْآنِ وَقَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ. قَالَ الشَّيْخُ رَحِمَهُ اللهُ: وَهَذَا كُلُّهُ يَرْجِعُ إِلَى مَا قُلْنَا

مِنْ أَنَّهُ إِنْ رَقَى بِمَا لَا يُعْرَفُ أَوْ عَلَى مَا كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ إِضَافَةِ الْعَافِيَةِ إِلَى الرُّقَى لَمْ يَجُزْ، وَإِنْ رَقَى بِكِتَابِ اللهِ أَوْ بِمَا يَعْرِفُ مِنْ ذِكْرِ اللهِ مُتَبَرِّكًا بِهِ وَهُوَ يَرَى نُزُولَ الشِّفَاءِ مِنَ اللهِ تَعَالَى فَلَا بَأْسَ بِهِ" ترجمہ: یحییٰ بن سعید سے دم اور تعویذ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: سعید بن مسیب حکم دیتے تھے کہ قرآن پاک کا تعویذ بناؤ اس میں کوئی حرج نہیں۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ سب وہی بات ہے جو ہم نے کہی کہ جو دم معروف نہ ہو یا اہل جاہلیت کا ہو یا عقیدہ ہو کہ اسی دم سے شفاملنی ہے تو وہ جائز نہیں۔ اگر دم قرآن پاک سے ہو یا معروف ذکر اللہ کے ساتھ بطور برکت ہو اور بندہ جانتا ہو کہ شفارب تعالیٰ دینے والا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(السنن الکبری، ابواب کسب الحجام، باب التمائم جلد9، صفحہ590، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

بہار شریعت میں صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "گلے میں تعویذ لٹکانا جائز ہے، جبکہ وہ تعویذ جائز ہو یعنی آیاتِ قرآنیہ یا اسماء الٰہیہ یا ادعیہ سے تعویذ کیا جائے اور بعض حدیثوں میں جو ممانعت آئی ہے، اس سے مراد وہ تعویذات ہیں جو ناجائز الفاظ پر مشتمل ہوں، جو زمانہ جاہلیت میں کیے جاتے تھے، اسی طرح تعویذات اور آیات و احادیث و ادعیہ کو رکابی میں لکھ کر مریض کو بہ نیت شفا پلانا بھی جائز ہے۔ جنب و حائض و نفسا بھی تعویذات کو گلے میں پہن سکتے ہیں، بازو پر باندھ سکتے ہیں جبکہ غلاف میں ہوں۔"

(بہار شریعت، جلد3، حصہ16، صفحہ652، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

تعویذات کے ثبوت پر عقلی دلائل

جب قرآن و حدیث سے کوئی چیز ثابت ہو تو پھر اسے عقل پر پرکھنا بندہ مومن کا شیوہ نہیں بلکہ سر تسلیم خم کر دینا ایمان ہے۔ لیکن ہم شیطان کے وسوسے کو دفع کرنے لیے چند عقلی دلائل بھی پیش کرتے ہیں:

☆ قرآن کو شفا کہا گیا ہے، جس طرح قرآن پڑھنا شفا ہے اسی طرح قرآن لکھ کر رکھنا بھی شفا ہے کیونکہ اصولی قائدہ ہے "اَلْکِتَابُ کَالْخِطَابِ" (تحریر، خطاب کی طرح ہے۔) یہی وجہ ہے کثیر مسائل میں جو حکم بولنے سے ہوتا ہے وہی حکم لکھنے سے ہوتا ہے جیسا کہ طلاق لکھ کی دی جائے یا بول کر دونوں کا ایک حکم ہے۔

☆ علمائے اسلاف نے کئی بزرگوں کے ناموں کے فضائل میں فرمایا کہ ان کے نام سے شفا مل جاتی ہے جیسے علامہ دمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، بعض اہل علم نے مجھے خبر دی ہے "أن أسماء الفقهاء السبعة،

الذین کانوا بالمدینة الشریفة، إذا کتبت فی رقعة وجعلت فی القمح فإنه لا یسوس، ما دامت الرقعة فیه، وھم مجموعون ۔۔۔عبید الله عروۃ قاسم سعید أبوبکر سلیمان خارجه" ترجمہ: مدینہ منورہ کے سات فقہاء کے نام کاغذ میں لکھ کر گندم میں رکھے جائیں تو جب تک وہ کاغذ گندم میں رہے گا اس گندم کو گھن نہیں لگے گی، اور ان فقہاء کے نام یہ ہیں: (1)عبید اللہ (2)عروہ (3)قاسم (4)سعید (5)ابو بکر (6)سلیمان (7)خارجہ۔

(حیاۃ الحیون، ج2، ص53، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ دمیری مزید فرماتے ہیں"وأفادنی بعض أھل التحقیق، أن أسماء ھم إذا کتبت وعلقت علی الرأس، أو ذکرت علیه أزالت الصداع العارض له" ترجمہ: بعض اہل تحقیق نے مجھے بتایا ہے کہ ان فقہاء کے نام لکھ کر سر پر لٹکا دیا جائے یا ان سے دم کیا جائے تو سر کا درد دور ہو جاتا ہے۔ (حیاۃ الحیون، ج2، ص53، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شرح مواہبِ لدنیہ للعلامۃ الزرقانی میں ہے"اذا کتب اسماء اھل الکھف فی شیء والقی فی النار اطفئت" ترجمہ: جب اصحابِ کہف کے نام لکھ کر آگ میں ڈالے جائیں تو آگ بجھ جاتی ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، المقصد الثامن، ج7، ص108، مطبوعہ معرفۃ، بیروت)

ایک حدیث قدسی جس کی سند میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی المرتضیٰ اور اہل بیت کے اکابرین بزرگوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نام ہے۔ اس عالی شان سند کے حوالے سے امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں"لو قرأت ھذا لاسناد علی مجنون لبریء من جنته" ترجمہ: یہ مبارک سند اگر مجنون پر پڑھو تو ضرور اسے جنون سے شفا ہو جائے گی۔ (الصواعق المحرقہ، صفحہ 205، مکتبہ مجددیہ، ملتان)

دراصل ناموں میں شفا کی وجہ یہ ہے کہ نام عین ذات ہے۔ جس طرح کسی نیک ہستی کی ذاتی باعث برکت و شفا ہوتی ہے اسی طرح اس کا نام بھی اسی خصوصیت کا حامل ہوتا ہے۔

☆ہم طبی طور پر بھی دیکھیں تو ہر بیماری کا علاج دوائی کھانے سے نہیں ہے کبھی دوائی سونگھنے سے شفا ملتی ہے، کبھی دوائی کو ظاہری بدن پر رکھ کر اس کی تاثیر سے شفا حاصل کی جاتی ہے، کبھی شفاء کسی چیز کو دیکھنے سے حاصل کی جاتی ہے وغیرہ۔ یونہی قرآن پاک اگر شفا ہے تو اسے فقط زبان سے پڑھنے کے ساتھ خاص کرنا ایک شرط بدعتیہ ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں۔

☆اگر قرآن کا لکھا ہوا تعویذ پہننا بے فائدہ ہے کہ اصل تو قرآن پڑھنا ہے تو پھر خانہ کعبہ کی تصاویر گھروں میں لگانا جیسا کہ پوری دنیا کے مسلمان بطور برکت لگاتے ہیں یہ بھی بے فائدہ ہونا چاہئے کہ اصل حکم تو خانہ کعبہ کا طواف کرنا ہے۔

کیاصرف ختم نبوت کے لیے دھرنا غیر قانونی وغیر اخلاقی ہے؟

پیشکش: صدائے قلب

24 نومبر 2017ء

ختم نبوت کے دفاع میں جاری دھرنے کی شرعی اور قانونی کیا اہمیت ہے یہ پاکستان کے تمام علماء و مشائخ کے اتحاد اور وکلاء حضرات کی بذات خود دھرنے میں شرکت سے عیاں ہے ۔لیکن آج رات23نومبر2017کو جب یہ خبر سنی کہ ہائیکورٹ کی طرح سپریم کورٹ نے بھی فیض آباد میں جاری دھرنے کو ایک غیر قانونی رنگ دے کرحکومت اورسیکولرلوگوں کو خوش کیا ہے،تو دل خون کے آنسو رویا،نیند اڑگئی اوردل و ایمان نے یہ تحریر لکھنے کا کہا۔

بے دین و سیکولرلوگ جو کافروں اور جانوروں کے حقوق کے لیے تو احتجاج کرتے ہیں لیکن ناموس رسالت و ختم نبوت کے موقع پراحتجاج کرنے کو غیر اخلاقی کہتے ہیں اوراس موقع پر ان کو حقوق عامہ یاد آجاتے ہیں۔میڈیا بالخصوص جیو چینل عوام کو دیندارطبقہ سے بدظن کرنے کے لیے یہ پروپیگنڈہ کرتا ہے کہ مولوی دھرنے میں حقوق عامہ تلف کررہے ہیں اور گالی گلوچ کررہے ہیں۔میں اگر اس مسئلہ پر لکھوں کہ تاریخ میں کس کس نے لانگ مارچ کیا،دھرنے دیئے اورٹریفک بلاک کی تو اس پرایک پوری کتاب لکھی جاسکتی ہے۔عمومی طورپرعوام بھی جانتی ہے کہ کسی وزیریا صدرکے آنے اور دیگر مواقع پر کس طرح ٹریفک بلاک اور عوام پریشان رہتی ہے۔

اسلام آبادمیں تقریبا چار ماہ تک پی ٹی آئی کا دھرنا جس میں قانونی و اخلاقی ا ور شرعی احکام کی دھجیاں اڑائی گئیں ،اس وقت کسی کو قانون و اخلاقیات اورحقوق عامہ تلف ہونے کا وسوسہ نہ آیا۔لیکن جب بات ختم نبوت کی آئی تو کفار کے اشاروں پر مر مٹنے والے سیاستدان،اینکرز میں کھلبلی مچ گئی۔

سپریم کورٹ نے ختم نبوت کے سلسلہ میں فیض آباد راولپنڈی کے دھرنے کو غیر قانونی قرار دیا ہے اوراس بات کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے کہ روڈ دھرنے والوں نے بند کیے ہیں یا حکومت نے ؟ (واضح رہے کہ دھرنےوالے صرف ایک روڈ پر خاک نشین ہیں ،بقیہ تمام اطراف سے راہ بندی خود حکومت کا کارنامہ ہے)سارا ملبہ دھرنے والوں پرڈال کرعوام کی نظر میں ان کو حقوق عامہ تلف کرنے والا قراردیا ہے ۔ میں نے وکلاحضرات اورعوام الناس کو اس طرف توجہ دلانا ضروری سمجھا ہے کہ

اورلوگوں کی طرح وکلا حضرات خود اپنے ذاتی مفادات کے لیے نہ صرف دھرنے دیتے ہیں بلکہ آئے دن ٹریفک بلاک کرکے احتجاج کرنا، یہاں تک کہ لانگ مارچ کرنا بھی ان کا معمول ہے۔بلکہ عدلیہ کی بحالی کے لیے اس طرح کا احتجاج تاریخ کا حصہ ہے۔اس لیے سپریم کورٹ کے جج کی بات کو حرف آخر سمجھ کر تھوڑی دیر کی عوامی تکلیف کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت و میڈیا کا ساتھ نہ دیں بلکہ یہ غور کریں کہ اصل حقائق کیا ہیں۔ذیل میں ماضی قریب کی وکلا کی بعض تحریکوں کی ایک رپورٹ قارئین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے،(یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ یہ تقابل محض معزز ججز صاحبان کو آئینہ دکھانے کے لیے ہے ورنہ کئی عاشقان رسول وکلااب بھی دھرنے کے حامی و شریک ہیں۔)آپ خود فیصلہ کریں کہ جب انہی معزز ججز صاحبان میں سے کچھ تو ان احتجاجوں میں شریک و حامی رہے اور بقیہ پوری عدلیہ کی طرف سے ان کے خلاف ایسا کوئی نوٹس ریکارڈ پر نہیں ہے۔تو کیاان کے نزدیک گویا حرمت عدالت کی بحالی تحفظ ناموس رسالت وختم نبوت سے بھی بڑھ کر ہے کہ عدلیہ کے لیے تو سب درست اور ختم نبوت کے معاملہ میں یہ اعتراضات ؟؟؟؟

☆سب سے پہلے میں سابق چیف جسٹس افتخار چوہدری کے بارے میں کلام کروں گا جس کی بحالی کے لیے وکلاء نے اٹھارہ ماہ سڑکوں پر احتجاج کیا،لانگ مارچ کیا، اپنی جانیں دیں،ان کو زندہ جلایا گیا۔ ان کے ساتھ ساتھ سیاسی جماعتوں بلکہ خود نون لیگیوں بلکہ خود نون نے بھی اس میں بھرپورشرکت وحمایت کی۔اس افتخار چوہدری کی حیثیت ختم نبوت کے آگے ایک ذرہ برابر نہ تھی بلکہ اس شخص کے متعلق سپریم کورٹ بارایسوسی ایشن کے صدر علی احمد کرد نے کہا کہ وہ نہ ہی اچھے انسان ہیں اور نہ اچھے جج۔سابق صدر پرویز مشرف نے ان کو غدار اورتھرڈ کلاس آدمی قرار دیا۔کیا وکلا اور ججز کا ایک ایسے بندے کی بحالی کے لیے احتجاج،لانگ مارچ ،ہڑتالیں کرنا آئینی قانونی اور اخلاقی فریضہ تھا او ر ختم نبوت کے حق میں دیا گیا فیض آباد کا دھرنا غیر قانونی و غیر اخلاقی ہوگیا؟

☆جنگ 17مارچ 2017کی خبر کے مطابق آزاد کشمیر کے وکلاء نے پونچھ بار میں72دن کی ہڑتال اس لیے کی کہ آئی جی پولیس ان کو ناپسند ہے جسے تبدیل کیا جائے اور آزاد حکومت کو بااختیار بنا یا جائے ۔جب اس قدر لمبی ہڑتال پر حکومت نے نوٹس نہ لیا تووکلاء نے اسے افسوس ناک اور مجرمانہ غفلت قرار دیا۔ قانون کے محافظوں نے اپنے اس مقصد پر حکومت کی لاپرواہی کو جرم و غفلت تو قرار دے دیا لیکن ختم نبوت جیسے اہم بنیادی عقیدہ پرحکومت کی پراسرار خاموشی کو کیوں جرم قرارنہ دیا؟الٹا دھرنے والوں کو مجرم قراردے کر عوام میں بدنام کرنے کی کیوں کوشش کی؟

☆ایکسپریس نیوز لاہور21اگست2017 کے مطابق لاہور ہائی کورٹ میں ملتان ہائی کورٹ بار کے صدر اور سیکریٹری کے خلاف توہین عدالت کیس کی سماعت کے موقع پروکلاء اور پولیس کی جھڑپ ہوئی جس کے نتیجے میں وکلا نے جی پی او چوک میں شدید نعرے بازی کرنے کے ساتھ عدالت کے احاطے میں لگے واک تھرو گیٹ کو توڑ دیا جب کہ کئی وکلا نے ڈنڈوں کے ساتھ چیف جسٹس کے داخلی گیٹ پر دھاوا بول دیا۔اس کے بعد وکلا نے مال روڈ پردھرنا دے دیا۔

☆بی بی سی اردو ڈاٹ کام01فروری 2009کے مطابق وکلا نے عدلیہ کی آزادی اور معزول چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کی بحالی کے لیے نو مارچ کو لانگ مارچ اور پارلیمنٹ کے سامنے دھرنا دینے کا اعلان کیا ہے جبکہ وکلا کے لانگ مارچ میں مسلم لیگ نواز سمیت حزب مخالف کی دیگر جماعتوں نے شرکت کرنے کا اعلان کیا ہے۔

☆جیو اردو 6مئی2014کے مطابق کراچی میں وکلا کی ٹارگٹ کلنگ کے خلاف احتجاجی ریلی نکالی گئی۔ سندھ اسمبلی کے سامنے دھرنا دینے والے کچھ وکلا دیوار پھلانگ کر اسمبلی احاطے میں بھی داخل ہو گئے۔ اس دوران وکلاء اور پولیس کے درمیان ہاتھا پائی بھی ہوئی۔ اس موقع پر وکلاء سے بات کرتے ہوئے سینئر وزیر نثار کھوڑو نے کہا کہ اسمبلی آپ ہی کی ہے اور آپ کو اس کی عزت کرنی ہے۔ وکلاء رہنماؤں کا کہنا تھا کہ، وہ ذاتی مفاد کیلئے یہاں نہیں آئے، لیکن ان کی جائز شکایات کا بھی نوٹس نہیں لیا

جارہا۔سرکار! ختم نبوت میں موجود دھرنے والے بھی ذاتی مفاد کے لیے نہیں آئے ان پر بھی رحم کریں۔

☆روزنامہ جنگ19اکتوبر2016کے مطابق لاہور کی سول عدالت میں وکلاءنے بات نہ ماننے پر عدالتی اہلکار آصف کو تشدد کا نشانہ بنا ڈالا۔واقعہ کے خلاف عدالتی اہلکار عدالتی کام چھوڑ کر احتجاج کرتے ہوئے سڑک پر نکل آئے اور وکلاءکے خلاف نعرے بازی کرتے رہے۔عدالتی اہلکاروں نے تشدد کا نشانہ بنانے والے وکلاءکے خلاف احتجاج کی کال دے دی چنانچہ مال روڈ پرعدالتی کلیریکل سٹاف کے احتجاج کی وجہ سے ٹریفک بلاک ہوگئی۔ جس میں گاڑیوں کی لمبی لائنیں لگ گئیں۔عدالتی اہلکاروں کی جانب سے ہڑتال کے باعث ہزاروں مقدمات کی سماعت متاثر ہونے سے سائلین کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

☆خبرنامہ پاکستان21اگست2017کے مطابق لاہور میں وکیل رہنماؤں کی گرفتاری کے حکم پر وکلاء نے قانون ہاتھ میں لے لیا۔راولپنڈی میں بھی وکلا کا احتجاج، ایئرپورٹ تک ٹریفک جام ہو گیا۔

نوٹ :اس تحریر کو پڑھنے والے تین طرح کے لوگ ہوں گے:

1۔علمائے کرام و دینی سوچ کے حامل افراد:یہ طبقہ کبھی بھی ختم نبوت کے مسئلہ میں سپریم کورٹ کے موجودہ فیصلہ کو درست نہیں سمجھے گا۔ہاں جو سرکاری دین فروش مولوی ہیں وہ یہی کہہ رہے ہیں کہ دھرنے والے انتشار پھیلا رہے ہیں جب ترمیم واپس لے لی گئی ہے تو اب کیا مسئلہ ہے؟یعنی ان مولویوں کے نزدیک چور اگر چوری کرنے کے بعد پیسے واپس کر دے تو اس سے NRO جیسامعاملہ کرکے سزا نہیں دینی چاہیے بلکہ یہ بھی نہیں پوچھنا چاہیے کہ تم نے کیوں چوری کی اور کس کے کہنے پر کی۔اس طرح کی شرعی ایڈوائزری کا فریضہ یہ پہلے بھی بہت ساروں کے حق میں سرانجام دے چکے ہیں۔

2۔عوام الناس جس میں پڑھا لکھا طبقہ بھی شامل ہے:عوام الناس کی ایک بڑی تعداد چونکہ میڈیاکی ہر جھوٹی سچی بات پر آنکھیں بند کرکے اعتبار کر لیتی ہے ،اس کے صدق وکذب کی پڑتال کی کوئی تکلیف گوارا نہیں کرتی ۔نہ یہ جاننے کی کوشش کرتی ہے کہ دینی اعتبار سے یہ کس قدراہم مسئلہ

ہے۔عوام کے لیے صرف میرا ایک سوال ہے کہ اگر بالفرض یہ ثابت ہوجائے کہ ختم نبوت کے مسئلہ میں ترمیم کروانے میں حکومت اوردیگر بڑی طاقتوں کا ہاتھ ہے یااللہ نہ کرے کل کو قادیانیوں کو مسلم قرار دے دیا جائے تو آپ احتجاج کس طرح کریں گے؟کیا وٹس ایپ یا فیس بک پر احتجاج کریں گے؟کیا اس طریقہ سے آپ کی بات یہ اقتدار والے سن لیں گے ؟نہیں !یقینا نہیں۔آپ کو احتجاج کرنا ہوگا اوریہی احتجاج شریعت کے دائرے میں رہ کرفیض آباد میں موجود عاشقان رسول کررہے ہیں ۔ان کی حوصلہ افزائی کریں ،نہ کہ ان پرطعن کرکے ختم نبوت کے مسئلہ کو کھیل بنادیں۔

3۔تیسرا گروہ صاحب اقتدار لوگ ہیں جن میں وزیر و مشیر،جج صاحبان وغیرہ ہیں ۔ان سے عرض ہے کہ اگر اللہ عزوجل نے آپ کو منصب دے کرموقع دیا ہے تو دین کے لیے بھی سوچ لیں اور دھرنے میں موجود مظلوم لوگوں پر کوئی کاروائی کرنے سے پہلے فرعون،نمرود،یزید جیسے لوگوں کا انجام دیکھ لیں۔یہ کرسی چار دن کی ہے اگر دین فروشی کرو گے تو ریٹائر منٹ کے بعد پنشن اور لعنتیں کھانا تمہارا مقدر ہوگا۔

تاجدارِ ختم نبوت زندہ باد

الشفاء (جلد2،صفحہ 492،دارالفیحاء ،عمان)میں ہے کہ ہارون رشید نے امام مالک سے پوچھا:اگر دنیا میں کسی جگہ حضورعلیہ السلام کی گستاخی ہوجائے تو حضور کی اُمت کی کیا ذمہ داری ہے؟امام مالک نے فرمایا: امتِ مُسلمہ بدلہ لے اُس سے۔ہارون نے پوچھا:اگر وہ ایسا نہ کرے تو پھر؟امام مالک نے پُرغضب ہو کر فرمایا: پھر امت کو جینے کا کوئی حق نہیں۔

مخلوط

رمضان

ٹرانسمیشنز

پیشکش: صدائے قلب

28 نومبر 2017ء

ایک وقت تھا کہ مسلمان رمضان المبارک کا مہینہ یوں گزارتے تھے کہ روزہ رکھ کر صرف بھوک پیاس ہی برداشت نہ کرتے تھے بلکہ آنکھ ،زبان اور دل کو بھی بُرائی سے روکتے تھے،اپنی زبان کو گالی گلوچ،غیبتوں سے محفوظ رکھ کر ذکر الٰہی میں مصروف رکھتے تھے،آنکھوں کو بدنگاہی سے بچاتے ہوئے قرآن کریم کے دیدار سے ٹھنڈا کرتے تھے۔افطاری کے بعد قیام اللیل کا اہتمام کرتے تھے ۔پھر جب عید کا چاند نظر آتا توحدیث پاک پر عمل کرتے ہوئے اس رات عبادت کرکے دل کو زندہ اورخود پر جنت کو واجب کرلیتے تھے ۔عید کے دن کو کھیل کود اور سیر و تفریح میں نہ گزارتے تھے بلکہ اس فکر میں گزارتے تھے کہ پتہ نہیں ہمارے روزے اور ہماری عبادات مقبول ہوئی ہیں یا نہیں؟

وقت گزرنے کے ساتھ جس طرح مسلمانوں میں دیگر نیک اعمال میں سُستی آئی اسی طرح رمضان المبارک جیسے عظیم مہینہ میں عبادت کرنے میں بھی سُستی آگئی ۔روزے کو فقط بھوک اور پیاس برداشت کرنے کے ساتھ گزارنے کے لئے مختلف انٹرٹینمنٹ کے طریقے وجود میں آئے جن میں ٹی۔وی ،انٹرنیٹ ،اور دیگر کھیل کود جیسے افعال سرزرد ہونے لگے۔افطار کے وقت خصوصی دعا مانگنے کی بجائے ٹی۔وی کی طرف ہی نظر رکھتے ہوئے مختصر سی دعا مانگ کر روزہ افطار کرنا رائج ہوگیا۔ٹی۔وی پر بھی ایک وقت ایسا گزرا ہے جس میں افطاری کے وقت اللہ عزوجل کی ننانوے ناموں کو ایک خوبصورت انداز میں سنایا جاتا تھا،کچھ مشہورو معروف نعتوں کو سنایا جاتا تھا۔پھر لوگوں کی عادات کو دیکھتے ہوئے افطارپروگرام بھی انٹرٹینمنٹ کی صورت اختیار کرگئے جس میں چرب زبان اینکرز دین کے نام پر دنیا کمانے کے لئے میدان میں آگئے۔افطار پروگراموں میں مردوں کے ساتھ بے پردہ عورتوں کو بھی لانا شروع کردیاگیا بلکہ کئی اینکرز ہی فی میل آنا شروع ہوگئیں۔بے پردگی اور ہنسی مذاق ان پروگراموں کا خاصہ ہے۔ان مخلوط نشریات کو عام کروانے میں بعض نعت خوانوں اور اہل علم حضرات کا بھی ایک کردار رہاہے جو شرعی احکام سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔

ان مخلوط پروگراموں کو دیکھ کر شاید آج تک ایک بھی شخص کی اصلاح نہ ہوئی ہو کیونکہ ان میں اہم کردار ادا کرنے والے اینکر ز خود بے عمل ہوتے ہیں ۔نعتوں کو سن کر ذوق اور آنسو آنا بھی بعید ہوتا ہے کیونکہ ایک طرف کان نعت کی طرف ہوتے ہیں تو آنکھیں مجمع میں موجود بے پردہ عورتوں کی طرف۔

انہی زبان کا تیز استعمال کرنے والوں میں **ڈاکٹر عامر لیاقت صاحب** بھی ہےں جن کو عوام حسب عادت دو چار دینی باتوں کی وجہ سے اسلامی اسکالر سمجھتی ہے۔ لوگ ڈاکٹر عامر لیاقت کی تیز زبانی کے سبب اُس وقت تک انہیں پسند کرتے رہے جب تک سوشل میڈیا پر ان کے وہ کلپ عام نہ ہوئے جن میں انہوں نے نہ صرف بازاری زبان استعمال کی بلکہ صاف گالیاں بھی نکالی تھیں۔

جب عوام الناس جب عامر لیاقت صاحب کی حقیقت حال سے آشنا ہوئی تو دیگر اینکرز کی طرح ان کو بھی ناپسند کرنے لگی اور ان کے مخلوط رمضان پروگراموں پر اعتراض کرنے لگی کہ دیگر اینکرز کی طرح یہ شخص بھی ساراسال ناچ گانے اور دیگر غیر شرعی افعال میں ملوث ہوتا ہے اور رمضان میں نیم مولوی بن کر مردوں اور عورتوں کو اکٹھا کرکے دین کی باتیں کرنا شروع کردیتا ہے۔عامر لیاقت صاحب نے جب سوشل میڈیا پر اپنے متعلق لوگوں کے یہ اعتراضات سنے تو دل برداشتہ ہوکر اپنے مخلوط حرام فعل کو شریعت کا لبادہ پہنانے کی مذموم کوشش کرنے لگے۔ عامر لیاقت صاحب اگرچہ علماء کی صحبت میں رہے لیکن چونکہ جاہل تھے اس لئے اعتراضات سن کر اپنی اصلاح نہ کی بلکہ شرعی احکام کی دھجیاں اڑا دیں۔ یہ علمائے کرام کا ہی خاصہ ہے کہ فی زمانہ میڈیا پر دین اور علماء کے خلاف ہونے والے دل خراش پروگراموں کے باوجود شرعی احکام کو تھامے رہتے ہیں۔

ڈاکٹر عامر لیاقت نے مخلوط پروگراموں کو جائز ثابت کرتے ہوئے 1437 ہجری کی شب براءت کے پروگرام میں یہ کہا کہ مخلوط پروگراموں پر اعتراض کرنے والوں کو چاہئے کہ حج کو روکیں جہاں مرد وعورت اکٹھے ہوتے ہیں۔ یعنی ڈاکٹر عامر لیاقت کے نزدیک چونکہ حج میں مرد و عورت اکٹھے

ہوتے ہیں اس لئے اگر رمضان جیسے دینی پروگراموں میں بھی عورتیں مردوں کے ساتھ ہوں تو کوئی حرج نہیں۔

ڈاکٹر عامر لیاقت صاحب کا یہ قیاس نہ صرف باطل بلکہ شرعا قابل گرفت ہے جس سے اعلانیہ رجوع کرنا ان پر لازم ہے۔دراصل شریعت کے جو احکام اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم پر لازم کئے ہیں ان میں ہم اپنی عقل نہیں لڑا سکتے۔ ہماری ناقص عقل میں اگرچہ شرعی احکام نہ آئےں ہم پرلازم ہیں کہ ان پر سرتسلیم خم کردیں۔لیکن شرع کے ہر حکم میں کئی حکمتیں ہوتی ہیں اور شرعی احکام بعض اوقات بظاہر ایک جیسے لگتے ہیں لیکن ان کا حکم الگ ہوتا ہے جیسے اجنبیہ عورت کو دیکھنے کی ممانعت ہے لیکن جس سے شادی کرنا ہو اسے ایک نظر دیکھنا جائز قرار دے دیا گیا،رضاعی باپ سے پردہ نہ کرنے کی اجازت دی حالانکہ رضاعی والد کے ساتھ عموماساری زندگی گزارنا نہیں ہوتی اور دیور جو ایک ہی گھر میں رہتا ہے اس سے پردہ کو لازم قرار دے دیا۔عورت اگرچہ تنہا بھی ہوچہرے اور ہاتھ پاؤں کے علاوہ پورے جسم کو نماز کی حالت میں چھپانا لازم قرار دے دیا ،گھر سے باہر نکلنے پر جسم کے ساتھ ساتھ چہرہ بھی ڈھانپنے کو بھی شرع نے پسند فرمایا ،لیکن حج و عمرہ اور طواف میں چہرہ کھلا رکھنے کا حکم دیا اور مرد کے ساتھ طواف کی اجازت دی لیکن مساجد میں مردوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع کردیا گیا۔

ان بیان کردہ مسائل کی حکمتوں پر کلام کیا جائے تو کئی صفحات بھر جائیں صرف حج کے مسئلہ ہی کو لیا جاتا ہے جس پر عامر لیاقت صاحب نے قیاس کرکے مخلوط پروگرام کو جائز ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ طواف و سعی وغیرہ میں مرد و عورت کے مخلوط ہونے کی اجازت درج ذیل وجوہات کی بنا پر ہے :

☆ حج و عمرہ ادا کرتے ہوئے اسی طرح نفلی طواف کرتے ہوئے عموما انسان دنیا سے بے خبر ہوکر اپنے گناہوں کو یاد کرکے بخشش کے دَر پر ہوتا ہے۔ میدان عرفات گویا قیامت کے منظر کی عکاسی

کرتا ہے جب سب ننگے ہوں گے لیکن کوئی بھی کسی کی طرف متوجہ نہ ہوگا ہر ایک کو اپنی اپنی فکر ہوگی۔کہاں حرم میں عورت کا احرام باندھ کر چہرے پر بزرگی لئے حاضر ہونا اور کہاں ان پروگراموں میں ہزاروں روپے چہرے کے میک پرلگا کرعارضی سا سر پر دوپٹہ لے کر موجود ہونا،کہاں حرم میں گناہوں کو سامنے رکھ کر آنکھوں سے اشک باری کرنا اور کہاں اس مخلوط نظام میں عورتوں کی چہرے اور کپڑوں پر نظر کرنااورہنسی مذاق کے ماحول میں قہقہے لگانا ،کہاں حجرہ اسود،ملتزم کو ترسی ہوئی نگاہوں سے دیکھنا اور زبان سے رب تعالیٰ کے حضور عرض گزار ہونا اور کہاں دورانِ نعت اپنے کلام پرعورتوں سے مسکراتے انداز میں داد لینا۔

☆ اگر حج و عمرہ کے دوران مرد و عورت کا الگ الگ نظام ہوتا تو اس میں بہت حرج ہوتا۔اگر عورتوں کے لئے طواف و سعی کے لئے ایک خاص وقت ہوتا تو عورتیں بقیہ سارا وقت زیارت کعبہ سے محروم رہتیں اور پھر ہر عورت اپنے مخصوص وقت میں باآسانی طواف و سعی کرلیتی یہ بھی ایک مشکل امر تھا۔زیارت مکہ و مدینہ کرنے والے باخوبی جانتے ہیں کہ ہوٹل سے حرم تک کا فاصلہ کتنا لمبا ہوتا ہے، اگرعورتوں کے ساتھ مردوں کا حرم میں داخلہ ممنوع ہوتا تو ہوٹل سے عورتوں کااکیلے اتنا لمبا سفر کرکے حرم تک آنا بہت آزمائش ہوتا پھر اگر مرد ساتھ ہوتا تو وہ حرم سے باہر کسی گیٹ پر بیٹھا عورت کا انتظار کرتا رہتا کہ کب وہ طواف و سعی سے فارغ ہوکر آئے گی پھر حرم کے کثیر گیٹ ہونے کی وجہ سے اسی گیٹ سے واپس آئے گی جس سے گئی تھی یہ بھی ایک بڑا مسئلہ ہوتا۔

☆طواف و سعی کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے اچھا بھلا سخت مند آدمی بھی تھک جاتا ہے پھر عورت ذات کمزور مخلوق ہے۔اگر مرد و عورت کا اکٹھا طواف و سعی کرنا حرام ہوتا تو جو عورت بیمار ہوتی وہ شاید طواف و سعی سے محروم ہی رہتی کہ مرد کی بہ نسبت عورت کا ویل چیئر پر کسی عورت کو طواف و سعی کروانا بہت مشکل کام ہے۔پھر اگر بچے ساتھ ہوں تو مرد و عورت کا الگ الگ ان کی حفاظت کرنا بہت صبر آزما فعل ہوتا۔

المختصر ڈاکٹر عامر لیاقت صاحب کا اس طرح حج جیسے شرعی فعل کر اپنے مخلوط پروگراموں پر قیاس کرنا جائز نہ تھا۔ڈاکٹر عامر لیاقت صاحب کو میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ آپ بڑا دل کرکے اپنے اس موقف سے رجوع کریں اور آئندہ کے لئے ایسے رمضان پروگرام کریں جو شریعت کے دائرے میں ہوں ، یقین جانیئے کہ اللہ عزوجل آپ کو دنیا و آخرت میں عزت دے گا۔ورنہ اگر آپ اپنی اس ناجائز بات پر رجوع کو اپنی بے عزتی سمجھیں گے تو یاد رکھیں آپ سے پہلے بھی ایسے کئی دوکاندار آئے جن کو عوام بھول چکی ہے ،جب کبھی یاد کرتے ہیں تو بُرے لفظوں سے یاد کرتے ہیں۔

شیعوں کے اعتراضات کے جوابات

پیشکش: صدائے قلب

28 نومبر 2017ء

جن کے سینوں میں بُغضِ صحابہ ہو
وہ سینے پیٹنے ہی کے قابل ہیں

اعتراض نمبر1: ابو بکر کے سینے میں شیطان تھا۔

(حدیث النبی)ادب المفرد،صفحہ105،مؤلف امام بخاری

اعتراض نمبر 2: عمر کے سینے میں شیطان تھا۔

(حدیث النبی)فتح المعلم،جلد2،صفحہ361،شرح صحیح مسلم

جواب: یہ دونوں روایتیں اہل سنت کی معتبر تو کیا غیر معتبر کتب میں بھی موجود نہیں ہیں۔ ادب المفرد کا حوالہ دیا گیا ہے جبکہ ادب المفرد میں یہ حدیث موجود نہیں ہے۔فتح المعلم تو شرح مسلم کی کوئی کتاب ہی نہیں ہے۔ایک اکمال المعلم ہے اور ایک فتح الملہم ہے دونوں کتابوں میں یہ روایت موجود نہیں ہے۔

پھر یہ دونوں جھوٹی روایتیں بھی عجیب و غریب اور غریب و عجیب ہیں۔انہیں بیان کرکے معترض کیا ثابت کرنا چاہتا ہے؟ کیا وہ یہ ثابت کررہا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ شیطان تھا ۔تو اس جاہل معترض کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ وسواس نامی جن شیطان تو ہرایک کے ساتھ ہوتا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں''مامنکم من احد الا وقدوکل اللہقرینہ من الجن وقرینہ من الملئکۃ قالوا وایاك یارسول اللہقال وایای الاان اللہاعاننی علیہ فاسلم فلا یامرنی الابخیر''

ترجمہ:لوگو!تم میں سے کوئی شخص نہیں کہ جس کے ساتھ ہمزاد جن اور ہمزاد فرشتہ نہ ہو۔ لوگوں نے عرض کی اے اللہ کے رسول!کیا آپ کے ساتھ بھی ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ہاں میرے ساتھ بھی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی کہ وہ مسلمان ہوگیا لہٰذا وہ مجھے سوائے بھلائی کے کچھ نہیں کہتا۔

(صحیح مسلم، کتاب صفۃ المنافقین باب تحریش الشیطان الخ،جلد4،صفحہ2167،دار إحیاء التراث العربی،بیروت)

اسی طرح امام طبرانی نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اور امام بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راویت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں''فضلت علی الأنبیاء بخصلتین کان شیطانی کافرا فأعاننی اللہ علیہ حتی أسلم''ترجمہ:دوسرے انبیاء کرام پر دو باتوں میں مجھے فضیلت بخشی گئی، ایک یہ کہ میرا شیطان کافر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قوت دی یہاں تک کہ وہ مسلمان ہوگیا۔

(مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار،مسند أبی حمزۃ أنس بن مالک،جلد14،صفحہ249، مکتبۃ العلوم والحکم،المدینۃ المنورۃ)

شیعوں کی اپنی مستند کتاب کلینی میں حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح روایتیں موجود ہیں کہ ہر مومن کے واسطے ایک شیطان ہے کہ اس کو بہکاتا ہے۔

(ماخوذاز،تحفۃ اثناعشریۃ،صفحہ560،انجمن تحفظ ناموس اسلام، کراچی)

اگر معترض کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک اورجن شیطان برائی کے لئے مخصوص تھا تو یہ بالکل باطل و مردود ہے اسلئے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق تو کثیر صحیح مشہور احادیث میں خود سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عمر فاروق سے شیطان بھاگتا ہے چنانچہ ترمذی شریف کی حدیث پاک ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا''إنی لأنظرإلی شیاطین الإنس والجن قد فروا من عمر''ترجمہ: میں دیکھتاہوں کہ شیاطین جن وانس عمر سے بھاگتے ہیں۔

(سنن الترمذی،ابواب المناقب،باب فی مناقب أبی حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ،جلد6،صفحہ63، دار الغرب الإسلامی، بیروت)

اسی مضمون کی اور بھی کئی مستند احادیث مروی ہیں۔

اعتراض نمبر3:عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کو دھمکی دی۔

(علامہ شبلی نعمانی) کتاب الفاروق،جلد1،صفحہ77

جواب: وہ دھمکی کیا تھی اور کس کو تھی پہلے شبلی نعمانی کی کتاب الفاروق سے ملاحظہ ہو۔الفاروق میں ہے:"ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور علامہ طبری نے تاریخ کبیر میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہوکر کہا:یا بنت رسول اللہ خدا کی قسم آپ ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں۔تاہم اگر آپ کے یہاں لوگ اس طرح مجمع کرتے رہے تو میں ان لوگوں کی وجہ سے گھر میں آگ لگا دوں گا۔"

(الفاروق،صفحہ76،دارالاشاعت،کراچی)

یہ پوری روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں یوں ہے ''محمد بن بشر نا عبید اللہ بن عمر حدثنا زيد بن أسلم عن أبيه أسلم أنه حين بويع لأبي بكر بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم كان علي والزبير يدخلان على فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فيشاورونها ويرتجعون في أمرهم ، فلما بلغ ذلك عمر بن الخطاب خرج حتى دخل على فاطمة فقال: يا بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم، والله ما من أحد أحب إلينا من أبيك وما من أحد أحب إلينا بعد أبيك منك وايم الله ما ذاك بمانعي إن اجتمع هؤلاء النفر عندك ; أن أمرتهم أن يحرق عليهم البيت ، قال: فلما خرج عمر جاءوها فقالت: تعلمون أن عمر قد جاءني وقد حلف بالله لئن عدتم ليحرقن عليكم البيت وايم الله ليمضين لما حلف عليه فانصرفوا راشدين فروا رأيكم ولا ترجعوا إلي فانصرفوا عنها فلم يرجعوا إليها حتى بايعوا لأبي بكر''یعنی زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی تو حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں داخل ہوئے اورلوگ اس مسئلہ میں ان سے مشاورت کرتے تھے۔ جب حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ اپنے گھر سے نکلے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آئے اور فرمایا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی! اللہ عزوجل کی قسم آپ کے والد سے بڑھ کر ہمیں کوئی محبوب نہیں اور ان کے بعد آپ سے بڑھ

کر ہمیں کوئی محبوب نہیں۔اللہ عزوجل کی قسم مجھے اس بات سے کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ اگر یہ مجمع آپ گھر اکٹھا ہوتو میں ان پر اس گھر کو آگ لگادوں۔جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلے گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جانتے ہومیرے پاس عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تھے اور وہ خدا کی قسم کھا کرگئے ہیں کہ اگر تم یہاں رہے تو تم پر اس گھر کو آگ لگا دوں گا۔ اللہ کی قسم جو وہ قسم کھاتے ہیں اسے ضرور کردیتے ہیں۔ تم لوٹ جائو اور سمجھداری سے کام لو اورخود ہی اپنے معاملہ پر غور کرو، میری طرف واپس نہ آنا۔ وہ سب چلے گئے اور جب تک ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت نہ کی واپس نہ آئے۔

(الکتاب المصنف فی الأحادیث والآثار، کتاب المغازی ،ما جاء فی خلافة أبی بکر وسیرته فی الردة،جلد7،صفحه432،مکتبة الرشد،الریاض)

اسی سند کے ساتھ جب امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن اسلم کے حوالے سے روایت کی تو اس میں گھر جلانے کا ذکر نہیں چنانچہ فضائل الصحابۃ میں ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد الشیبانی (المتوفی 241ھ)روایت کرتے ہیں''حدثنا محمد بن إبراهيم قثنا أبو مسعود قال: نا معاوية بن عمرو قثنا محمد بن بشر، عن عبيد الله بن عمر، عن زيد بن أسلم، عن أبيه قال: لما بويع لأبي بكر بعد النبي صلى الله عليه وسلم، كان علي والزبير بن العوام يدخلان على فاطمة فيشاورانها، فبلغ عمر فدخل على فاطمة فقال: يا بنت رسول الله، ما أحد من الخلق أحب إلينا من أبيك، وما أحد من الخلق بعد أبيك أحب إلينا منك، وكلمها، فدخل علي والزبير على فاطمة فقالت: انصرفا راشدين، فما رجعا إليها حتى بايعا''یعنی زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی تو حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں داخل ہوئے اور حضرت فاطمہ سے مشاورت کی۔ جب حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ اپنے گھر سے نکلے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آئے اور فرمایا: اے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی! اللہ عزوجل کی قسم آپ کے والد سے بڑھ کر ہمیں کوئی محبوب نہیں اور ان کے بعد آپ سے بڑھ کر ہمیں کوئی محبوب نہیں اور آپ نے حضرت فاطمہ سے کلام کیا ۔ پھر جب حضرت علی اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہماحضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے تو انہوں نے انہیں لوٹا دیا ۔پھر یہ دونوں حضرات تب تک نہ لوٹے جب تک انہوں نے حضرت ابو بکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت نہ کرلی۔

(فضائل الصحابة،ومن فضائل عمر بن الخطاب من حديث أبي بكر بن مالک، عن مشايخه غير عبد الله بن أحمد۔۔ جلد1، صفحہ364،مؤسسة الرسالة،بيروت)

بالفرض مصنف ابن ابی شیبہ کی حدیث کو ہی لیا جائے تو اس سے شیعوں کے عقائد کا بطلان واضح ہے کہ شیعہ الزام لگاتے تھے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا گھر جلایا تھا جبکہ اس روایت میں گھر جلانے کا ذکر نہیں فقط دھمکی ہے ۔پھر شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی جبکہ اس روایت میں صراحت ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرلی تھی۔

تاریخ کی مستند کتب میں موجودہے کہ کئی لوگوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آکر کہا تھا کہ آپ زیادہ خلافت کے حقدار ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کی تردید کی تھی جیسے حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کئی کتب میں یہ بات موجود ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اجازت کے بغیر ان کے گھر آتے تھے اور اس طرح کی باتیں کرتے تھے،حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کو دھمکی دی تھی نہ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ میں یہ ہے کہ میں ان پرگھر کو آگ لگا دوں گا۔یہ دھمکی دینے کی وجہ انتشار کو ختم کرنا تھا۔شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اس طعن کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:"اس دھمکی سے ان لوگوں کا ڈرانا منظور تھا کہ ہر اہل خیانت نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان کو امن و پناہ کی جگہ جان کر حکم حرم مکہ معظمہ کا دیا تھا۔

اور وہاں جمع ہو کر خلیفہ اول کے خلاف لوٹ پوٹ کرنے کے واسطے صلاحیں اور مشورے فساد انگیز کرتے تھے اور فساد و فتنے اٹھانا چاہتے تھے۔ حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ان کی اس نشست و برخاست سے مکدر ناخوش تھیں، لیکن بسبب کمال حسن خلق کے ظاہر ان سے نہیں فرماتی تھیں کہ ہمارے گھر مت آئو۔ عمر بن خطاب جب یہ حال دیکھا تو اس گروہ سے دھمکا کر کہا کہ میں اس گھر کو تم پر جلادوں گا کہ پھر نہ آنے جانے پائو اور خصوصیت جلانے کی اس تہدید میں موافق حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسی سے مستنبط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کوجو جماعت میں حاضر نہیں ہوتے تھے اور امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے ایسا ہی ارشاد فرمایا تھا کہ اگر یہ گروہ ترک جماعت سے باز نہ آئے تو میں ان کا گھر ان پر پھونک دوں گا اور چونکہ ابو بکر بھی امام نماز مقررکئے ہوئے حضرت پیغمبر کے تھے اور وہ لوگ ان کی امامت بحق کو ترک کرنا تجویز کرتے تھے اور رفاقت جماعت مسلمانوں کی اس امر میں نہیں کرتے تھے ۔پس یہ قول حضرت عمر کا بھی مشابہ قول پیغمبر کے ہے۔۔۔" (تحفۃ اثناعشریۃ (مترجم)، صفحہ606، 605، انجمن تحفظ ناموس اسلام، کراچی)

اعتراض نمبر4: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی ابو بکر سے ناراض تھیں

(راوی اماں عائشہ) بخاری، جلد5، صفحہ169

جواب: یہ مشہور مسئلہ باغِ فدک کا ہے جس کا تفصیلی جواب بارہا علمائے اہل سنت نے دیا ہے۔یہاں مختصراً اس اعتراض کا جواب دیا جاتا ہے۔بخاری کی وہ حدیث جس معترض نے حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا''أن فاطمة ابنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، سألت أبا بكر الصديق بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم، أن يقسم لها ميراثها، مما ترك رسول الله صلى الله عليه وسلم مما أفاء الله عليه فقال لها أبو بكر: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا نورث، ما تركنا صدقة، فغضبت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم، فهجرت أبا بكر، فلم تزل مهاجرته حتى توفيت، وعاشت بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ستة أشهر'' ترجمہ:حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضور علیہ السلام کے بعد حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ جو حضور علیہ السلام چھوڑ گئے ہیں جو اللہ عزوجل نے انہیں عطاکیا تھا، اس وراثت کو تقسیم فرمادیں۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم انبیاء علیہم السلام وراثت نہیں چھوڑتے ،ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔تو حضرت فاطمہ ناراض ہو گئیں اور انہوں نے حضرت ابو بکر کو چھوڑے رکھا یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی اور حضرت فاطمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعدچھ ماہ با حیات رہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، جلد4، صفحہ79، دار طوق النجاۃ، مصر)

یہاں یہ بات خاص قابل توجہ ہے کہ یہ الفاظ حضرت سیدہ کی زبان سے نہیں نکلے ہیں بلکہ یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اپنا ذاتی خیال ہے جس کو انہوں نے اپنے لفظوں میں بیان کیا ہے۔ یعنی حضرت ابو بکر کی شکایت کسی روایت میں حضرت سیدہ کی زبان سے ثابت نہیں ہے نہ کوئی حدیث کا راوی یہ کہتا ہے کہ ہم نے ابو بکر کی شکایت جناب سیدہ سے سنی ہے اور چونکہ ناراضگی دل کا فعل ہے اس لیے جب تک اس کو زبان سے ظاہر نہ کیا جائے دوسرے شخص کو اس کی خبر نہیں ہو سکتی ،البتہ آثار وقرائن سے دوسرے لوگ قیاس کر سکتے ہیں مگر ایسے قیاس میں غلطی ہو جانے کا بہت امکان ہے جیسا کہ ایک بار بہت سے صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خلوت نشینی سے یہ نتیجہ نکالا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے مگر جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تحقیق کی تو معلوم ہوا تو طلاق نہیں دی ہے۔

اسی طرح فدک کے معاملہ میں بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت سیدہ کی خاموشی اور ترک کلام سے یہ سمجھ لیا گیا کہ حضرت سیدہ ناراض ہیں حالانکہ یہ بات نہیں کہ ناراضگی ہی ترک کلام کا سبب ہو بلکہ یہ بھی ہو سکتاہے کہ اپنے والد گرامی کے حدیث سن کر وہ مطمئن ہو گئیں اس لیے پھر کبھی انہوں نے حضرت ابو بکر سے فدک کے معاملہ میں گفتگو نہیں کی اور حضرت سیدہ کے ناراض نہ ہونے کی ایک

واضح دلیل یہ بھی ہے کہ وہ برابر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے گھر کے سارے اخراجات لیتی تھیں اور ان کی بیوی اسماء بنت عمیس حضرت سیدہ کی تیمار داری کرتی تھیں اگر واقعی حضرت سیدہ ناراض ہوتیں تو ان کی اور ان کی بیوی کی خدمات وہ ہرگز قبول نہ فرماتیں۔

حضرت ابو بکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حضور علیہ السلام کا ارشاد فرمایا یہ بالکل صحیح تھاجسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت دیگر صحابہ و اہل بیت نے تسلیم کیا ہے۔ بخاری ومسلم میں حضرت مالک بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجمع صحابہ جن میں‌حضرت عباس ،حضرت عثمان ،حضرت علی ، حضرت عبد الرحمان بن عوف ،حضرت زبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم موجود تھے ۔حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب کو قسم دے کر فرمایا کہ کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے؟ تو سب نے اقرار کیا کہ ہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے ۔حدیث شریف کے اصل الفاظ یہ ہیں'' انشدکم باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض ھل تعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لانورث ماترکنا صدقۃ قالو قد قال ذلك فاقبل عمرعلی علی وعباس فقال انشدکم کما باللہ ھل تعلمان ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قد قال ذلك قالا نعم''ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ لوگوں کو خدائے تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم جو چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ بے شک رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے۔ پھر وہ حضرت علی و بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں آپ کو خدائے تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے انہوں نے کہا کہ ہاں حضور نے ایسا فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، جلد4، صفحہ79، دار طوق النجاۃ، مصر)

ان احادیث کریمہ کے صحیح ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ خلافت آیا اور حضور کا ترکہ خیبر اور فدک وغیرہ ان کے قبضہ میں ہوا اور پھر ان کے بعد حسنین کریمین وغیرہ کے اختیار میں رہا مگر ان میں سے کسی نے ازواج مطہرات ،حضرت عباس اور انکی اولاد کو باغ فدک وغیرہ سے حصہ نہ دیا۔ لہٰذامانناپڑے گا کہ نبی کے ترکہ کی وراثت جاری نہیں ہوتی ورنہ یہ تمام بزرگوار جو رافضیوں کے نزدیک معصوم اور اہلسنت کے نزدیک محفوظ ہیں حضرت عباس اور دیگر ازواج کی حق تلفی نہ جائز رکھتے۔

جب حضرت ابو بکر صدیق نے حدیث رسول پر عمل کیا تو ان پر الزام کیسا ؟جبکہ یہ روایت کہ حضرات انبیاء کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے رافضیوں کی معتبر کتابوں سے ثابت ہے جیسا کہ اصول کافی باب العلم و التعلم میں ہے ''عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی للہ تعالی علیہ وسلم ان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثودینارا ولا درھما ولکن اور ثو العلم فمن اخذہ منہ اخذ بحظ وافر''ترجمہ:ابو عبدا للہ حضرت امام جعفر علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ علمائے دین انبیاء کے وارث ہیں اس لیے کہ انبیاء کرام کسی شخص کو درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے۔تو جس شخص نے علم دین حاصل کرلیا اس نے بہت کچھ حاصل کرلیا۔

اور اسی کتاب اصول کافی کے باب صفۃ العلم میں ہے ''عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذالك ان الانبیاء لم یورثو درھما ولا دینارا وانما اورثو احادیث من احادیثھم فمن اخذہ بشیء منہ فقد اخذ حظا وافرا''ترجمہ:حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ علمائے کرام انبیائے عظام کے وارث ہیں اور یہ اس لئے کہ حضرات انبیائے کرام نے کسی کو درہم و دینار کا وارث نہیں بنایا انہوں نے تو صرف اپنی باتوں کا وارث بنایا۔ تو جس شخص نے ان کی باتوں کو حاصل کر لیا اس نے بہت کچھ حاصل کیا۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رافضیوں کے نزدیک معصوم ہیں اور اہل سنت کے نزدیک محفوظ ہیں ان کی روایتوں سے بھی ثابت ہو گیا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی میراث صرف علم شریعت ہی ہے وہ درہم و دینا اور مال اسباب کا کسی کو وارث نہیں بناتے اور جب یہ بات رافضیوں کی روایات سے بھی ثابت ہے تو پھر سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میراث تقسیم نہ کرنے کے سبب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فدک کے غصب کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت التجا کے ساتھ اپنی پوری جائیداد حضرت سیدہ کو پیش کی جیسا کہ رافضیوں کی معتبر کتاب حق الیقین میں ہے کہ حضرت سیدہ فاطمۃ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فدک کا مطالبہ کیا تو انہوں نے حدیث رسول ''لا نورث ما ترکناہ صدقۃ'' کے سنانے کے بعد بہت معذرت کی اور کہا کہ"اموال و احوال خود از تو مضائقہ نمی آں چہ خواہی بگیر تو سیدہ است پدر خودی و شجرہ طیبہ از برائے فرزنداں خود انکار فضل تو کسے نمی تواند کرد و تو حکم تو نافذ ست در اموال من امادر اموال مسلماناں مخالف گفتیہ پدر تو نمی توانم کرد"ترجمہ:میرے جملہ اموال و احوال میں آپ کو اختیار ہے آپ بلا روک ٹوک لے سکتی ہیں اور آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے سردار ہیں اور آپ کے فرزندوں کیلئے شجرہ مبارکہ میں آپ کی فضیلت کا کوئی انکار نہیں کرسکتا اور آپ کا حکم میرے تمام مالوں میں نافذ ہے۔ لیکن مسلمانوں کے مالوں میں آپ کے والد ماجد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کی مخالفت میں نہیں کر سکتا۔ (حق الیقین ملا مجلسی، صفحہ 231)

ان تمام شواہد سے خوب واضح ہو گیا کہ انبیائے کرام کے ترکہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی اسی لئے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدہ کو باغ فدک نہیں دیا نہ کہ بغض وعداوت کے سبب جیسا کہ رافضیوں کا الزام ہے ۔اس لئے کہ اگر حضرت سیدہ سے ان کو دشمنی تھی تو ازواج مطہرات کو حضور کے ترکہ سے حصہ پہنچتا تو ان سے اور ان کے متعلقین سے کیا عداوت تھی کہ

ان سب کو محروم المیراث کر دیا جبکہ حضرت عائشہ صدیقہ ان کی صاحبزادی بھی ازواج مطہرات میں سے تھیں بلکہ حضرت عباس حضور کے چچا اور حضرت ابو بکر کے ابتدائے خلافت میں ان کے مشیر تھے جن کو تقریبا نصف ترکہ ملتا وہ کس دشمنی کے سبب وراثت سے محروم ہوئے؟لہٰذا ماننا پڑے گا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد رسول ''لا نورث ماترکنا صدقة ''کے سبب حضرت سیدہ کو باغ نہ دیا کہ حدیث پر عمل لازمی تھا۔اس لئے کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت سیدہ کو خوش کرنے کے لئے انہیں حدیث کو پس پشت ڈال دینا چاہئے تھا اور ارشاد رسول پر عمل نہیں کرنا چاہیے تھا۔

اعتراض نمبر5:ابو بکر کا ایمان اور ابلیس کا ایمان برابر ہے(امام ابو حنیفہ)

(تاریخ البغداد،جلد3،صفحہ373)

جواب:یہ حوالہ تحریف کے ساتھ دیا گیا ہے۔ لکھا یہ تھا کہ ابلیس اور حضرت ابو بکر صدیق کا ایمان ایک ہے۔لیکن مکار جھوٹے شیعہ نے لکھ دیا کہ ابو بکر اور ابلیس کا ایمان برابر ہے۔اصل پوری عبارت یوں ہے ''أبو إسحاق الفزاری یقول: سمعت أبا حنیفة، یقول: إیمان أبی بکر الصدیق، وإیمان إبلیس واحد، قال إبلیس: یا رب، وقال أبو بکر الصدیق: یا رب ''ترجمہ: ابو اسحاق فزاری کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ۔وہ کہتے ہیں: ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابلیس کا ایمان ایک ہے۔ابلیس نے کہا ''یارب'' اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کہا''یارب''

(تاریخ بغداد،جلد15،صفحہ502،دار الغرب الإسلامی،بیروت)

یعنی اس میں یہ کہا جارہا ہے کہ ابلیس بھی ان چیزوں پر ایمان لایا تھا جن پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے تھے اگرچہ ابلیس کا ایمان حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثل نہیں تھا۔حضرت ابو بکر صدیق کا ایمان کامل تھا۔دراصل کتب عقائد میں یہ مسئلہ مشہور و معروف ہے کہ نفس ایمان میں سب برابر ہوتے ہیں ،البتہ بعض کا ایمان کامل ہوتا ہے اور بعض کا کمزور۔یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری جگہ فرمایا کہ میرا ایمان جبرائیل کی طرح ہے نہ کہ جبرائیل کی مثل چنانچہ البحرالرائق میں ہے ''نقل عن الإمام الأعظم رضی اللہ عنہ أنه قال إیمانی کإیمان

جبريل عليه السلام ولا أقول: إيماني مثل إيمان جبريل ''حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا گیا کہ انہوں نے فرمایا: میرا ایمان جبرائیل علیہ السلام کے ایمان کی طرح ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میرا ایمان جبرائیل علیہ السلام کے ایمان کی مثل ہے۔

(البحرالرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الطلاق، باب الفاظ الطلاق، جلد3، صفحہ310، دار الکتاب الإسلامی)

اعتراض نمبر6: عمر کا بیان کہ موجودہ قرآن تحریف شدہ ہے۔

(تفسیر درمنثور، صفحہ104، تفسیر التقاق، صفحہ88)

جواب: یہ صریح جھوٹ وبہتان ہے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کچھ نہیں فرمایا۔ تفسیر درمنثور میں یہ عبارت موجود نہیں اور تفسیر التقاق پتہ نہیں کونسی ،کس مسلک کی کتاب ہے؟لیکن جاہل گستاخ معترض کا دعویٰ ہے کہ یہ سب کتب اہل سنت کی معروف کتب ہیں۔

اعتراض نمبر 7: معاویہ نے عائشہ کے بھائی کو قتل کیا جس پر عائشہ نے معاویہ پر ہر نماز میں لعنت کی۔

(تاریخ طبری، جلد2، صفحہ689)

جواب: اس میں الزام لگانے والے نے اپنے بغض کا ثبوت دیا ہے اور تحریف کے ساتھ عبارت پیش کی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی حضرت محمد بن ابی بکر کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہید نہیں کیا تھابلکہ ان کے متعلق مختلف روایتیں ہیں ایک روایت میں ہے حضرت معاویہ بن خدیج نے شہید کیا نہ کہ معاویہ بن سفیان نے اور ایک روایت میں ہے حضرت عمر و بن عاص نے شہید کیا اور ایک روایت میں ہے وہ خودجنگ کے دوران شہید ہوئے ۔یہ تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت علی المرتضی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اختلاف کے مابین کئی صحابہ و تابعین دونوں طرفوں سے شہید ہوئے تھے ،یہ سب اجتہادی خطا تھی جس پر کلام کرنے سے علماء نے منع فرمایا ہے۔

پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہر نماز کے بعد حضرت امیر معاویہ پر لعنت نہیں کرتی تھیں بلکہ تاریخ طبری کے الفاظ یہ ہیں'' تدعو علی معاویة وعمرو ''ترجمہ:معاویہ اور عمرو بن عاص کے خلاف دعا کرتی تھیں۔ (تاریخ الطبری، جلد5،صفحہ105،دار التراث،بیروت)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نماز کے بعد دعا مانگنا اسی روایت میں ہے جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضرت محمد بن ابی بکر کو حضرت معاویہ بن خدیج نے شہید کیا تھا جبکہ دوسری روایات جس میں یہ ذکر ہے کہ ان کو شہید حضرت معاویہ بن خدیج نے نہیں کیا تو اس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دعامانگنے کا بھی ذکر نہیں ہے۔ چنانچہ اسی تاریخ طبری میں اگلی روایت یوں لکھی ہے ''وأما الواقدی فإنه ذکر لی أن سوید بن عبد العزیزحدثه عن ثابت بن عجلان عن القاسم بن عبد الرحمن أن عمرو بن العاص خرج فی أربعة آلاف فیهم معاویة ابن خدیج وأبو الاعور السلمی فالتقوا بالمسناة فاقتتلوا قتالا شدیدا حتی قتل کنانة بن بشر بن عتاب التجیبی ولم یجد محمد بن أبی بکر مقاتلا فانهزم فاختبأ عند جبلة بن مسروق فدل علیه معاویة بن خدیج فأحاط به فخرج محمد فقاتل حتی قتل''باقی والدی کے حوالے سے ہے کہ عمرو بن عاص چار ہزار کا لشکر لے کر نکلے جس میں معاویہ ابن خدیج،ابوالاعور سلمی بھی تھے۔ تو یہ مسناۃ مقام پر ملے اور شدید جنگ ہوئی یہاں تک کنانہ بن بشر بن عتاب قتل ہوئے اور محمد بن ابی بکر مقتولین میں پائے نہیں گئے۔محمد بن ابی بکر وہاں سے بھاگے اور جبلہ بن مسروق کے پاس جاکر چھپ گئے ،معاویہ بن خدیج نے اس کی نشاندہی کی اور ان کا احاطہ کرلیا۔ پھر محمد بن ابی بکر باہر نکلے لڑے یہاں تک کے شہید ہوگئے۔

(تاریخ الطبری، جلد5،صفحہ105،دار التراث،بیروت)

اس روایت میں یہ صراحت نہیں کہ حضرت محمد بن ابی بکر کو کس نے شہید کیا کیونکہ وہ جنگ کے دوران لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔اب جب دونوں قسم کی روایتیں ہیں تو اس میں زیادہ صحیح روایت کونسی اس کی وضاحت'' الثقات'' میں محمد بن حبان الدارمی (المتوفی354) نے کردی کہ محمد بن ابی بکر کو

معاویہ بن خدیج نے شہید نہیں کیا تھا یہ زیادہ صحیح ہے چنانچہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سیرت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''ولی علی محمد بن أبي بكر مصر وصار إليه عمرو بن العاص فاقتتلوا فانهزم محمد بن أبي بكر فدخل خربة فيها حمار ميت فدخل جوفه فأحرق في جوف الحمار وقد قيل إنه قتل بالمعركة قتله معاوية بن خديج والأول أصح وقد قيل إنه قتله عمرو بن العاص '' یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محمد بن ابی بکر کو مصر کا والی مقرر کیا اور عمرو بن عاص ان کے طرف بڑھے اور دوونوں گروہ کی جنگ ہوئی۔ محمد بن ابی بکر بھاگ کر ایک غار میں داخل ہوئے جہاں مردار گدھے پڑھے تھے ۔وہ ایک گدھے کی کھال میں داخل ہوگئے تواس کھال کو جلا دیا گیا۔ کہا گیا کہ جنگ کے دوران حضرت معاویہ بن خدیج نے انہیں شہید جبکہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ حضرت عمرو بن عاص نے انہیں شہید کیا۔

(الثقات،باب المیم،جلد3،صفحہ368،دائرۃ المعارف العثمانیۃ بحیدر آباد الدکن الہند)

جب زیادہ صحیح روایت یہی ہے کہ حضرت معاویہ بن خدیج نے محمد بن ابی بکر کو شہید نہیں کیا تو حضرت عائشہ صدیقہ کا معاویہ اور عمرو بن عاص کے خلاف دعا کرنے والی روایت کو نہیں لیا جائے گا۔

ختم نبوت کا دھرنا
حقائق ونتائج
کی روشنی میں

پیشکش: صدائے قلب

28 نومبر 2017ء

عاشق رسول دینی جماعتوں کا ایک معقول مطالبہ: اسلام آباد فیض آباد(نومبر2017)کے دھرنے والے عاشقان رسول کا ایک سادہ سا معقول، شرعی اور قانونی مطالبہ تھا کہ جس نے ختم نبوت جیسے قطعی اجماعی و آئینی مسئلہ پرڈاکہ ڈالا اور قادیانیوں کے لیے راہ ہموار کی اسے سامنے لایا جائے اور اس کی پہلی کڑی وزیر قانون زاہد حامد کو مستعفی کیا جائے کہ جس کی بہرحال کوتاہی ضرور ہے۔ ان علماء کرام کی صداقت و شرافت کا اس بات سے اندازہ لگائیں کہ جس موقف پر پہلے تھے آخر تک اسی پر ڈٹے رہے، نہ آپریشن کے دوران بھاگے اور نہ اس وقت مطالبات میں اضافہ ہی کیاجب پوری قوم ان کے ساتھ کھڑی ہو چکی تھی۔

سیاستدانوں کے جھوٹ اورنااہلی کا ثبوت:سیاستدانوں نے پہلے اس حلف نامہ میں ترمیم پر کوئی کلام نہ کیا، بلکہ حیلے بہانے سے اسی کو درست ٹھہراتے رہے، لیکن جب معاملہ عام ہوا تو سب نے عجیب و غریب انداز میں صفائیاں دینا شروع کردیں۔ کسی نے کہا کہ کاغذات کا اتنا پلندہ تھا کہ پڑھنے کا موقع نہ ملا وغیرہ۔ زبانی سیاستدانوں نے یہ کہنا شروع کردیا کہ ہمارا ختم نبوت پرایمان ہے لیکن عملی طورپر ذرا بھی کام نہ کیا۔بلکہ وہ عمران خان جو نواز شریف کی چھوٹی چھوٹی باتوں پرتنقید کرتا ہے اس مسئلہ میں اس نے ذرا سی بھی لب کشائی نہ کی۔ وجہ یہ ہے کہ عمران خان خود سیکولر شخص ہے،اگر اس کی حکومت آئی تو یہ زیادہ بے دینی پھیلائے گا۔ پی ٹی آئی کے بعض لیڈرجو ختم نبوت کے حق میں بولتے ہیں یہ اپنے طور پر بولتے ہیں ،ان کو عمران خان کے نظریات کا صحیح علم نہیں۔ دھرنے میں موجود لوگوں کے بارے میں احسن اقبال نے پہلا جھوٹ بولا کہ دھرنے میں چند لوگ ہیں،جبکہ وہ ہزاروں میں تھے۔دوسرا بہتان عظیم یہ باندھا کہ دھرنے والوں کو انڈیا سے سپورٹ مل رہی ہے، حالانکہ ایسا کچھ ثابت ہوا نہ ہو سکتا تھا کہ اہل سنت کی یہ وہی جماعت ہے جس نے مسلمانوں کے ہندوؤں سے الگ قوم ہونے کا فتوی دے کر بنیوں سے علیحدہ پاک وطن بنانے کی سعی کی تھی اور امام احمد رضا کے شہزادے مولانا مصطفی رضا خان، مولانا نعیم الدین مراد آبادی اور پیر جماعت علی شاہ وغیرہ کثیر علما کی سرکردگی میں سنی کانفرنسیں

کر کے لاکھوں لوگوں کو پاکستان کے حق میں جمع کیا تھا۔ یہ ایک پرامن و محب وطن جماعت ہے جو گمراہ مولویوں کی طرح مسلمانوں کے ساتھ جہاد کرنے کی حامی نہیں، بلکہ اسی جماعت نے دہشت گردوں کے خلاف آواز اٹھائی ، سینکڑوں مفتیان اہلسنت کی تصدیق کے ساتھ مفتی سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے خوش کش حملہ حرام ہونے پر فتوی دے کرخود اپنی جان قربان کی۔ پھرجب ہزاروں پولیس والے ان "چند لوگوں" (بقول وزیر داخلہ) کو ہٹانے میں ناکام رہے تو احسن اقبال نے دوسرا جھوٹ بولا کہ ان کے پاس آتشیں اسلحہ تھا اس لیے پولیس والوں کو واپس بلایا گیا۔ جبکہ ان نہتوں بے چاروں کے پاس سے کوئی پستول تک نہ نکلا۔تیسرا جھوٹ یہ بولا کہ آپریشن کے دوران کوئی شخص قتل نہیں ہوا، حالانکہ پوری دنیا نے میڈیا پر پولیس کی فائرنگ ،لاٹھی چارج کو دیکھا اور بعد میں بے چارے دھرنےوالوں نے پولیس والوں کے چلائے ہوئے کارتوسوں کے خولوں سے بھرے ہوئے توڑے اکٹھے کیے۔ سوشل میڈیا پر اب بھی وہ کلپ دیکھے جاسکتے ہیں جس میں دھرنے میں کئی شہدا کی نماز جنازہ پڑھی گئیں۔

میڈیا کی قلا بازیاں:میڈیانے پہلے پہل اس دھرنے کو ایسے نظرانداز کرتے ہوئے عوام سے چھپایا جیسے انسان اپنا گناہ چھپاتا ہے۔یہ میڈیا کاکوئی نیا کام نہیں ممتاز قادری رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ کو بھی اس نام نہاد حق گو آزاد میڈیا نے یونہی نظرانداز کیا تھا۔یہ میڈیا پیسے لے کر یا اپنے ذاتی مفاد کے لیے سیاسی قسم کی شخصیات کوکوریج دیتا ہے، غریب مولویوں کو کسی خاطر میں نہیں لاتا۔ جب فیض آباد دھرنے کاآپریشن ہونے لگا تومیڈیا نے تماشے کے طور دھرنے والوں کے خلاف اور حکومت کے حق میں خبریں دینا شروع کیں۔ آپریشن شروع ہوتے ہیں میڈیا کی پہلی خبر وں میں یہ بات مشہور ہوئی کہ پولیس نے کامیابی حاصل کرلی ہے، کنٹرول سنبھال لیا ہے، بلکہ اسٹیج پر بھی قبضہ کرلیا ہے۔ دھرنے کے کیمپ پولیس والوں نے جلائے لیکن میڈیانے یہ کہا کہ خود دھرنے والوں نے اپنے کیمپ جلائے ہیں۔ پھر میڈیا نے یہ کہا کہ دھرنے والوں کے پاس آنسو گیس بھی تھی جبکہ یہ صریح جھوٹ ہے ۔دھرنے والوں کے پاس فقط چند ماسک تھے اور کچھ نہ تھا۔ کسی ایک بھی کلپ میں یہ نہیں دیکھا گیا کہ دھرنے میں سے

کوئی پولیس پر شیلنگ کررہاہو۔ ہاں جو پولیس شیلنگ کرتی تھی بعض لوگ اسے ہی واپس پولیس پر پھینک دیتے تھے۔ آپریشن کے رد عمل کے طور پر پورے ملک میں عوام جب سڑکوں پر آ گئی تو میڈیا نے فورا پینترا بدلہ اور عوام کی حمایت حاصل کرنے کے لیے حکومت کے خلاف اوردھرنے کے حق میں بولنا شروع ہوگئے۔ جب حکومت اوردھرنے والوں کا باہمی معاہدہ طے ہوگیا تو پھر میڈیا دوبارہ اپنی دوغلہ پالیسی پر آگیااور پھرمذہبی لوگوں پر آہستہ آہستہ تنقید شروع کر دی۔ سب سے پہلے اسلام دشمن اورمرزائیت نواز چینل جیوGeo نے جھوٹ بولا کہ علامہ خادم حسین رضوی صاحب نے معاہدہ کی شرائط پریس کانفرنس میں بیان کیں لیکن جب انہیں پتہ چلا کہ یہ لائیو نہیں چل رہا تو برہم ہوگئے اور کہا کہ سب چینل والوں کو پکڑ لو، جب تک یہ لائیو کوریج نہیں کرتے ان کو جانے نہیں دینا۔ جیو کے اینکرنے اپنے چینل پر صریح جھوٹ بولا کہ میڈیاوالوں کو انکے حصار سے رینجر نے چھڑایا۔جبکہ ویڈیو کلپ میں نے خود دیکھا جس میں علامہ خادم رضوی صاحب لائیو کوریج نہ دے کر عوام کو حقائق سے آگاہ نہ کرنے پرناراض ضرور ہوئے لیکن فوراً فرمادیا کہ جن چینل والوں نے ہمارے بارے میں خبریں دیں اور جس نے نہ دیں سب کا بھلا ہو۔ اس کے بعد انہوں نے واضح طور پر کہا کہ یہ میڈیا والے ہمارے مہمان ہیں انہیں کچھ نہ کہا جائے۔ دھرنا ختم ہونے کےبعد میڈیا کو دھرنے کے حوالے سے ایک نیا موضوع مل گیا تا کہ ایک دو دن اس پر مختلف انداز سے بحث کرکے ان کی روزی روٹی چل سکے۔ البتہ اس بات کی سمجھ انہیں خوب ہے کہ یہ رزق کس کی حمایت سے وابستہ ہے۔ بے چارے مولویوں نے انہیں کیا دینا، یا ان کا کیا کر لینا ہے۔

قانون والوں کے غیر قانونی فیصلے: چاہیے تو یہ تھا کہ ہائیکورٹ یا سپریم کورٹ آئین و قانون کے محافظ ہونے کا منصبی فریضہ ادا کرتی اور ختم نبوت ایسے نازک قانون میں کانٹ چھانٹ کرنے والوں کے بارے میں سوموٹو ایکشن لیتی لیکن بدقسمتی سے معاملہ اس کے برعکس ہوا۔ مذہبی لوگوں نے پکا محب وطن و غلام رسول ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے جب احتجاج کیا تو ہائیکورٹ کے جسٹس شوکت صدیقی اور

سپریم کورٹ کے قاضی فائز عیسی نے عاشق رسول دینی جماعتوں سے اپنے دیرینہ بغض کے سبب عجیب و غریب نامعقول باتیں کیں۔ پہلے دھرنے کو بغیر سوچے سمجھے غیر قانونی قراردیا اورفوراجگہ خالی کروانے کا کہا اوردلیل یہ دی کہ عوام پریشان ہے۔ جناب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ عمران خان کا دھرنا دینی نہیں سیاسی تھا اور کئی مہینے رہا،پورے ملک کا نظام تباہ ہوگیا،ساری عوام پریشان تھی لیکن اس وقت قانون کو یہ سب عین قانون کے مطابق لگا اور کسی سوموٹو کی حاجت تو دور کی بات درخواستوں پر بھی کچھ فیصلہ نہ دیا۔ لیکن آئین و قانون کی حفاظت و حمایت میں دیا جانے والا ختم نبوت کا دھرنا غیر قانونی اور غیر اخلاقی قرار دیا، اور انسانی حقوق کے عالمی قانون کی خلاف ورزی کر کے یزیدیت کا ثبوت دیتے ہوئے دھرنے والوں کا کھانا،پانی بند کرنے کا حکم صادر فرما دیا۔ یہاں تک بغیر تحقیق کے دھرنے والوں کے پاس اسلحہ ہونے کا بھی کہہ دیا،(حالانکہ ٹی وی چینلز پر سب نے دیکھا کہ فوجی دستہ معاہدے کے بعد دھرنے میں گیا اور ایک پستول تک بھی برآمد نہیں ہوا۔) دھرنے میں شریک علما کو خلافِ شرع کام کرنے والا قراردیا۔ جیسے یہ جسٹس صاحب خود تو بہت پابند شرع اور ختم نبوت کے ڈاکہ پر بڑی غیرت ایمانی والے ثابت ہوئے ہیں۔ المختصر حکومت کو آپریشن کے ظلم پر ججز نے خوب ابھارا۔ جب حکومت اورمذہبی راہنماؤں کا معاہدہ طے پاگیا تو جسٹس شوکت صاحب کو اس پر بھی اعتراض ہو ا کہ معاہدہ کیوں ہوا؟ اس پر طرہ یہ کہ جناب نے خود کو ناموس رسالت کا سپاہی ثابت کر کے ختم نبوت والوں کو بغیر کسی دلیل کے فوج کی سازش قراردے دیا۔ پھر انہیں اس بات کی بھی بہت تکلیف ہوئی کہ دھرنے والوں نے فوج کا شکریہ کیوں ادا کیا؟مزید جسٹس موصوف نے ختم نبوت کے دھرنے کو آپریشن ردالفساد کا حصہ قرار دیا اور اپنی ان باتوں کی وجہ سے بعض تجزیہ کاروں کی سخت تنقید کا بھی شکار ہیں۔ حیرت ہے ان ججز پر کہ دعوی عشق رسول کا کرتے ہیں اور آئین و قانون کے لٹیروں کے حق میں بولتے ہوئے مذہبی لوگوں پر تنقید کرتے ہیں

تمہارا شہر، تمہی مدّعی، تمہی مُنصف مجھے یقین ہے میرا ہی قصور نکلے گا

سرکاری دین فروش مولویوں کی منافقت: ہمیشہ کی طرح اس بار بھی دیوبندی، وہابی مکتبہ فکر نے اپنے ڈپلومیٹک کردار کا مظاہرہ کیا۔ پہلے جہاد،ناموس رسالت اور ختم نبوت کے نام پر لوگوں سے پیسے بٹورتے رہے جب ختم نبوت پر حملہ ہوا تو بجائے احتجاج کرنے کے الٹا حکومت کے حمایتی بن گئے۔ پہلے وہابیوں کے امیر ساجد میرنے کہا کہ ختم نبوت کے متعلق ترمیم نہیں ہوئی مولوی ایسے ہی لگے ہیں، حتی کہ اس مسئلہ پر مناظرے کا چیلنج دے دیا۔ جب علامہ اشرف آصف جلالی صاحب نے مناظرہ قبول کرلیا تو ساجد میر صاحب کو سانپ سونگھ گیا۔ یونہی ہر حکومت کو کرایہ پر بہم مہیا ہونے والے جناب فضل الرحمٰن صاحب بھی حکومت کے حمایتی بنے رہے۔ جب ساری عوام ختم نبوت پر نکلی اور دیوبندی وہابیوں کو ان کے ہم مذہبوں نے لعن طعن کی تو ان کے بعض مولویوں نے اپنا مذہب بچانے کے لیے دو تین ویڈیو کلپ بنا کر جان چھڑائی۔ مفتی نعیم جو پہلے دھرنے والوں کو انتشار پھیلانے والے فرما رہے تھے ، عوام کے روڈ پر آتے ہی جناب حکومت کے خلاف اور دھرنے والوں کے حق میں بولنا شروع ہو گئے۔ دیوبندی مولوی طاہر اشرفی صاحب جو پہلے ایک وٹس ایپ میسج میں اپنے دیوبندیوں کی پراسرار خاموشی پر روتے رہے اور دھرنے والوں کی تائید کرتے رہے، جب عوام روڈ پر آئی تو اس نے یہ کہا کہ اس عوام میں سب سنی نہیں دیگر مکتبہ فکر کے لوگ بھی ہیں۔ یعنی دیوبندیوں کو بھی زبردستی دھرنے میں گھسا دیا جبکہ ساری دنیا جانتی ہے کہ دیوبندیوں کا مولوی طارق جمیل نواز شریف کی دل جوئی و اشک شوئی کو اس کے پاس پہنچا ہوا تھا۔ مزید موصوف نے 92 چینل پر کہا کہ حکومت کو چاہیے کہ فورا چاروں مسالک کے علما کو اکٹھا کرکے اس مسئلہ کو حل کرے۔ یہ جناب کی ایک چال تھی کہ پکی پکائی پر آبیٹھیں تاکہ کل کو ان کا ہم مسلک مؤرخ یہ لکھ سکے کہ دیوبندی مسلک نے نواز شریف کے دور میں ختم نبوت کے دفاع پر بہت کام کیا۔ اس گروہ کا یہ کوئی نیا کام نہیں، تاریخ پاکستان میں بھی انہوں نے یہی ہتھکنڈا استعمال کیا تھا۔پاکستان بنتے وقت یہ دیوبندی کانگریس کے ساتھ تھے اور قائد اعظم کو کافراعظم کہتے تھے لیکن

پاکستان بنتے ہی یہ پاکستان بنانے والے بن گئے اور سنی علما کہ جنہوں نے پاکستان بنایا انہیں نظر انداز کر دیا۔

عوام کا رد عمل: موجودہ دور میں حق و باطل کی تمیز مل جانا اللہ عزوجل کی بہت بڑی نعمت ہے۔ عوام کی اکثریت نے یہ ثابت کر دیا کہ آج بھی ان کے دلوں میں عشق رسول کا دریا موجزن ہے۔ ایک مسلمان چاہے بے عمل ہو بے شرم نہیں کہ ختم نبوت اور ناموس رسالت ایسے معاملے پر بھی خاموش رہے۔ لیکن وہ سادہ لوح جو بے دین میڈیا کی چکنی باتوں میں آجاتے ہیں، یا وہ لوگ جنہیں عیش خواہی نے حق و باطل کی تمیز سے اندھا کر دیا، یونہی سیکولر اور لبرل قسم کے لوگوں نے اس حوالے سے عجیب قسم کی باتیں کیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آہستہ آہستہ ہماری عوام کو سیکولر ازم اور لبرل ازم کی دیمک کھا رہی ہے۔

نتائج: ختم نبوت کے اس دھرنے نے ذی شعور لوگوں کے سامنے یہ واضح کر دیا کہ سیاستدانوں اور میڈیا اینکرز میں دینی سوچ بہت کم ہے۔ دیوبندی وہابیوں کی حقیقت بھی عوام کے سامنے عیاں ہے کہ یہ صرف جہاد کے نام پر چندے ہی کھاتے اور اہل سنت کو مشرک و بدعتی ٹھہرا کر خود کو قرآن اوراحادیث پر عمل پیرا ہونے کا دعوی ہی کرتے ہیں عملی طور پر یہ موقع پرستی کرتے اور بے دینوں کے ساتھ مل کر ان کی کرتوتوں پر پردہ ڈالتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ دینی جماعتوں کا میڈیا، سیاستدانوں اور بدمذہبوں کے شر سے بچنا بہت مشکل امر ہے۔ الزام تراشیوں میں دہشت گرد، فسادی اور شدت پسند ہونے کا الزام سر فہرست ہے۔ مذہبی تحریکوں کے کارکن گرفتار کرنا، ان کے ذمے داران پر مختلف نوعیت کے مقدمات کروانا، ان پر پابندی لگانے کی کوشش کرنا یہ سب ان کی اولین ترجیحات میں سے ہے۔ اس طرح اہلسنت کا کام روک کر مختلف حکومتی شعبوں میں یہ موقع پرست بدمذہبوں کو آگے لے آتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کی بعض تحریکیں ختم نبوت، ناموس رسالت اور عقائد اہل سنت پر بیانات کر کے موقف سے متفق ہونے کے باجود کھل کر دھرنوں میں شرکت سے مجتنب رہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تحریک لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ختم نبوت پر دینی طور پر بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ممتاز قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جان ناموس رسالت پر قربان کر کے کفار اور لبرل لوگوں کی دست برد سے قانون ناموس رسالت محفوظ کیا اور ان کی قربانی سے بنا پانے والی تحریک لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قانون ختم نبوت پر ایسا کام کیا ہے کہ اب کوئی سیاسی لیڈر ختم نبوت کے مسئلہ میں ٹانگ اڑانے کا سوچے گا بھی نہیں۔ اب راقم کی رائے میں تحریک لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درج ذیل کام کرنے چاہییں:

☆اس وقت تمام اہل سنت کی تنظییں اور علماء و مشائخ اکٹھے ہیں جیسا کہ غازی ممتاز قادری کے جنازے پر جمع تھے، اب خوامخواہ کا کوئی باعث نفاق عنصر پیدا کر کے انہیں منتشر و متفرق نہ کیا جائے، اور مختلف دھڑوں کے بجائے پیار محبت سے ایک ہو کر اپنے مشترکہ اہداف پر کام کیا جائے۔ پاکستان میں گدی نشین سیاسی شخصیات جو دنیاوی سیاسی پارٹیوں کی نمائندگی میں اپنا وقت ضائع کررہے ہیں انہیں اس تحریک لبیک میں شامل کیاجائے۔جن سنی سیاسی تحریکوں کو تحریک لبیک کی سیاست سے جو تحفظات ہیں وہ دور کئے جائیں اور وسعت ظرفی کے ساتھ علاقے باہم تقسیم کر کے مشترکہ الیکشن لڑا جائے، کیونکہ ابھی تک اہل سنت کی کوئی بھی تحریک اس مقام پر نہیں پہنچی کہ پورے پاکستان میں سیاسی طور پر کثیر تعداد میں سیٹیں جیت جائے، ابھی بہت کام ہونے والا ہے۔ اگر تحریک لبیک کو سیاست کرنی ہے تو دیگر سنی تنظیموں پر بلاوجہ اعتراضات کرنے، انہیں دھرنے میں شریک نہ ہونے کے سبب گستاخ رسول وغیرہ کہنے کی بجائے ان پر بھی شفقت کرے۔ جب کسی کے کامل پیر،استاد یا محبوب شخص کے بارے میں لعن طعن کی جائے گی تو اس کے مریدین و محبین کیسے قریب آئیں گے؟

☆دوسرا اہم کام یہ کرنا چاہیے کہ پورے پاکستان کے مستند مفتیان کرام سے نواز شریف کے نظریات کے حوالے سے ایک فتوی لیا جائے جس میں نواز شریف کا قادیانیوں کو بھائی کہنے،ہندوں کے

مذہبی تہوار میں شریک ہوکر کفریات بکنے پر شرعی حکم پوچھنے کے ساتھ ساتھ یہ استفتاء کیا جائے کہ نواز شریف کو لیڈر بنانا اور اسے ووٹ ڈالنا کیسا ہے؟

☆علمائے کرام ختم نبوت پر عمران خان کی خاموشی اور دیوبندیوں وہابیوں کی فریب کاری عوام میں عام کریں تاکہ لوگ ان سے دور رہ کر ان کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔

☆لبرل لوگوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا،لیکن یہ اخلاقیات کو بہت ترجیح دیتے ہیں(اگرچہ خود بدتر غیر اخلاقی افعال جیسے زنا،بے حیائی ،ناچ گانے کے مرتکب ہوتے ہیں۔)یہ لوگ علماء کی جلالت کو غیر اخلاقی قرار دیتے ہیں ،علماء جو غیر شرعی افعال پر غصہ ہو کر کسی کو کمینہ،خبیث وغیرہ کہہ دیں تو یہ اس کی عوام میں تشہیر کرکے عام لوگوں کو بدظن کرنے کی کوشش کرتے ہیں ،لہٰذا علماء کی بارگاہ میں عرض ہے کہ بجائے یہ ثابت کرنے کہ اس طرح کی زبان استعمال کرنا درست ہے یہ کوشش کی جائے کہ ایسے الفاظ نہ بولیں۔تاکہ تحریک لبیک پر یہ لیبل نہ لگ جائے کہ یہ شدت پسند اور گالی گلوچ والی جماعت ہے۔

☆ دین کے کئی محاذ ہیں جن پر کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر صرف ایک دو محاذ پر لڑنے سے دیگر بدمذہبوں کے لیے رہ جائیں گے۔اس وقت اہل سنت جماعتوں کو چاہیے کہ مختلف شعبہ جات میں کام کریں، کوئی سیاست میں آئے ،کوئی تبلیغ کا کام کرے، کوئی بدمذہبوں اور دہریوں کا رد کرے، کوئی دینی کتب چھاپنے کا شعبہ سنبھال لے وغیرہ ، اور ایک شعبے میں کام کرنی والی جماعت دوسرے شعبے والوں پر تحکم نہ کرے کہ وہ ہمارے ساتھ مل کر کیوں نہیں چلتے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لبرل کو خون چاہیے

پیشکش: صدائے قلب

08 دسمبر 2017ء

عمران خان صاحب نے 29 نومبر 2017 کو یہ بیان دیا:"اس سے زیادہ خونی لبرل میں نے نہیں دیکھا،ان کو خون چاہیے،کیونکہ یہ ڈرون حملوں اور بمباری کی حمایت کرتے ہیں۔عمران خان نے کہا کہ ہماری جو ہیومن رائٹس کی ملکہ ہیں ان کے منہ سے ایک لفظ نہیں نکلتا۔ وہاں بمباری میں بچے، عورتیں مر رہے ہیں لبرل ہمارا چپ بیٹھا ہے۔

عمران خان صاحب نے کہا کہ لبرل وہ ہوتا ہے جس میں انسانیت ہوتی ہے، جس میں انسانی قدریں ہوتی ہیں، جو ہیومن رائٹس کی ویلیو کرتا ہے، جو انسانوں کو انسان سمجھتا ہے، جو انصاف کرنے والا ہوتا ہے چاہے اپنے خلاف بھی ہو۔ جو یہاں ہوا ہے فیض آباد میں، یہ کوئی عقل تھی کہ آپ ان پر چارج کر دیں۔ آپ ان کو مطمئن کریں۔ ان کو مطمئن کرنے کی بجائے جو احسن اقبال ہے اس کی ساری کوشش لگی ہوتی ہے کہ کسی طرح نواز شریف کی چوری بچ جائے بس۔"

سی این بی سی کو2011 میں انٹرویو دیتے ہوئے عمران خان نے کہاتھا:"میں بھی لبرل ہوں۔پاکستان کے فسادی مُلا یا ان کے پیروکار ناخواندہ اور نیم خواندہ لوگ لبرل ہونے کو لادین ہونے کے معنی میں لیتے ہیں جبکہ لبرل ازم کا لادین ہونے یا دین بیزار ہونے سے کوئی تعلق نہیں۔ میں خود اپنے آپ کو لبرل سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک لبرل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ انسان ہوں۔ لبرل کا کوئی بہترین معنی اگر آپ اردو میں کرنا چاہیں تو وہ متوازن یا میانہ رو ہے۔ اور میں اس لیے لبرل ہوں کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میانہ روی اختیار کرو اور حد سے نا بڑھو۔ یہ اصول آپ کی زندگی کے ہر شعبے پر لاگو ہوتا ہے حتٰی کے دین پر بھی۔"

عمران خان کے ان بیانات میں تین باتیں قابل غور ہیں:

1۔عمران خان کا خود کو لبرل کہناتمام پاکستانی مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ ایسا شخص پاکستان میں سیاست کے زور پر مسلمانوں پرمسلط ہوناچاہتا ہے جو خود کو برملالبرل کہتا ہے۔یہ عمران خان ابھی ملک کاوزیراعظم یا صدر نہیں بنا اورآئے دن اس کی کئی باتیں ایسی سامنے آتی ہیں جو غیرشرعی ہوتی

ہیں، کبھی جہنم کی آگ کو میانوالی کی گرمی سے ہلکا کہہ رہا ہوتا ہے ، کبھی کہتا ہے کہ80 فیصد داڑھی والے دو نمبر ہیں اوربقیہ20 فیصد مشکوک ہیں (حالانکہ ان کے والد صاحب کی بھی داڑھی تھی)،ناچ گانے کے بغیراس کا کوئی جلسہ نہیں ہوتا۔اب ہر مسلمان کو یہ جان لینا چاہیے کہ اگر یہ حکمران بن گیا تو سیکولرازم اورلبرل ازم عام کرے گا۔

2 ۔عمران خان کالبرل کی ایک خود ساختہ تعریف یہ کرنا کہ لبرل وہ ہوتا ہے جو میانہ روی والا ہو،بالکل غلط ہے۔لبرل کی یہ تعریف کسی اعتبارسے بھی درست نہیں۔اگرلبرل کا مطلب میانہ رو ہوتوپھرایک مسلمان اورلبرل میں کیا فرق رہ جائے گا؟

دراصل آٹھویں صدی عیسوی تک اس لفظ کا معنی ایک آزاد آدمی تھا۔بعد میں یہ لفظ ایک ایسے شخص کے لیے بولا جانے لگا جو فکری طور پر آزاد، تعلیم یافتہ اور کشادہ ذہن کا مالک ہو۔اٹھارھویں صدی عیسوی اور اس کے بعد اس کے معنوں میں خدا یا کسی اور مافوق الفطرت ہستی یا مافوق الفطرت ذرائع سے حاصل ہونے والی تعلیمات سے آزادی بھی شامل کر لی گئی، یعنی اب لبرل سے مراد ایسا شخص لیا جانے لگا جو خدا اور پیغمبروں کی تعلیمات اور مذہبی اقدار کی پابندی سے خود کو آزاد سمجھتا ہو۔

پاکستان میں موجود دیسی لبرل بھی خود کو مذہب سے آزاد سمجھتے ہیں، ان کا یہ وتیرہ ہے کہ ان کو صرف مذہب اسلام سے تکلیف ہے۔ ان کو یہودیت یا عیسائیت کے انتہائی متنازع عقائد تو قابل قبول ہیں تاہم اسلام کسی صورت قابل برداشت نہیں۔انہیں چرچ پرپورا دن گزارنے والے عیسائی اور پوری دنیا کو اپنے سے حقیر جاننے والے یہودی سے کوئی تکلیف نہیں، البتہ مسلمان کے 15 منٹ مسجد میں گزارنے کو فوراً وقت کا ضیاع قرار دے دیتے ہیں۔ان کودیگرمذاہب والے اپنی مذہبی حلیے میں جدت پسند اورمسلمان داڑھی میں شدت پسند لگتے ہیں۔پاکستانی میڈیا بالخصوص انگلش اخبارات کا مطالعہ کریں،ہر روز اسلام پر حملہ ایسے کیا جاتا ہے، جیسے دین ان کے گھر کی لونڈی ہو۔ ایسے جملے بھی پڑھنے کو مل جاتے ہیں، بقول ایک " سیکولر مفکر""اب ہمیں قرآن پاک سے اوپر ہو کر سوچنا چاہیے"(نعوذ باللہ)۔ اپنے

خودساختہ نظریات دوسروں پر تھوپنے والے سیکولر و لبرل دہشت گرد اسلام پر حملے کر کے مغرب کو تو خوش کر سکتے ہیں مگر وہ یہ بات بھول جاتے ہیں، مغرب کی طرف جا کر تو سورج بھی ڈوب جاتا ہے، بندہ کیا چیز ہے؟ پاکستانی میڈیا کا ایک بڑا حصہ انہی سیکولراورلبرل نظریات کے حامل لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں، جو پاکستان، اس کے عوام اور اسلام کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔اگر کوئی خاتون اپنی مرضی سے خود کو بے نقاب کرے اور ان نام نہاد مفکروں سے روابط استوار کرے تو سب اچھا، لیکن اگر وہی خاتون اپنی مرضی سے پردے کا اہتمام کرے تو وہ چھوٹے اور بوسیدہ مائنڈ بلکہ بسا اوقات دہشت گرد بھی قرار پاتی ہے۔ پھر جب یہ لبرل طبقہ کسی کی عزت و آبرو پر حملہ کرتے ہیں تو بڑے فخریہ انداز میں بتاتے پھرتے ہیں تاہم جب معاشرہ ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرے تو جل بھُن جاتے ہیں، اُس وقت "آزادی، ہر کسی کے لیے" جیسے نظریات کہاں چلے جاتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہماری ماؤں بہنوں کی عزت و آبرو محفوظ رکھے اور ان لبرل لوگوں کے فتنے سے محفوظ فرمائے۔شدت پسندانہ نظریات کے ساتھ ساتھ لادینیت کو روکنا بھی اتنا ہی ضروری ہے کیونکہ اگر مذاہب کی دیوار ہٹا دی جائے تو دنیا کا ہر انسان وحشی اور درندہ بن جائے گا۔

3۔عمران خان کی تیسری بات کہ لبرل خون چاہتے ہیں یہ بالکل درست ہے۔لبرل لوگوں کا حال اورماضی دیکھیں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ لبرل لوگ خون چاہتے ہیں بالخصوص مسلمانوں کا اوراگر یہ خون دیندارطبقے کا ہوتو یہ ان کے لیے سب سے زیادہ خوشی کا وقت ہوتا ہے۔ اس کی مثال فیض آباد میں جاری ختم نبوت کا دھرنا تھا کہ جب ان کے خلاف آپریشن ہوا تو سوشل میڈیا پر لبرل لوگ بہت خوش تھے ،اپنے کمنٹس میں گندی گفتگوکے ساتھ اس بات کے متمنی تھے کہ ان مولویوں کو خوب مار پڑے لیکن جب صورتحال الٹ ہوگئی اوربجائے قتل و غارت کے یہ مسئلہ افہام و تفہیم اور دینی جماعتوں کے حق میں ہوگیاتو لبرل لوگوں پر آسمان ٹوٹ پڑا۔پھرکیا ہونا تھا ہرسیکولر اورلبرل نے سوشل میڈیا پر دینی لوگوں کو دہشت گرد قرار دینا شروع کردیا اورپاک فوج کے خلاف زہر اگلنا شروع کردیا،جو تاحال

جاری ہے۔ ایک عام مسلمان بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ لبرل لوگوں کو شیطان کس طرح اپنے جال میں پھانس کر شیطانیت کو عام کرواتا ہے اور معاشرے میں بے دینی کے ساتھ ساتھ قتل و غارت کرواتا ہے۔

چند تاریخی حوالہ جات پیش خدمت ہیں جن میں ثابت کیا جاتا ہے کہ سیکولر ولبرل لوگوں نے کس طرح خون کی ندیاں بہائی ہیں:

☆تاریخ کے بدترین و سفاک دہشت گرد چنگیز اور ہلاکو مذہب سے بیزار مصدقہ لبرل تھے۔

☆ یروشلم اور ہیکل سلیمانی تباہ و برباد کر کے لاکھوں افراد کا قتال کرنے والے بخت نصر، سائرس اعظم روش کبیر اور رومی جرنیل ٹائٹس بھی لا دین اور لبرل تھے۔ ان ظالمین کا کسی بھی مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا۔

☆ زمانہ قبل مسیح میں انسانیت پر جبر کرنے والا شاہ بیلشفر، مذہب دشمن جرنیل ہولو فرنس اور عیسائیوں کو شیر چیتوں اور جنگلی کتوں کے سامنے ڈال کر لاشوں کی قندیلیں جلانے والا رومی شاہ نیرو بھی مذہب سے مکمل آزاد لبرل درندے تھے۔

☆ مذہب سے بغاوت کر کے عیاسئیوں کا قتل عالم کرنے والا وہ ہوگولینو بھی ایک کھلا سیکولر جرنیل تھا، جسے اس کے دو بیٹوں اور دو پوتوں کے ہمراہ گولانڈی بینار میں بند کر کے قید خانے کی چابیاں عیسائی کلیسا کے آرچ بشپ کے حکم پر دریا میں پھینک دی گئیں تھی۔ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ کلیسا نے مذہب کے دشمن سیکولروں کو بھوک اور پیاس میں اکیلے مرنے کی اذیت ناک سزا دی ہے۔

☆ سیکولرازم کے بھائی کیمونزم کے انقلاب روس اور انقلاب فرانس میں قتل عام کرنے والے بھی مکمل لا دین اور پکے لبرل تھے۔ 21 جنوری کو شاہ فرانس اور 16 اکتوبر کو ملکہ کی سزائے موت کے بعد 10 نومبر 1793ء کو خدائی عبادت کیخلاف باقاعدہ قانون کا پاس کیا جانا اس امر کا اعلان تھا کہ انقلابِ فرانس مذہب کے عنصر سے آزاد سیکولر ہے۔

☆ ترکی کو یہودی سازشوں نے سیکولرازم کی اندھی غار میں دھکیل دیااور مورخین لکھتے ہیں کہ ترکی کا کمال اتاترک ایک یہودن کا ہی بیٹا تھاجس نے اسلامی شعائر کو ترکی سے ختم کرنے کی بھرپور کوشش کی اور اذان و نماز تک کو ترکی زبان میں اداکرنے کا حکم صادر کیااور عربی رسم الخط کی بجائے رومن رسم الخط میں ترکی زبان کا لکھنالازم کردیااور کوشش کی کہ خلافت سمیت ہر وہ رسم و نشان مٹا دیاجائے جس سے اسلامی دور اور اسلامی شعائر کی تازگی اجاگر ہوتی ہو۔ان لبرل ترک حکمرانوں نے یہودیوں کو اس وقت بھی بہت سہولیات فراہم کیں جب وہ دنیاکے مختلف خطوں سے فلسطین میں منتقل ہوناچاہ رہے تھے ، "موساد"اسی زمانے کی ایک تنظیم ہے جسے بعد میں اسرائیل کی خفیہ اور بدنام زمانہ ایجنسی کانام دے دیاگیا۔اسرائیل کے قیام کے بعد 1949 میں ترکی پہلا مسلمان ملک تھاجس کے حکمرانوں نے اسرائیل کی ریاست کو تسلیم کرلیاتھا۔یوں یہ کہا جاسکتا ہے کہ لاکھوں فلسطینیوں کے خون میں ترک لبرل حکمرانوں کا بہت بڑاہاتھ ہے۔

☆احمد آباد سے لیکر کشمیر تک ریاستی دہشت گردی اور مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھانے والا عیار و مکار سیکولر بھیڑیا بھارت ہے۔

☆ملک شام میں 15مارچ2011کوایک بہت بڑامظاہرہ ہواجوریاست میں جاری خانہ جنگی کی بنیادہے۔عوام کاجائزمطالبہ تھاکہ نصف صدی سے زائد قابض پارٹی کااستبدادی و ظالمانہ اقتدارختم کیاجائے اورغیر قانونی اور غیراخلاقی صدر بشار الاسدریاست کے سب سے بڑے منصب سے مستعفی ہو جائیں۔ عوامی مظاہروں میں آنے والی بے پناہ شدت کے باعث" سیکولرازم"کے پروردہ حکمرانوں نے شام کے تمام بڑے شہروں میں اسرائیل سے شکست خوردہ افواج کو تعینات کیااور حکم دیا کہ اپنی عوام پر کھلے عام گولیاں چلاؤ۔یہ سیکولرازم کا پڑھایاہوا سبق ہے جومسلمانوں کے سیکولرحکمران اپنی قوم پر آزماتے ہیں۔ مغربی استعمار کی تربیت یافتہ افواج جوآج بھی مسلمان ممالک میں دورغلامی کی باقیات کی صورت میں موجود ہیں،ان تمام افواج کی یہ قدر مشترک ہے کہ دشمن کے سامنے ہتھیارڈال کر ہاتھ اٹھادیتے ہیں اور اپنی

ہی اقوام پر بندوقیں تان کر کھڑے ہوجاتے ہیں اور ہم وطنوں کے کشتوں پر پشتے لگاکر جشن فتح مناتے ہیں۔شام میں بھی وہاں کی سرکاری افواج اپنا یہی شرمناک کردار اداکرتی رہی ہیں۔

اقوام متحدہ اور دیگر آزاد ذرائع کے مطابق شام کا "سیکولر"حکمران اپنے اقتدار کے تحفظ کے لیے پچیس ہزار سے زائد ہم وطن افراد کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ چکاہے۔اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق اب تک ڈیڑھ ملین شہریوں کو ملک بدر بھی کیاجا چکاہے۔ملک سے نکالے جانے والے شہریوں کی اتنی بڑی تعدادنے اپنے قریب ترین ممالک عراقی کردستان،اردن،لبنان اور ترکی کی سرحدوں پر مہاجرین کی حیثیت سے پناہ لے رکھی ہے اور کسمپرسی کی حالت میں زندگی کے دن گزاررہے ہیں۔

☆ لبرل امریکہ کی گزشتہ ستر سالوں کی وحشت و بربریت کی انتہائی مختصر داستان بھی ملاحظہ ہو:

دوسری جنگِ عظیم کے اختتام پر امریکہ نے ایٹمی بربریت سے ہیروشیما اور ناگا ساکی میں چار لاکھ سے زائد لوگ ہلاک کر کے اپنے عالمی بدمعاش ہونے کا اعلان کیا ۔ پھر روس نے ایٹمی طاقت بن کر امریکی غلبے کو چیلنج کیا تو دنیا دو حصوں میں بٹ گئی، جسے کیمونزم اور کیپیٹل ازم کے ناموں سے معاشی نظام کی تقسیم کا نام دیا گیا۔ معاشی نظام کی یہی جنگ کروڑوں انسانوں کی موت اور کئی ملکوں کی بربادی کا باعث بنی۔ جاپان کے ہتھیار ڈالنے پر ویت نام نے آزادی کا اعلان کیا تو امریکہ نے اس پر حملہ کر کے جو مظالم ڈھائے وہ انسانیت سوزی کی تاریخ میں بدترین ہیں۔ بیس برس سے زائد عرصہ جاری رہنے والی اس جنگ میں ایک کروڑ ٹن بم برسا کر چونتیس لاکھ انسانوں کا قتل کیا گیا۔ تین کروڑ گیلن کینسر پھیلانے والا کیمیائی سپرے اور چار لاکھ ٹن نیپام بم برسائے گئے۔ 1963ء میں لاؤس اور کمبوڈیا کو بھی امریکہ کیلئے خطرہ قرار دیکر دس لاکھ لاؤسی شہری موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ کمبوڈیا پر تیس لاکھ ٹن بارود گرا کر دس لاکھ بے گناہ شہری ہلاک کر دئے۔

جنوبی کوریا نے آزادی کا اعلان کیا تو امریکہ نے وہاں داخل ہو کر اپنی کٹھ پتلی حکومت قائم کروائی اور پانچ لاکھ لوگوں کے قتل کے بعد شمالی کوریا پر حملہ کر دیا ۔ کوریا کی اس جنگ میں امریکی

بمباری سے تیس لاکھ کورین اور دس لاکھ چینی شہری لقمہ اجل بنے۔ لیکن امریکی خون آشامی یہیں ختم نہیں ہوئی 1979 میں افغانستان پر روسی قبضے کیخلاف پاکستان کو استعمال کرنے کے بعد 1980ء میں عراق سے ایران پر حملہ کروایا گیا تو اس آٹھ سالہ جنگ میں دس لاکھ ایرانی اور پانچ لاکھ عراقی ہلاک ہو گئے۔ 1990ء میں کویت پر قبضے کیخلاف عراق پر مسلط جنگ میں بھی لاکھوں افراد زندگیاں ہار گئے۔ عالمی اداروں کے مطابق صرف عراق میں اب تک سولہ لاکھ عراقی مارے جا چکے ہیں۔ جبکہ افغانستان میں "وار اگینسٹ ٹیرر" میں بھی لاکھوں ہلاکتیں ہوئی ہیں ۔ یہ اس نام لبرل امریکہ کی داستان ہے جو افغانستان میں شیطانی کھیل اور پاکستانی معیشت کی تباہی اور پاکستانی عوام اور فوجی جوانوں کی پچاس ہزار شہادتوں کی قربانی کے بعد اب ساری قوت عراق و شام میں میں قتل و غارت کا بازار مزید گرم کرنے اور خطے میں پاکستان کے گرد گھیرا تنگ کرنے کے اگلے دجالی مشن پر نکلا ہے۔

یہ ہے ان لبرل لوگوں کے ظلم اوردہشت گردی سے بھری تاریخ،لیکن یہ الٹا مولویوں پر دہشت گردی کا الزام لگاتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
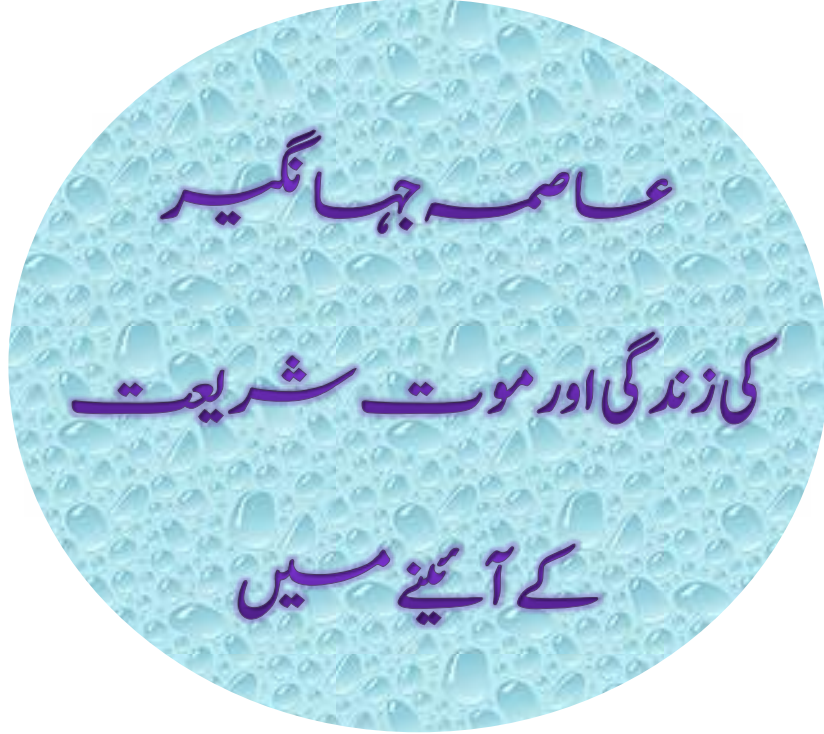
پیشکش: صدائے قلب

21 فروری 2018ء

کافی دنوں سے عاصمہ جہانگیر کے متعلق مختلف تحریرات آرہی ہیں،جس میں اس کی زندگی اور اس کے مرنے کے بعدجو کچھ جنازے میں ہوا اس پر اہل علم حضرات،عوام ،تجزیہ کار اورسیکولرلوگ اپنا اپنا نظریہ پیش کررہے ہیں۔ایک بڑی تعداد نے عاصمہ کو دین وملک کا دشمن قراردیا اور اس کے جنازہ میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی شرکت کو خلاف شرع کہا۔ بعض مولویوں کا یہ موقف بھی نظر سے گزرا کہ عورتوں کا مردوں کے ساتھ جنازے میں شریک ہوناجائز ہے۔تجزیہ کار اور سیکولر قسم کے لوگوں نے عاصمہ کی ملک اور دین کے متعلق بغض سے بڑی حرکات و تقاریر کو نظر انداز کرکے اس کے چندویلفیئر زکے افعال کو (جو اس نے کفار سے ایڈ لینے کے لیےگھڑے ہوئے تھے۔)دلیل بناکر اس کو انسانیت کی محسن قرار دیا۔ اس موقع پر یہ ضروری سمجھا گیا کہ مختصر انداز میں ایک تحریرلکھی جائے جس میں اس کی ذات اور اس کے جنازہ کو شرعی اصولو ں پر پرکھاجائے تاکہ اہل علم حضرات سے جب عاصمہ جہانگیر اور جنازہ میں عورتوں کے شریک ہونے کے حوالے سے پوچھا جائے تو ان کو اس حوالے سے معلومات ہوں۔سب سے پہلے عاصمہ جہانگیر کے والد کے کردار کو پیش کیا جاتا ہے تاکہ قارئین یہ جان سکیں کہ یہ ایک غدار باپ کی غدار بیٹی ہے۔

عاصمہ جہانگیر کا والد:عاصمہ جہانگیر کا والد ملک غلام جیلانی ایوب خان کے دور میں وفاقی وزیر تھا، اس سے پہلے وہ اسٹیبلیشمنٹ کمشنر بھی رہا ، اسکے علاوہ ساہیوال میں انگریزوں کی گھوڑے پال سکیم میں سینکڑوں ایکڑ سرکاری زمین بھی الاٹ کرائی تھی۔

☆ملک غلام جیلانی بنگلہ دیش کے شیخ مجیب و رحمن کا قریبی ساتھی بھی تھااور شیخ مجیب سے ملکر متحدہ پاکستان کو توڑنے کی سازشوں میں بھی شریک رہا۔

☆شیخ مجیب نے پاکستان سے الگ ہونے کا اپنا 6 نقاطی ایجنڈا عاصمہ جہانگیر کے والد غلام جیلانی کے گھر تیار کیا تھا۔

☆بنگلہ دیش میں جب مکتی باہنی نے بغاوت کر دی اور ان کے خلاف آپریشن کا فیصلہ ہوا تو مغربی پاکستان میں اس آپریشن کے خلاف سب سے زیادہ مزاحمت غلام جیلانی نے کی تھی۔

☆جب بغاوت قابو میں آنے لگی تو غلام جیلانی نے انڈین وزیراعظم اندرا گاندھی کو خط لکھا کہ آپ مغربی پاکستان پر حملہ کریں۔ ایکشن نہ لینے پر دوسرا خط لکھا۔ اندرا گاندھی نے تب بھی پاکستان پر حملہ نہ کیا تو غلام جیلانی نے اسکو تیسری بار چوڑیاں بھیج دیں۔ یہ خطوط ہفت روزہ زندگی میں شائع ہوئے تھے۔

☆جب یحی خان نے ان حرکتوں پر اس کو گرفتار کر لیا تو عاصمہ جہانگیر نے اپنے باپ کو چھڑانے کے لیے سپریم کورٹ میں اپیل کر دی۔ جہاں اس وقت کے فوج مخالف چیف جسٹس حمود الرحمن نے فوری طور پر غلام جیلانی کی رہائی کا حکم دیا (یہ وہی حمود الرحمن ہے جس نے بعد میں اپنی رپورٹ "حمود الرحمن کمیشن" میں سقوط ڈھاکہ کا سارا ملبہ پاک فوج پر ڈال دیا تھا۔)

عاصمہ جہانگیر کا کردار:عاصمہ جہانگیر نے 1982 میں جنرل ضیاء کے اسلامی قوانین نافذ کرنے کے فیصلے کے خلاف احتجاجی مارچ کیا۔ اس معاملے میں انکو سپریم کورٹ کی حمایت حاصل رہی ۔ موصوفہ نے اسلامی قوانین کو دقیانوسی قرار دیتے ہوئے عصر حاضر کے تقاضوں کے خلاف کہا اور ان میں تبدیلیاں کرنے کا مطالبہ کیا۔

☆12 فروری 1983 میں عاصمہ جہانگیر نے اپنے ساتھی وکلاء کے ساتھ ملکر " دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر" والے اسلامی قانون کے خلاف احتجاج کیا۔کچھ عرصے بعد عاصمہ جہانگیر نے نیویارک ٹائمز کو ایک خط لکھا جس میں اس نے بتایا کہ پاکستان میں عورتوں پر بہت ظلم ہو رہا ہے اور وہ بالکل بے یارومدد گار ہیں۔ان کی حالت زار سے دنیا کو آگاہ کیا جائے۔

☆اسکے علاوہ عاصمہ جہانگیر نے کئی بین الاقوامی فورمز پر پاکستان میں مذہبی اقلیتوں پر ہونے والے " ظلم " کے خلاف آواز بلند کی۔ اس نے دعوی کیا ہے کہ پاکستان میں غیر مسلموں کو زبردستی مسلمان کیا جاتا ہے۔

☆اسی دور میں اس نے حضورﷺ کی شان میں مبینہ گستاخی اور حضورﷺ کے لیے نعوذباللہ" جاہل" کا لفظ استعمال کیا۔ جس پر احسن اقبال کی والدہ نے اس کے خلاف باقاعدہ تحریک چلائی تھی۔

☆1996 میں لاہور ہائی کورٹ نے فیصلہ کیا کہ کوئی خاتون " ولی" کی اجازت کے بغیر یعنی بھاگ کر نکاح نہیں کر سکتی ۔ عاصمہ جہانگیر نے ہائی کورٹ کے اس فیصلے کے خلاف فوری تحریک کا آغاز کیا ،جس میں وکلاء برادری نے اسکا بھرپور ساتھ دیا۔ اس نے یہ کیس عدالت کے اندر اور باہر دونوں جگہ لڑا اور بالآخر مذکورہ عدالتی حکم کالعدم کروا دیا۔

☆عاصمہ جہانگیر حدود آرڈیننس کے ساتھ ساتھ توہین رسالت کے قانون کے بھی سخت خلاف تھی۔ وہ اس قانون کے خلاف آواز اٹھانے والی سب سے متحرک شخصیت تھی اور توہین رسالت کے الزام میں پکڑے گئے بہت سے لوگوں کا کیس اس نے مفت لڑا او انکو رہائی دلوائی۔

☆بمبئی حملوں اور سمجھوتہ ایکسپریس والے معاملے پر عاصمہ جہانگیر نے پاکستانی موقف کے برعکس انڈین موقف کی تائید کی اور بغیر کسی ثبوت کے خود پاکستان پر الزام لگاتے ہوئے آئی ایس آئی کو ان حملوں کا ذمہ دار قرار دیا۔ کچھ عرصے بعد جب ثابت ہو گیا کہ ان حملوں کا ماسٹر مائنڈ انڈین اینٹلی جنس کا کرنل پروہت تھا اور انڈین انتہا پسند تنظیم آر ایس ایس اس میں شامل تھی ،عاصمہ جہانگیر بدستور اپنی ضد پر قائم رہیں اور پاکستان کو ہی ان حملوں میں ملوث قرار دیتی رہیں۔

☆2005 میں عاصمہ جہانگیر نے ایک مخلوط میراتھن ریس کروانے کا اعلان کیا۔ اس نے دعوی کیا کہ اس کے ذریعے لوگوں میں شعور آئیگا۔

☆عاصمہ جہانگیر اقوام متحدہ کے اس پینل کا حصہ ہیں جو سری لنکن فوج کی جانب سے لبریشن ٹائیگرز آف تامل کے خلاف کے گئے آپریشن کے دوران ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا جائزہ لے رہی ہے ۔ یاد رہے کہ مذکورہ تنظیم ایک دہشت گرد تنظیم تھی جسکی فنڈنگ انڈیا سے ہوتی تھی اور اسکا صفایا کرنے میں پاک فوج نے بھی اہم کردار ادا کیا تھا۔

غالباً انہی خدمات کے اعتراف میں آصف علی زرداری نے ان کو 2010ء میں ہلال امتیاز کے اعزاز سے نوازا اور نواز شریف نے انکا نام پنجاب کی نگران وزیراعلی کے لیے پیش کیا تھا اور عبوری وزیراعظم کے لیے پیش کیا تھا۔

☆پاکستان میں دہشت گردوں کو سزائیں دینے کے معاملے میں پاکستانی عدلیہ کی مکمل ناکامی کے بعد پاکستان کی تمام سیاسی جماعتوں نے متفقہ طور پر 21 ویں آئینی ترمیم منظور کی جس کے تحت آرمی کورٹس کا قیام عمل میں لایا گیا تاکہ دہشت گردوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جا سکے ۔عاصمہ جہانگیر نے اس فیصلے کی مخالفت کرتے ہوئے آئینی ترمیم کے خلاف سپریم کورٹ میں درخواست جمع کروا دی۔ موصوفہ کی بدولت آرمی عدالتوں سے سزائیں پانے والے اکثر دہشت گردوں کی سزاؤں پر عمل درآمد روکا جا چکا ہے۔

☆عاصمہ جہانگیرنے کبھی کشمیر میں انڈین مظالم، فلسطین میں اسرائیلی مظالم اور شام و عراق میں امریکی مظالم کے خلاف آواز نہیں اٹھائی۔

☆جماعت احمدیہ کےذرائع کے مطابق عاصمہ جہانگیر کےشوہر کا تعلق لاہوری گروپ سے ہے اور وہ کٹر احمدی ہے۔

☆عاصمہ جہانگیر کا داماد ایک عیسائی ہے۔

☆عاصمہ جہانگیر اور اسکے ساتھی سیموئیل رابرٹ نے امریکہ، جاپان اور دیگر ممالک سے فنڈ حاصل کیے اور ان میں 15 کروڑ کا گھپلا کیا۔

☆ساہیوال میں پادری جوزف کا کیس اچھالنے کے لیے امریکہ سے 1 کروڑ روپے لیے۔

☆جب شانتی نگر کا واقعہ ہوا تو عاصمہ کی این جی او نے علاقے کا دورہ کیا اور وہاں کے لوگوں کو اپنے گھر گرانے پر اکسایا تاکہ وہ انکی تصاویر بنا کر باہر سے فنڈ لے سکے۔

☆عاصمہ جہانگیر نے ایک "دستک"نامی ویلفیئر کھولی ہوئی تھی ۔دستک کو سالانہ بیرونی ممالک سے کروڑوں ڈالر کے فنڈ ملتے ہیں۔"دستک" کا کردار سیکولر لوگوں کی پشت پناہی ،خواتین کے تقدس اور گھریلو پاکیزہ زندگی کے خلاف ایک چیلنج اختیار کر گیا ہے۔"دستک"کے بارے میں کہا جاتا ہے جو ایک مرتبہ وہاں چلا جائے تو مرد سے اسکی غیرت اور عورت سے اسکی حیا کا زیور چھن جاتا ہے۔دستک ہر راہ بھٹک جانے والی لڑکی کو والدین اور دین سے بغاوت پر آمادہ کرتا اور گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں لے جا تا ہے۔دستک میں اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے وہ ظلم بھی ہے، جرم بھی ہے اور گناہ بھی لیکن کوئی بھی اس ظلم جرم اور گناہ کو ختم کرانے پر تیار نہیں۔ دستک کے قیام کا بنیادی مقصد تو گھر سے بھاگی ہوئی لڑکیوں کو پناہ فراہم کرنا تھا لیکن یہ این جی او اس آڑ میں اپنا گھناونا کھیل جاری رکھے ہوئے ہے۔

دستک میں آنے والی لڑکیوں کی تعداد اگرچہ کم ہے، لیکن ان لڑکیوں کو راہ راست پر لا کر کئی قسم کے فوائد سمیٹے جاتے ہیں۔ہاں موجود لڑکیوں کو ایک خاص قسم کا لبرل ماحول مہیا کیا جاتا ہے انکے ذہنوں میں مزہب کے خلاف گند بھرا جاتا ہے۔مخصوص لڑکوں کے ساتھ میل جول کے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں،ہر ان لڑکیوں کو بڑے افسروں،بااثر سیاستدانوں اور شخصیات کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جو انکی عزت سے کھیلتے ہیں۔یوں "دستک" باظاہر تولڑکیوں کی عزت کا رکھوالا ادارہ ہے، لیکن درحقیقت ان لڑکیوں کی عزت کا لٹیرا ہے۔اسکے علاوہ "دستک" کا ایک سوشل میڈیا سیل بھی ہے جو لا دین لوگوں پر مشتمل ہے ،جن کا کام سوشل میڈیا پر اسلام اور پاکستان مخالف پروپیگنڈا کو ہوا دینا اور اور لبرل ریاست کے قیام کے لیے راہ ہموار کرنا ہے۔

اس بات کی سب سے پہلی شہادت شیخوپورہ کی گھر سے فرار ہو کر دستک میں پناہ لینے والی ایک لڑکی "کنیز" نے دی جو کسی طرح دست تو پہنچ گئی لیکن وہاں اسکو اپنی عزت بچانا مشکل ہو گیا۔جب کنیز عزت بچانے کے لیے دستک سے بھاگی تو یہ معاملہ پہلی دفعہ پریس میں آیا۔کنیز نے بتایا کہ لڑکیوں کو مجبور کرکے بااثر شخصیات کے پاس بھیجا جاتا ہے اور گمراہ کن لٹریچر پڑھایا جاتا ہے۔جو لڑکی انکار کرے اسے سخت ذہنی اذیت دی جاتی ہے۔

☆عاصمہ جہانگیر نے پاک فوج کے خلاف کہا:فوجی ڈفلز ہیں،ہمارے ملک کے لوگ فوج سے بچیں،فوجیوں نے دہشت گردی پھیلادی ہے۔لڑنے کے قابل نہیں۔قبضہ گروپ ہیں۔

☆عاصمہ جہانگیر نے ایک ویڈیوکلپ میں کہا:آئین میں نہیں لکھا کہ اپنے بچوں کو قرآن پڑھائیں۔

☆ہندوستان میں ماتھے پر تلک لگائے،اسلام دشمن بال ٹھاکرے کے پاس بڑے ادب سے بیٹھے ہوئے بھی اس کی تصاویر موجودہیں۔

☆عاصمہ جہانگیر کا ایک ویڈیو کلپ یوٹیوب میں اب بھی موجود ہے جس میں وہ واضح طور پر کہہ رہی ہے کہ میں مذہبی شدت کے خلاف ہوں ، بلکہ مذہبی شدت کو چھوڑ کر میں ایک سیکولرانسان ہوں،ہر مذہب ایک جیسا سمجھتی ہوں ،میرا پنا کوئی مذہب ہے ہی نہیں۔

عاصمہ جہانگیر کے یہ آخری جملے صریح کفر ہیں۔اب اگر ویڈیوں کو شرعی دلیل بنایا جاسکتا ہو تو یہ کفر التزامی ہے۔

عاصمہ جہانگیر اور اس کے والد کے متعلق کی گئی باتیں مولویوں کی طرف سے نہیں ہیں بلکہ کئی تجزیہ کار نے ہی ان کو اپنے آرٹیکلز میں لکھا ہے۔چنانچہ ڈیلی اوصاف میں ہے:

پاکستان توڑنے کا منصوبہ عاصمہ جہانگیر کے والد کے گھر بنا،ملک غلام جیلانی نے بھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی کو خط لکھ کر پاکستان پر حملہ کا مطالبہ کیا، عاصمہ جہانگیر فوج اور آئی ایس آئی کو بدنام کرتی رہیں، تہلکہ خیز انکشاف

اسلام آباد(مانیٹرنگ ڈیسک)پاکستان کے قومی اخبار کی رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ شیخ مجیب الرحمن نے پاکستان کو توڑنے کا اپنا مکروہ اور بھیانک ایجنڈا عاصمہ جہانگیر کے والد ملک غلام جیلانی کے گھر پر تیار کیا تھا۔ مکتی باہنی کے خلاف آپریشن کے فیصلے کی مغربی پاکستان میں سب سے زیادہ مزاحمت غلام جیلانی نے کی۔ بغاوت قابو میں آنے پر عاصمہ کے والد غلام جیلانی نےبھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی کو خط لکھ کر مغربی پاکستان پر حملہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ ایکشن نہ لینے پر دوسرا خط لکھا اور تیسری بار اسے چوڑیاں بھیج دیں۔ ملک غلام جیلانی کے یہ خطوط ہفت روزہ زندگی میں شائع ہوئے۔ یحیٰی خان نے ان حرکتوں پر اسے گرفتار کیا تو عاصمہ جہانگیر نے باپ کو چھوڑنے کیلئے سپریم کورٹ میں اپیل کر دی ۔ جہاں اس وقت کے فوج مخالف چیف جسٹس حمود الرحمن نے فوری طور پر غلام جیلانی کی رہائی کا حکم دیا۔ حمود الرحمن نے سقوط ڈھاکہ کے حوالے سےاپنی رپورٹ حمود الرحمن کمیشن میں سانحہ مشرقی پاکستان کا ملبہ پاک فوج پر ڈال دیا تھا۔ عاصمہ جہانگیر حدود آرڈیننس کے ساتھ ساتھ توہین رسالت کے قانون کے خلاف رہیں، کئی لوگوں کا کیس انہوں نے مفت لڑا اور ان کو رہائی دلائی۔ ممبئی حملوں اور سانحہ سمجھوتہ ایکسپریس پر ملکی موقف کے برعکس بھارتی موقف کی تائید کی اور بغیر کسی ثبوت کے آئی ایس آئی کو ذمہ دار قرار دیا۔ سانحہ سمجھوتہ ایکسپریس میں حملوں کا ماسٹر مائنڈ انڈین انٹیلی جنس کے کرنل پروہت کے ملوث ہونے اور آر ایس ایس کے حملے میں شامل ہونے کے باوجود عاصمہ جہانگیر پاکستان کو ہی حملوں میں ملوث قرار دیتی رہیں۔ عاصمہ جہانگیر نے کبھی مقبوضہ کشمیر میں بھارت فلسطین میں اسرائیل جبکہ شام و عراق میں امریکی مظالم کے خلاف آواز نہیں اٹھائی۔

(پاکستان توڑنے کا منصوبہ عاصمہ جہانگیر(https://dailyausaf.com.pk/)

تجزیہ کار جاوید چوہدری کی ویب سائیٹ پر یہ لکھا ہواموجود ہے:

عاصمہ جہانگیر کا خاوند قادیانی، داماد غیر ملکی عیسائی، والدسی آئی اے کا ایجنٹ تھا، ہر کیس قادیانیوں کے حق میں لڑا،بھارتی سفیر سپریم کورٹ الیکشن میں مہم چلاتا رہا، قومی اخبار اورریٹائر جج کے تہلکہ خیز انکشافات

منگل 31 فروری 8102 | 12:41

اسلام آباد(مانیٹرنگ ڈیسک)پاکستان کے موقر قومی اخبار روزنامہ امت کی رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ عاصمہ جہانگیر کی تدفین میں اس لئے دیر ہوئی اور آج دوسرے دن ان کی تدفین کی جائے گی کیونکہ ان کی بیٹی منیزے جہانگیر اور ان کے غیر ملکی عیسائی داماد ہیری لندن سے وطن نہیں پہنچے تھے۔ اخبار کی رپورٹ میں عاصمہ جہانگیر کے بارے میں الزام عائد کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ انسانی حقوق کی آڑ میں عاصمہ جہانگیر ساری عمر پاکستان میں اسلام و نظریہ پاکستان کے خلاف سرگرم رہیں عاصمہ جہانگیر اکھنڈ بھارت کے تصور کو بڑھانے کیلئے۔
(http://javedch.com/pakistan/2018/02/13/415018)

ہر درد مند مسلمان کو اپنے ضمیر سے پوچھنا چاہیے کہ اللہ اور اسکے رسول کی علانیہ مخالفت اور پھر ملک و ملت سے غداری کرنے والے ہماری محبت کے حقدار ہیں یا ہمیں ان سے برأت کا اظہار کرنا چاہیے؟؟؟

عاصمہ جہانگیر کی موت:حیرانگی اس بات کی ہے وہ عاصمہ جہانگیر جو واضح طور پر نہ صرف لبرل ہے بلکہ لبرل لوگوں کی ماں ہے۔ساری زندگی یہ لبرل لوگ اسلامی اور اسلامی احکام کے خلاف زہر اگلتے ہیں ،لیکن اپنا جینا مرنا اسلامی اصولوں کے مطابق چاہتے ہیں۔ہونا تو یہ چاہیے کہ تمام ملحد ہنگامی طور پر اپنی وصیت مرتب کرلیں جس میں کچھ پوائنٹس کی وضاحت ہوجائے کہ

1۔مرنے کے بعد ان کا نماز جنازہ پڑھایا جائے یا نہیں۔

2۔ ان کے مردے کو دفنانا ہے، جلانا ہے، چیل کووں کی خوراک بنانے کیلئے جنگل میں چھوڑ آنا ہے یا پھر کسی رفاعی ادارے کو دے کر ان کے اعضا وغیرہ ڈونیٹ کرنے ہیں۔

عاصمہ جہانگیر جس طرح اپنی زندگی میں اسلام کے لیے ایک فتنہ تھی ،اس کا جنازہ بھی ایک فتنہ ثابت ہوا ۔یہ عاصمہ کی اخروی معاملات میں پہلی سزا ہے کہ اس کاجنازہ بھی مذاق بن کر رہ گیا ۔عاصمہ کا جنازہ بھی اس شخص نے پڑھایا جو سیکولر قسم کا ہے۔جنازہ پڑھانے والا سید حیدر فاروق مودودی کا بیٹا ہے۔اسکے بارے میں ملک کے معروف کالم نگار اثر چوہان نے اپنے کالم میں لکھا ہے ۔جولائی 1970میں، مولانا کوثر نیازی کی ملکیت اور نذیر ناجی کی ادارت میں شائع ہونے والے ہفت روزہ"شہاب"لاہور میں حیدر فاروق مودودی کے بارے رپورٹ شائع ہوی تھی کہ اس نے قادیانیوں کے ہیڈکوارٹر "ربوہ"میں حاضر ہو کر قادیانیوں کے خلیفہ مرزا ناصر احمد سے ملاقات کی ہے۔ اوریا مقبول نے چینل میں بیٹھ کر کہا کہ یہ شخص اپنا ذاتی مطالبہ پور اکروانے کے لیے ربوہ گیا اور کہاکہ میرا مطالبہ پورا کرو ورنہ میں قادیانی ہوجاؤں گا۔

حیدر فاروق کے عاصمہ جہانگیر کے ساتھ عرصہ دراز سے مراسم تھے اور یہ بھی عاصمہ کی طرح پاکستان کا دشمن تھا۔25مارچ 2014کی شب "جیو نیوز"کے ایک ٹاک شو میں حیدر فاروق مودودی نے قائداعظم کے بارے میں کہا تھا کہ "جناح صاحب"کی منفی پالیسی کی وجہ سے ہندوستان دو حصوں میں تقسیم ہو گیااور ہم سبھی پاکستان بنانے کے گناہ میں شامل نہیں تھے"۔ٹاک شو میں شریک انصاری عباسی نے ان سے پوچھا کہ "ہم سے آپ کی کیا مراد ہے؟آپ کے ساتھ دوسرا شخص کون ہے؟تو حیدر فاروق کھسیانی بلی کی طرح کھمبا نوچنے کی پوزیشن میں بھی نہیں تھا۔

عاصمہ جہانگیر کے جنازہ میں عورتوں کا شریک ہونا:شرعی طور پر عورتوں کا جنازہ میں شریک ہونا جائز نہیں ہے ۔جنازہ میں شریک ہونا تو دور کی بعد صحابہ کرام و تابعین نے عورتوں کا جنازہ کے ساتھ چلنے سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جنازہ میں کچھ عورتیں دیکھیں تو ارشادفرمایا" أرجعوهن، فإنها ما علمت فتنة للحی وأذی للمیت " ترجمہ:لوٹ جاؤ، کہ عورتیں نہیں جانتیں کہ وہ زندہ کے لیے فتنہ اور میت کے لیے باعث ایذاہیں۔

(اخبارمكة في قديم الدهر وحديثه، جلد3،صفحہ86،حدیث1868، دار خضر، بیروت)

امام سعید بن منصور اپنے سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی "انہ رأى نسوة فی جنازة فقال ارجعن مازورات غیر مأجورات ان کن لتفتن الاحیاء وتؤذین الاموات" یعنی انھوں نے ایک جنازے میں کچھ عورتیں دیکھیں اورا رشاد فرمایا پلٹ جاؤ گناہ سے بوجھل ثواب سے اوجھل۔ تم زندوں کو فتنے میں ڈالتی اور مردوں کو اذیت دیتی ہو۔ (سنن سعید بن منصور)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے "عن ابن مغفل، قال: قال عمر: لا تتبع الجنازة امرأة" ترجمہ: عورت جنازہ کے ساتھ نہ چلے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجنائز، في خروج النساء مع الجنازة من کرهه، جلد2، صفحہ481، حدیث11285، مکتبۃ الرشد الریاض)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے "عن ابن عمر، قال: «نهينا أن نتبع جنازة معها امرأة" ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ہمیں اس جنازہ کے ساتھ چلنے سے منع کیا گیا جس کے ساتھ عورت ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجنائز، في خروج النساء مع الجنازة من کرهه، جلد2، صفحہ482، حدیث11289، مکتبۃ الرشد الریاض)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے "عن مسروق، قال رأيته يحثو التراب فی وجوہ النساء فی الجنازة يقول: لهن ارجعن، فإن رجعن مضى مع الجنازة، وإلا رجع وتركها" ترجمہ: حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جنازہ میں عورتوں کے چہروں پر خاک پھینکی جاتی تھی اور ان کو کہتے تھے: لوٹ جاؤ، اگر وہ عورتیں جنازہ سے واپس چلی جاتیں تو جنازہ لے کر مرد آگے جاتے ورنہ مرد جنازہ سے واپس ہو جاتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجنائز، في خروج النساء مع الجنازة من کرهه، جلد2، صفحہ482، حدیث11293، مکتبۃ الرشد، الریاض)

جن لوگوں نے جنازہ میں عورتوں کی شرکت کو جائز کہا انہوں نے اپنی دلیل مسلم شریف کی یہ حدیث پاک بنائی "عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، أَمَرَتْ أَنْ يَمُرَّ بِجَنَازَةِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَتُصَلِّيَ عَلَيْهِ، فَأَنْكَرَ النَّاسُ ذَلِكَ عَلَيْهَا" ترجمہ: حضرت عباد بن عبد اللہ بن زبیر سے مروی ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حکم دیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کا جنازہ مسجد میں لایا

جائے تاکہ اس پر نماز پڑھ لیں۔ جس پر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے انکار کیا۔(یعنی صحابہ کرام علیہم الرضوان نے مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنے کا انکار کیا)۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الصلاة على الجنازة في المسجد،جلد2،صفحہ668،حدیث973، دار إحياء التراث العربي،بیروت)

اس حدیث میں لفظ" فَتُصَلِّيَ عَلَيْهِ"سے عورتوں کی شرکت کاجواز ثابت کیا گیا ہے،جو کہ درست نہیں ۔اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ لوگ جنازہ مسجد میں لاکر نماز ادا کریں اور ازواج مطہرات اپنے حجروں میں اس جنازہ میں شریک ہوجائیں۔یہ مطلب نہ تھا کہ حجروں سے نکل کر مردوں کے ساتھ کھڑے ہوکر نماز جنازہ پڑھا جائے ورنہ اس جنازہ کو مسجد میں بلوانے کی کیا حاجت تھی ،حضرت عائشہ خودمسجد سے باہر جنازہ میں شریک ہوجاتیں۔لہٰذا یہ ایک اتفاقی صورت تھی جس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عورتوں کا اپنے گھروں سے نکل کر مردوں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھنا درست ہے۔**خلاصة الأحكام في مهمات السنن وقواعد الإسلام** میں امام نووی (المتوفی676)اور **الجمع بين الصحيحين البخاري ومسلم** میں محمد بن فتوح الحَمِيدي(المتوفی488)لکھتے ہیں"وَفِي رِوَايَة مُوسَى بن عقبَة عَن عبد الْوَاحِد بن حَمْزَة قَالَ:لما توفّي سعد بن أبي وَقاص أرسل أَزْوَاج النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أَن يمروا بجنازته فِي الْمَسْجِد فيصلين عَلَيْهِ، فَفَعَلُوا، فَوقف بِهِ على حجرهن يصلين عَلَيْهِ، وَأخرج بِهِ من بَاب الْجَنَائِز الَّذِي كَانَ إِلَى المقاعد، فبلغهن أَن النَّاس عابوا ذَلِك، وَقَالُوا: مَا كَانَت الْجَنَائِز يدْخل بهَا الْمَسْجِد"

(الجمع بين الصحيحين البخاري ومسلم، جلد4،صفحہ212،دارابن حزم،بیروت)

اگر صحابیات مردوں کے ساتھ جنازوں میں شریک ہوتیں تو اس کا واضح طور پر کثیر احادیث سے ثبوت ہوتا جبکہ احادیث و آثار سے عورتوں کا جنازہ میں شریک ہونا واضح طور پر منع ہے۔الجوہرۃ النیرۃ میں ہے"ولا ينبغي للنساء أن يخرجن مع الجنازة لما روى أن «النبي عليه الصلاة والسلام لما رأى النساء في الجنازة قال لهن أتحملن مع من يحمل أتدلين فيمن يدلي أتصلين فيمن يصلي قلن لا قال فانصرفن مأزورات غير مأجورات» ولأنهن لا يحملن ولا يدفن ولا يضعن في القبر فلا معنى لحضورهن" ترجمہ:عورتوں

کے لیے مناسب نہیں کہ وہ جنازوں کے ساتھ نکلیں کیونکہ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب عورتوں کو جنازہ میں دیکھا تو ان سے فرمایا: کیا تم نے جنازہ اٹھانے والوں کے ساتھ جنازہ اٹھانا ہے؟ راستہ بتانا ہے؟ یا نماز جنازہ پڑھنا ہے؟ عورتوں نے کہا نہیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: لوٹ جاؤ وبال سے بھری ثواب سے بَری، کیونکہ عورتوں نے نہ جنازہ اٹھانا ہوتا ہے، نہ دفن کرنا ہوتا ہے اور نہ ہی قبر میں رکھنا ہوتا ہے تو ان کا جنازے مین شریک ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ (الجوهرة النيرة، باب الجنائز، جلد1، صفحه108، المطبعة الخيرية)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے"عن محمد بن المنتشر، قال: كان مسروق «لا يصلي على جنازة معها امرأة"ترجمہ: محمد بن منتشر کہتے ہیں کہ حضرت مسروق اس جنازہ پر نماز نہ پڑھتے تھے جس میں ساتھ عورتیں ہوتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجنائز، في خروج النساء مع الجنازة من كرهه، جلد2، صفحه481، حديث11287، مكتبة الرشد، الرياض)

لہٰذا ایک ایک خاص اتفاقی صورت کو دلیل بنا کر عورتوں کو مردوں کے ساتھ جنازہ میں شریک ہونے کو جائز کہنا اور عورتوں کا بے پردہ مردوں کے ساتھ ایک صف میں مل کر شریک ہوناحرام در حرام در حرام ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
رجب کے کونڈوں
کی شرعی حیثیت
پیشکش: صدائے قلب
05 اپریل 2018ء

رجب کے کونڈوں کے حوالے سے عوام چار طرح کے سوالات پوچھتی ہے:

(1) رجب کے کونڈوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(2) کیا مستند علماء کرام سے اس کا جواز ثابت ہے؟

(3) کونڈوں کے حوالے سے بعض لوگ کیا یہ بات ٹھیک کہتے ہیں کہ کونڈوں کی نیاز شیعوں کی ایجاد ہے اور شیعہ لوگ اس نیاز میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی خوشی مناتے ہیں؟دلیل یہ ہے کہ رجب کے کونڈے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایصال ثواب کے لئے کئے جاتے ہیں جبکہ یہ دن امام جعفر صادق کے وصال کا نہیں ہے بلکہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا دن ہے۔ تاریخ مولد العلماء ووفیاتہم میں ابو سلیمان محمد بن عبد اللہ الربعی (المتوفی379ھ)لکھتے ہیں”مات معاویۃ بن أبی سفیان أبوعبد الرحمن فی یوم الخمیس بثمان بقین من رجب وھو ابن ثمان وسبعین سنۃ“ترجمہ:معاویہ بن ابی سفیان ابو عبد الرحمن کی وفات جمعرات 22 رجب کو ہوئی،اس وقت ان کی عمر 78 سال تھی۔ (تاریخ مولد العلماء ووفیاتہم،جلد1،صفحہ167،دار العاصمۃ،الریاض)

ایک قول کے مطابق حضرت امیر معاویہ کا وصال 15 رجب کو ہوا چنانچہ الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب میں ابو عمر یوسف بن عبد اللہ القرطبی (المتوفی463ھ)لکھتے ہیں”وتوفی فی النصف من رجب سنۃ ستین بدمشق ودفن بھا“ترجمہ:حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاوصال نصف (یعنی 15)رجب کو سن 60 ہجری میں دمشق میں ہوا اوروہیں دفن ہوئے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب،جلد3،صفحہ1418،دار الجیل،بیروت)

حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال پندرہ یا بائیس رجب کو نہیں بلکہ ماہ شوال میں ہوا۔وفیات الأعیان وانباء ابناء الزمان میں ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابراہیم ابن خلکان البرمکی الإربلی (المتوفی681ھ)لکھتے ہیں”جعفر الصادق:أبو عبد اللہ جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن أبی طالب، رضی اللہ عنہم أجمعین۔۔۔توفی فی شوال سنۃ ثمان وأربعین

ومائة بالمدينة، ودفن بالبقيع"ترجمہ:سیدناامام جعفر صادق: ابو عبد اللہ جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا شوال148ہجری کو مدینہ میں وصال ہوا اور بقیع میں مدفون ہوئے۔ (وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان،جلد1،صفحہ327،دار صادر،بیروت)

(4) بعض اہل سنت حضرات رجب کے کونڈوں پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ اہل تشیع حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی خوشی میں مناتے ہیں؟ اگر یہ ایسا ہی ہے تواہل سنت کا یہ عمل کیا تشبہ کی وجہ سے ناجائز نہ ہوجائے گا؟لفظ "کونڈا" کا معنی ہوتا ہے کسی کا ستیاناس کرنا جیسے کہا جاتا ہے فلاں کا کونڈا ہوگیا۔اس لفظ سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ کونڈے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی خوشی میں کئے جاتے ہیں۔

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ان تینوں سوالات کا بالترتیب تفصیلی جواب دیا جاتا ہے:

(1) رجب کے کونڈوں کی نسبت حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ہے ۔مسلمان حسبِ توفیق ان کے ایصالِ ثواب کے لئے اس کا اہتمام کرتے ہیں جو کہ شرعا جائز و مستحب عمل ہے۔احادیث میں ایصالِ ثواب کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں"من استطاع منكم ان ينفع اخاه فلينفعه"ترجمہ: جو اپنے بھائی کو نفع پہنچاسکے تو چاہیے کہ اسے نفع پہنچائے۔

(صحيح مسلم، كتاب الآداب،باب استحباب الرقية من العين الخ،جلد4،صفحہ1726،دار إحياء التراث العربي،بیروت)

اولیائے کرام کی بارگاہ میں ثواب کے نذرانے پیش کرنے کی ترغیب علمائے کرام نے بکثرت دی ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ "الانتباہ فی سلاسل الاولیاء"میں فرماتے ہیں"برقدرے شیرینی فاتحه بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند وحاجت از خدائے تعالیٰ سوال نمایند ۔ همیں طور هر روز مے خوانده باشند لفظ شیرینی و فاتحه هر روزازیاد مرد"ترجمہ:تھوڑی شیرینی پر عموما خواجگان چشت کے نام

فاتحہ پڑھیں او رخدائے تعالٰی سے حاجت طلب کریں ، اسی طرح روز پڑھتے رہیں ۔ شیرینی اور فاتحہ اور ہر روز کے الفاظ ذہن سے نہ نکلیں۔

(الانتباہ فی سلاسل الاولیاء،ذکرطریقہ ختم خواجگانِ چشت،صفحہ100،برقی پریس،دہلی)

شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحفہ اثناء عشریہ میں فرماتے ہیں"حضرت امیر وذریہ طاھرہ اوراتمام امت برمثال پیراں ومرشداں می پرستند وامور تکوینیہ رابایشاں وابستہ می دانند وفاتحہ ودرود وصدقات ونذر بنام ایشاں رائج ومعمول گردیدہ چنانچہ باجمیع اولیاء ھمیں معاملہ است"ترجمہ:جناب امیر(حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ) اور ان کی پاکیزہ اولاد کو تمام امت کے لوگ عقیدت ومحبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور تکوینی معاملات کو ان سے وابستہ خیال کرتے ہیں اسی لئے فاتحہ درود وصدقات خیرات اور نذر ونیاز کی کارگزاریاں لوگوں میں ان کے نام کے ساتھ رائج اور معمول بن گئی ہیں جیسا کہ دیگراولیاء کرام کے معاملے میں یہی صورت حال ہے۔

(تحفہ اثناء عشریہ،باب ہفتم درامامۃ تمہید کلام وتقریر مرام،صفحہ214،سہیل اکیڈمی،لاہور)

وہابیوں کابڑا پیشوا اسماعیل دہلوی بھی ایصال ثواب کو مانتاتھاچنانچہ قل خوانی،کھانا کھلانے کو بدعت حسنہ کہتے ہوئے یوں کہا"ہمہ اوضاع از قرآن خوانی فاتحہ خوانی وخورانیدن طعام سوائے کندن چاہ وامثال دعاواستغفار واُضحیہ بدعت ست بدعت حسنہ بالخصوص است مثل معانقہ روز عید ومصافحہ بعد نماز صبح یا عصر"ترجمہ:کُنواں کھود نے اور اسی طرح حدیث میں سے ثابت دوسری چیزوں اور دعاء استغفار، قربانی کے سوا تمام طریقے، قرآن خوانی ، فاتحہ خوانی، کھانا کھلاناسب بدعت ہیں ۔ مگر خاص بدعت حسنہ ہیں، جیسے عید کے دن معانقہ اور نماز فجر یا عصر کے بعد مصافحہ کرنا۔

(مجموعہ زبدۃ النصائح،ماخوذازفتاوٰی رضویہ،جلد8،صفحہ614،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

(2) یوں تو پاک و ہند کے کثیر جید علمائے کرام نے کونڈے کی نیاز کو جائزومستحب کہتے ہیں یہاں صرف چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں:

خلیفہ اعلیٰ حضرت،صدرالشریعہ،بدرالطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنی بے مثال کتاب"بہارِ شریعت"میں تحریر فرماتے ہیں:"ماہِ رَجَب میں بعض جگہ حضرتِ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایصالِ ثواب کیلئے پوریوں کے کونڈے بھرے جاتے ہیں،یہ بھی جائز مگراِس میں بھی اِسی جگہ کھانے کی بعضوں نے پابندی کر رکھی ہے یہ بے جا پابندی ہے اِس کونڈے کے متعلق ایک کتاب بھی ہے جس کا نام داستانِ عجیب ہے، اِس موقع پر بعض لوگ اس کو پڑھواتے ہیں،اِس میں جو کچھ لکھا ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں،وہ نہ پڑھی جائے فاتحہ دلاکر ایصالِ ثواب کریں،ہاں ایک بات مذموم ہے وہ یہ کہ جہاں کونڈے بھرے جاتے ہیں،وہیں کھلاتے ہیں وہاں سے ہٹنے نہیں دیتے،یہ ایک لغو حرکت ہے مگر یہ جاہلوں کا طریق عمل ہے،پڑھے لکھے لوگوں میں یہ پابندی نہیں۔"

(بہارِ شریعت،جلد3،حصّہ16،صفحہ643،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

مُفَسّرِ شَہیر،حکیم الامّت حضرتِ علامہ مولانامفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنی مایہ ناز تصنیف"اسلامی زندگی"میں تحریر فرماتے ہیں:"رجب شریف کی ۲۲ تاریخ کوپاک وہند میں کونڈے ہوتے ہیں یعنی نئے کونڈے منگائے جاتے ہیں اور سواپاؤ میدہ،سواپاؤ شکر،سواپاؤ گھی کی پوریاں بنا کرحضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ کرتے ہیں،اِس رسم میں صرف دو خرابیاں پیدا کر دی گئی ہیں ایک تو یہ کہ فاتحہ دلانے والوں کا عقیدہ یہ ہو گیا ہے اگر فاتحہ کے اَوّل لکڑہارے کا قِصّہ نہ پڑھا جائے توفاتحہ نہ ہو گی اور پوریاں گھرسے باہر نہیں جا سکتیں اور بغیر نئے کونڈے کے یہ فاتحہ نہیں ہو سکتی یہ سارے خیال غَلَط ہیں،فاتحہ ہر کونڈے پر اور ہر برتن میں ہو جائے گی۔اگر صرف زیادہ صفائی کیلئے نئے کونڈے منگالیں تو کوئی حرج نہیں دوسری فاتحہ کے کھانوں کی طرح اِس کو بھی باہر بھیجا جاسکتاہے۔"

قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اِسی کتاب میں ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:"رجب کے مہینے میں ۲۲ تاریخ کو کونڈوں کی رسم بہت اچھی اور بَرَکت والی ہے۔مگراِس تاریخ میں سے یہ قید نکال دو کہ فاتحہ کی چیز باہر نہ جائے اور لکڑی والے کا قِصّہ ضرور پڑھا جائے۔"

(اسلامی زندگی،صفحہ76اور80،مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد وقارُالدّین قادِری رَضَوی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں:"اَہلُسُنَّت کے نزدیک جیسے ہر فاتحہ جائز ہے اِسی طرح کونڈوں کی فاتحہ بھی جائز ہے۔لکڑہارے کی کہانی من گھڑت ہے،کھانے کی ہر چیز کے متعلق ادب سکھایا گیا ہے۔حدیث میں فرمایا ہے:"دستر خوان پر جو گر جائے اُسے اُٹھا کر کھا لو"فاتحہ کے کھانے پر قرآن پڑھا جاتا ہے اِس لئے مسلمان اِس کا زیادہ ادب کرتے ہیں،اِسی وجہ سے لوگوں نے(کونڈے کی نیاز میں)یہ شرط لگا لی کہ وہیں بیٹھ کر کھا لیں،باہر نہ لے جائیں،اِس شرط کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔وہاں بھی کھا سکتے ہیں اورباہر بھی لے جا سکتے ہیں۔"

(وقارُالفتاوٰی، جلد1، صفحہ202،ناشربزمِ وقارُالدّین، کراچی)

شیخ الحدیث مفتی محمد عبدالمجید سعیدی رضوی صاحب نے"کونڈوں کی شرعی حیثیت"کے نام سے پورا ایک رسالہ تحریرفرمایاہے اِس رسالے کے صفحہ نمبر26پرآپ تحریر فرماتے ہیں:"راقم الحروف1986ء والے ماہِ رجب میں اپنے مرشِدِکریم،امامِ اہلسنّت،غزالی زَماں ،رازی دوراں حضرت علامہ مولانا سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمتِ بابرکت میں آپ کے دولت کدہ پرملتان شریف حاضر تھابائیسویں رجب کو طلوعِ آفتاب کے بعدآپ کے گھر کونڈوں کا ختم دلایا گیا۔آپ نے کونڈوں کا طعام خود بھی تناول فرمایااور ہمیں بھی کھلایا۔دریں اثناء وہاں پر موجود ہمارے ایک پیر بھائی نے حضرت سے کونڈوں کے بارے میں لوگوں کی مقرر کردہ تخصیصات کے حوالہ سے سُوالات کر کے اُن کی شرعی حیثیت دریافت کی تو آپ نے فرمایاکہ ہمارے نزدیک کونڈے ایصالِ ثواب ہونے کی وجہ سے جائز ہیں،باقی یہ تخصیصات شَرْعاً کچھ ضروری نہیں،اور نہ ہی ہم ان کے پابند ہیں۔

اور بندے کی معلومات کے مطابق اب بھی حضرت کے گھر ہر سال ۲۲رجب کو کونڈے کئے جاتے ہیں۔ (کونڈوں کی شرعی حیثیت، صفحہ 26، اُویس رَضا لائبریری، حیدر آباد سندھ)

امیر دعوتِ اسلامی عاشقِ اعلیٰ حضرت، عکسِ اعلیٰ حضرت، امامِ مسلکِ اعلیٰ حضرت، شیخ طریقت، امیر اہل سنت حضرتِ علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ اپنے رسالے "کفن کی واپسی" میں تحریر فرماتے ہیں: "رَجَبُ الْمُرَجَّب کی 22 تاریخ کو مسلمان حضرتِ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایصالِ ثواب کیلئے کھیر پوریاں پکاتے ہیں جنہیں "کونڈے شریف" کہا جاتا ہے۔ اِس کے ناجائز یا گناہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں، ہاں بعض عورتیں کونڈوں کی نیاز کے موقع پر "دس بیبیوں کی کہانی"، "لکڑہارے کی کہانی" وغیرہ پڑھتی ہیں یہ جائز نہیں، کیونکہ یہ دونوں اور جنابِ سَیِّدہ کی کہانی سب من گھڑت کہانیاں ہیں اِن کو نہ پڑھا کریں، اِس کے بجائے سورئہ یاسین شریف پڑھ لیا کریں کہ دس قُرآن خَتْم کرنے کا ثواب ملے گا۔ یہ بھی یاد رہے کہ کونڈے ہی میں کھیر کھانا، کھلانا ضروری نہیں دوسرے برتن میں بھی کھا اور کھلا سکتے ہیں اور اِس کو گھر سے باہر بھی لے جا سکتے ہیں۔ بے شک نیازوفاتحہ کی اَصل (یعنی بنیاد) ایصالِ ثواب ہے اور "رجب کے کونڈے" بھی ایصالِ ثواب ہی کی ایک قِسم ہے اور ایصالِ ثواب (یعنی ثواب پہنچانا) قُرآنِ کریم واحادیثِ مُبارکہ سے ثابت ہے۔ ایصالِ ثواب دُعا کے ذریعے بھی کیا جا سکتا ہے اور کھانا وغیرہ پکا کر اُس پر فاتحہ دِلا کر بھی ہو سکتا ہے۔ حضرتِ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہی سہی اور 22 رجب المرجب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وِصال کا دن نہ بھی ہو تب بھی مسلمانوں میں اِس دن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایصالِ ثواب کیلئے کونڈے شریف رائج ہیں اور ایصالِ ثواب سال میں جب بھی کریں جائز ہے۔ کونڈے کو ناجائز کہنا شریعت پر اِفْتِرا (یعنی تہمت باندھنا) ہے۔

(رسالہ کفن کی واپسی، صفحہ 15 تا 19، نماز کے اَحکام (حَنَفی)، صفحہ 483، مَدَنی پنج سُورہ، صفحہ 404 مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مزید سُنّی عُلَمَاء کی کُتُب ورسائل سے کونڈے کی نیاز کا ثُبوت

1۔(فرید بک سٹال اردو بازار لاہور سے شائع ہونے والی کتاب ۔"سُنّی بہشتی زیور"حِصّہ سِوُم صفحہ 318پر اور ضیاء القرآن پبلی کیشنز داتا دربار لاہور سے شائع ہونے والی کتاب "فتاوٰی خلیلیہ"جلد اَوَّل بابُ العقائد صفحہ 194 تا196پر خلیلِ ملّت قبلہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد خلیل خاں قادِری برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کونڈے کی نیاز کو جائز لکھا ہے۔

2۔دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ سے شائع ہونے والی کتاب"جنّتی زیور"(تخریج شدہ)صفحہ 474پر شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا عبدالمصطفٰی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے کونڈے کی نیاز کو جائز لکھا ہے۔

3۔مکتبہ رُشدالایمان سُمندری سردارآباد(فیصل آباد)سے شائع ہونے والی کتاب"رُشدُالایمان" (تخریج شدہ) صفحہ 233اور234پر نائبِ محدثِ اعظم، شیخ الحدیث حضرت علامہ مولاناابو محمد محمد عبدالرشید قادِری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بدمذہبوں کو منہ توڑ جواب دیتے ہوئے کونڈے کی نیاز کو جائز قرار دیا ہے۔

4۔ضیاء القرآن پبلی کیشنز داتا دربار لاہورسے شائع ہونے والا رسالہ"ثوابُ العبادات"صفحہ نمبر 27 پر محسنِ دعوتِ اسلامی، خطیبِ پاکستان حضرت علامہ مولاناالحاج الحافظ محمد شفیع اوکاڑوی علیہ رحمۃاللہ القوی نے کونڈے کی نیاز کو جائز لکھا ہے۔

5۔مُصنّفِ کُتُبِ کثیرہ، شیخ الحدیث والتفسیر قبلہ حضرت مولانامفتی فیض احمد اویسی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کونڈے کی نیاز سے متعلق پوراایک رسالہ تحریر فرمایا ہے جس کا نام ہے" کونڈے جائز ہیں"یہ رسالہ برکاتی پبلشرز کراچی سے شائع ہوا ہے۔

6۔ضیاء القرآن پبلی کیشنز داتا دربار لاہور سے شائع ہونے والی کتاب "تفہیم المسائل "جلد دُوُم صفحہ 390پر چیئرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان، مہتمم دارالعلوم نعیمیہ کراچی پروفیسر مفتی منیب الرّحمٰن صاحب مدظلہ العالی نے کونڈے کی نیاز کو جائز لکھا ہے۔

7۔ شبیر برادرز اردو بازار لاہور سے شائع ہونے والی کتاب "فتاوٰی فقیہ مِلّت" جو کہ دو جلدوں پر مشتمل ہے اسکی جلد نمبر2صفحہ نمبر 265پر کونڈے کی نیاز کو جائز لکھا ہے۔

8۔شبیر برادرز اردو بازار لاہورسے شائع ہونے والے" فتاوٰی بحرالعلوم"جلد دُوم کتابُ الجنائزصفحہ 95پربَقِیَّۃ السَّلف، حُجَّۃالخَلف،بَحْرُالعُلُوم حضرتِ علامہ مولانا مُفتی عبدالمنّان اعظمی دامت برکاتہم القدسیہ نے کونڈے کی نیاز کو جائز لکھا ہے۔

9۔ ۱۴۳۲سنِ ہجری کے رجب المرجب میں گوجرانوالہ سے جو" ماہنامہ رِضائے مُصطفٰے" شائع ہوا تھا اُس کے صفحہ 28اور29پر مجاہداہلسُنّت مولانا محمد حسن علی رضوی بریلوی میلسی صاحب مدظلہ العالی نے عوامِ اہلسنت کو بدمذہبوں کے مکروفریب اور ان کے کرتوتوں سے آگاہ کرتے ہوئے مجاہدِ اہلسُنّت،پاسبانِ مسلکِ اعلیٰ حضرت قبلہ حضرت مولانا ابوداؤد محمدصادق قادری رضوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اوردیگر سُنّی علماء کے حوالے سے کونڈے کی نیاز کو جائزوباعث برکت ثابت کیا ہے۔

10۔ضیاء القرآن پبلی کیشنز داتا دربار لاہور سے شائع ہونے والا رسالہ"صراط الابرار" حِصّہ سِوُم صفحہ 12تا15پر حضرت مولانا محمد شہزاد قادِری ترابی صاحب مدظلہ العالی نے بدمذہبوں کی طرف سے کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے۲۲رجب کو حضرت سیدناامام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایصالِ ثواب کے لئے کونڈے کی نیاز کرناجائزلکھاہے۔نیزآپ نے ایک اعتراض کے جواب میں یہ بھی تحریر فرمایاکہ ہم سُنّیوں کا کونڈے کی نیاز کرنا کسی بے ادب گستاخ فرقے کی نقل نہیں بلکہ ہمارا یہ فعل خود ہمارے بزرگوں اور اَسلاف کا طریقہ ہے۔

(2)سوال نمبر دو کا جواب: کسی بھی بزرگ کو ایصال ثواب کرنے کے لیے ضروری نہیں اس کی تاریخ پیدائش یا تاریخ وفات کے دن ہی اسے ایصال ثواب کیا جائے ہاں اس لیے کوئی دن مقرر کرنا کہ یاد رہے اور کثرت سے مسلمان اس میں شریک ہو سکیں جائز ہے جبکہ اسے لازم نہ سمجھا جائے بلکہ یہ سمجھنا کہ ان تاریخوں کے علاوہ ایصال کریں گے تو نہیں ہوگا یہ جاہلانہ خیال ہے، اسی طرح یہ خیال بھی

غلط ہے کہ ایک خاص مقام پر رکھ کر فاتحہ دی جائے گی تب ہی ہو گی یا اسے باہر نہیں نکالناچاہیے ورنہ ثواب ختم ہو جائے گا۔ سید ی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"اموات مسلمین کو ایصال ثواب بے قید تاریخ خواہ بحفظ تاریخ معین مثلا روز وفات جبکہ اس کا التزام بنظر تذکیر و غیرہ مقاصد صحیحہ ہو ،نہ اس خیال جاہلانہ سے کہ تعیین شرعا ضروریا وصول ثواب اسی میں محصور ۔۔۔۔۔۔یہ سب امور شرعا جائز و روا و مباح ہیں جن کے منع پر شرع مطہر سے اصلا دلیل نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد9، صفحہ421، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات اگرچہ ۲۲رجب المرجب نہیں، لیکن اس دن یا اس کے علاوہ کسی بھی دن ان کے ایصال ثواب کرنے میں کوئی ممانعت بھی نہیں، جو منع کرے اس پر دلیل لانالازم ہے ۔او ربلادلیل کسی چیز سے منع کر نا شریعت مطہرہ پر افتراء ہے ۔ان مسائل کی اگر تفصیل دیکھنی ہو تو سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ کا مطالعہ فرمائیں۔

(3)**سوال نمبر 3 کا جواب:** کونڈوں کے نیاز کب سے ہے؟ اور کہاں سے نکلی ہے؟ اس کے متعلق کوئی مستند حوالہ نہیں ہے ،قیاس آرائیاں ہیں ،جو کونڈوں کی نیاز کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ اہل تشیع کی ایجاد ہے اور اہل تشیع حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی خوشی میں یہ کرتے ہیں۔جبکہ یہ دونوں باتیں خود ساختہ اور بے دلیل ہیں ۔اہل سنت کئی سالوں سے یہ نیاز دیتے آئے ہیں اور اہل سنت کے جید علماء نے اس کی اجازت دی ہے۔ جہاں تک شیعوں سے مشابہت کا تعلق ہے تو اہل تشیع بھی رجب کے کونڈے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایصال ثواب کے لئے کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچھا جانتے تھے اور ترغیب دیتے تھے کہ لوگوں کو اچھا کھانا کھلایا جائے چنانچہ شیعوں کے ذاکرباقر مجلسی کی کتاب حلیۃ المتقین جس کا اردو ترجمہ مقبول احمد نے کیا اس میں باقر مجلسی امام جعفرصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتاہے:"حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام اکثر عمدہ روٹیوں ، نفیس فرینی اور لذیذ حلوہ لوگوں کو کھلایا

کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے جب خدا ہمارے لئے فراخی کرتا ہے تو ہم بھی فراخ دلی سے لوگوں کو کھلاتے ہیں اور جس وقت کم میسر آتا ہے اس وقت ہم بھی کفایت برتتے ہیں۔

مولا امام جعفر الصادق علیہ السلام کا ہی فرمان موجود ہے عمدہ کھانا پکاؤ ، اپنے یاروں دوستوں کو بلاؤ اور ان کے ساتھ کھاؤ اور کھلاؤ۔" (حلیتہ المتقین (مترجم)،صفحہ 61،افتخار بک ڈپو)

کونڈوں کے جواز پر کلام کرتے ہوئے شیعوں کا ذاکر آغا محمد مدثر لکھتا ہے:"شیعہ مولا امام جعفر الصادق علیہ السلام کے فرمان کے مطابق عمل ام داود ۱۳ ، ۱۴ اور ۱۵ کو بجا لاتے ہیں ، ان ایام کو ایام بیض کہتے ہیں جس کے مخصوص اعمال کا ذکر مفاتیح الجنان اردو الصفحہ ۲۸۹-۲۸۸ پر تحریر ہیں ، اسی طرح علامہ السابقی نے رسوم الشیعہ الصفحہ ۲۷۷ پر مزید ۱۵ رجب مورخین کے حوالے سے عقد جناب سیدہ سلام اللہ علیھا ، تحویل کعبہ اور مولا امام سجاد علیہ السلام کی آمد کا بھی ذکر کیا ۔۔۔ہماری تحقیق یہ ہے کہ یہ نیاز آئمہ اطہار علیہ السلام ہی کے زمانے سے جاری ہے لیکن علما کی تحقیقات کی وجہ اس کی تاریخوں میں رد و بدل ہوتا رہا۔۔پھر ایک اور بات کہ ایک انکشاف ہوا کہ ۱۵ رجب بی بی ام المصائب زینب سلام اللہ علیھا کا یوم وفات بھی ہے جیسا کہ علامہ نقدی نے زینب الکبریٰ الصفحہ ۱۲۲ پے درج کیا۔" (http://articles.kullayiman.com/archives/1072)

البتہ شیعوں کا ایک ذاکر شیخ مفید متوفی ۴۱۳ھ نے اپنی کتاب" مسار الشیعہ" مطلب شیعہ کی خوشیاں کے صفحہ ۳۴ پربارہ رجب کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر خوشی منانے کا کہا ہے لیکن یہ نہیں کہا کہ رجب کے کونڈے اسی خوشی میں کیے جائیں چنانچہ لکھتا ہے"كان هلاك معاوية بن ابی سفیان لعنه الله وهو يوم مسرة لاهل الايمان وحزن لاهل الكفر والطغيان وفی یوم النصف سنه "(اس عبارت کا ترجمہ ایک شیعہ نے یوں کیا) ۱۲ رجب خوشی کا دن ہے کیوں کہ اس تاریخ کو امیر المومنین علی علیہ السلام کا دشمن معاویہ ابن ابی سفیان کی ہلاکت ہوئی یہ دن اہل ایمان کے لئے خوشی اور اہل کفر و سرکشی کے لئے غم کا دن ہے۔ (مسارالشیعہ،صفحہ34)

شیعوں کا رجب کے کونڈے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی خوشی میں نہ ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ شیعوں کا ایک ذاکر ڈھکو ہے جو ان کا مناظر بھی ہے اس نے رجب کے کونڈوں کی رسم کو غلط کہا ہے چنانچہ کہتا ہے:"من جملہ ان غلط رسوم کے ایک ۲۲ رجب کے کونڈے بھی ہیں یہ رسم پہلے ہندوستان سے نکلی اور رفتہ رفتہ مختلف ممالک میں پھیل گے۔"
(اصلاح الرسوم،صفحہ283)

حالانکہ اسی ذاکر کا یہ کہنا ہے:"اگر کسی دشمن خدا و مصطفیٰ و آل عبا کی ہلاکت پر خوشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یا کسی امام عالی مقام کی بارگاہ میں ہدیہ ثواب پیش کرتے ہوئے کچھ حلوہ پوری پکا لیا جائے یا اہل ایمان کو کھلا دیا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ کئی اعتبار سے بجا آوری اچھا کام ہے۔" (اصلاح الرسوم،صفحہ283)

اگر کونڈے کی نیاز شیعوں میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنا بغض نکالنے کے لیے ہوتی تو کبھی بھی یہ ڈھکو ذاکر اسے ناجائز نہ کہتا بلکہ اسے ثواب عظیم سمجھتا۔لہٰذا ثابت ہوا کہ شیعہ لوگ یہ نیاز حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے ایصال ثواب کے لیے کرتے ہیں۔

بالفرض اگر اہل تشیع حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی خوشی میں کونڈوں کی نیاز دلاتے ہیں تو یہ ان کا فعل ہے اہل سنت تو ایسا نہیں کرتے،پھر تشبہ کس بات کی؟بلکہ اس صورت میں تو امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوا یصال ثواب کریں تو یہ اہل تشیع کی مخالفت ہوگی۔

(4)سوال نمبر 4 کا جواب:ارد و لغت کے اعتبار سے کونڈے کا مطلب نذرو نیاز کی شیرینی ہے جیسا کہ فیروز اللغات میں لکھا ہے:آٹا گوندھنے کا مٹی کا ظرف، پرات،نذرنیاز کی شیرینی۔کونڈا بھرنا: محاورہ نذر پوری ہونے پر امام جعفر کی نیاز دلوانا۔ (فیروزاللغات،صفحہ1046،فیروزسنز،لاہور)

اگر کونڈے کا مطلب ستیاناس ہی ہو تو پھر دیگر کئی اولیائے کرام کے نام نذرونیاز میں یہ لفظ استعمال نہیں ہونا چاہئے تھا جبکہ ہم دیکھتے ہیں دیگر اولیائے کرام کے لئے دی جانے والی نیاز میں بھی لفظ

کونڈے استعمال ہوتا ہے چنانچہ سَیّدی اعلیٰ حضرت،امامِ اَہلِسُنّت،شیخ الاسلام والمسلمین ،امام اَحمدرَضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں بھی کونڈے کی نیاز ہو اکرتی تھی جیسا کہ خلیفہ اعلیٰ حضرت ملک العلماء حضرت علامہ مولانامحمد ظفرالدین بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کونڈے کی فاتحہ اور عورتوں کی جہالت سے متعلق "حیاتِ اعلیٰ حضرت"میں تحریر فرماتے ہیں:"حضرت جلال بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کونڈوں کی نیاز میں ایک کونڈے کی شیرینی پر کپڑا ڈھک دیا جاتا ہے کہ اِس پر حضرت بی بی یعنی حضرت سیدۃالنساء بتول زہرارضی اللہ تعالیٰ عنہاکی فاتحہ عام طور سے دلاتے ہیں۔اِس کونڈے سے مرد کو شیرینی کھانے نہیں دیتے۔مگر حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے یہاں فاتحہ دینے کے بعد قصداً بطورِ تَبَرُّک اُس میں سے تناول فرما لیا کرتے تھے اور (اپنے مخصوص و دلنشین انداز میں دل پرچوٹ کرتے ہوئے)ارشاد فرماتے کہ اگر مَردوں کو بی بی صاحبہ کی تبرک سے نہیں دیا جاتا،تو پھرعورتوں کو حضورِ اَقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نیاز کا تبرک نہ کھانا چاہیئے۔نہ میلاد شریف کی تبرک میں عورتوں کا حصّہ ہونا چاہیئے۔" (حیاتِ اعلیٰ حضرت،جلد3،صفحہ93،مکتبۃُ المدینہ، کراچی)

المختصر یہ کہ رجب کے کونڈے شرعاجائز ہیں اور اس کے جائز ومستحب ہونے پرعلمائے اہل سنت کے صریح ارشادات موجود ہیں۔اس پر بلاوجہ طعن کرنا اور اسے زبردستی اہل تشیع سے مشابہت قرار دینا درست نہیں ہے بلکہ بدمذہبوں کا وتیرہ ہے جو بات بات پر ایصالِ ثواب کی محافل اور طریقوں کو ناجائز و بدعت کہتے ہیں ۔شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند مصطفی رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے فتاوٰی مصطفویہ میں صفحہ 481 پر کونڈوں کی نیاز کو حرام کہنے والوں بدمذہبوں کی مذمت فرمائی ہے۔ واللہ اعلم ورسولہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الیکشن 2018ء

قیادت۔۔۔اور دینی فکر

پیشکش: صدائے قلب

26 جون 2018ء

الیکشن 2018 کی دھوم دھام ہے۔ مختلف سیاسی جماعتوں کے قائدین بیچاری عوام کو پھر سے اپنی چکنی چپڑی باتوں سے بہلانے پھسلانے اور نئے پرانے جالوں میں پھنسانے کو ایک بار پھر خوب سے خوب تر متحرک ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اب عوام میں شعوری بیداری اور اس کے زاویہ نگاہ میں تبدیلی واقع ہو چکی ہے، لہٰذا پرانے جال انہیں پھانسنے میں اب کام نہ آئیں گے۔ لیکن اگر خود فریبی سے بچ کر حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا جائے تو ہزار ٹھوکریں کھا کر بھی اس عوام کا شعور ابھی بیدار ہوتا معلوم نہیں ہوتا، اور زاویہ نگاہ میں بھی وہی کجی اب بھی برقرار ہے کہ وہی بدکردار قائدین پارٹیاں بدل بدل کر ہم پر مسلط ہونے کے لیے تیار ہیں اور ان کی وہی گھسی پٹی پالیساں ابھی بھی ان کی ترجیحات بنی ہوئی ہیں۔ بہت کم ہی ایسے لوگ ہیں جو ان لیڈروں کا کردار دینی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ حتی کہ اس عوامی سوچ پر بہت تعجب ہوتا ہے کہ وہ کسی لیڈر کی کرپشن تو دیکھتے ہیں، کسی لیڈر پر تین شادیوں کے سبب تو اعتراض کرتے ہیں لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ کس لیڈر نے دینی احکام کا انکار کیا، کس لیڈر نے غیر شرعی کلمات کہے، کس نے بے حیائی اور ناچ گانے کو فروغ دیا، کس نے ہندوؤں کے مندر میں جاکر پوجا کی، کس نے ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالا۔

شاید اس عدم توجہ کا سبب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی روایت کردہ یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "آخری زمانے میں کچھ قومیں آئیں گی جن کی شکلیں آدمیوں جیسی ہوں گی لیکن دل شیطان جیسے ہوں گے۔ ان کے دِلوں میں رحم نہیں ہوگا۔ خون بہانے والے گناہوں کی طرف توجہ نہ کریں گے۔ انکا خریدنا بیچنا دھوکے بازی پر مشتمل ہوگا۔ جب بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے۔ امانت میں خیانت کریں گے۔ انکے بچے شرارتی اور بڑے شاطر ہوں گے۔ انکے بڑے نیکی کا حکم اور برائی سے منع نہ کریں گے۔ مؤمن ان میں ذلیل اور فاسق عزت والا ہو گا۔ سنت انکی نظر میں بدعت اور بدعت سنت ہوگی۔ ایسے لوگوں پر اللہ عزوجل شریر لوگوں کو مسلط فرما دے گا۔ پھر نیکو کار دعا کریں گے لیکن انکے لئے قبولیت نہ ہو گی۔"

(المعجم الأوسط، جلد6، صفحہ227، حدیث6259، دار الحرمین، القاھرۃ)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ہماری سوچوں میں دین کیوں نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ہم خود بے عمل ہیں۔آج ہماری عوام کے اعمال ہم سب پر عیاں ہیں کہ سرکاری اداروں میں ایک چپڑاسی سے لے کر افسر تک کس قدر رشوت خوری میں غرق ہے۔ ڈاکٹر کس طرح بے رحمی سے مریضوں کو لوٹ رہے ہیں۔ تاجر کس قدر ملاوٹ اور دھوکے بازی سے پیسے بٹور رہے ہیں۔ بوڑھے تک داڑھی منڈواتے اور تاش کھیلتے،بجائے نوجوانوں کو نیکی کی دعوت دینے کے الٹا ان سے گندی گفتگو کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

ایک مذہبی گروپ ایسا بھی ہے جس کا کام امت مسلمہ کو مشرک و بدعتی ٹھہرا کر مسلمانوں کے ہی خلاف جہاد کرنا ہے۔ سنت ان کی نظر میں بدعت ہوچکی ہے جیسے وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم کی سنت عمامہ چھوڑ کر چرواہوں کی طرح لال رومال باندھنے لگے ہیں، اور بدعت ان کی نظر میں سنت ہے جیسا کہ وہ ننگے سر نماز پڑھتے ہیں۔ جب عوام کا عملی کردار ایسا ہوگا اور بجائے اپنی حرام کاریوں کی اصلاح کے الٹا دین دار طبقے پر تنقید کریں گے اور حرام کو حرام نہیں سمجھیں گے تو ان لیڈروں کے ہاتھوں ملک و قوم کی ہلاکت ہونا کوئی حیرانی کی بات نہیں، بلکہ اپنے ہی اعمال کی سزا ہے۔

یہ ہماری عوام کی بداعمالیاں ہی ہیں کہ ہماری سوچ میں غیرت و حمیت اور سابقہ لیڈروں کے اعمالِ بد سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا مفقود ہوچکا ہے۔ہم ان کھوٹے سکوں کو بار بار آزماتے ہیں اور ہر بار دین و ملک کا نقصان اٹھاتے ہیں۔ ہر الیکشن کی طرح اس الیکشن میں بھی وہی کرپٹ لیڈر اپنی دولت و سیاسی طاقت کے سبب پارٹیاں بدل کر برسراقتدار آنے کے لیے تیار ہیں اور ہم اپنی امیدوں کو پھر سے ان کے ساتھ وابستہ کیے ہوئے ہیں۔

ہمیشہ کی طرح2018کے الیکشن میں بھی ہماری قوم کے ووٹ ڈالنے کی روش وہی پرانی ہے جو درج ذیل ہے:

☆ بعض لوگوں میں قرآن پاک میں بیان کردہ یہ مرض قدیم پایا جاتا ہے کہ ان کے بڑوں نے بھلے جہالت و نادانی کا ثبوت دیا ہو مگر وہ ان کی پیروی یہ کہہ کر کرتے ہیں کہ میرا دادا چونکہ پیپلز پارٹی

کو ووٹ دیتا تھا ،لہٰذا میں بھی پیپلز پارٹی ہی کو ووٹ دوں گا اگرچہ زرداری جیسا کرپٹ ترین شخص بھی وزیر بن رہا ہو،یا اس کا عیاش اور بے دین بیٹا بلاول برسراقتدار آرہا ہو جو ہم جنس پرستی کی بد عملی کا ملزم اور ہندوؤں کی عبادت گاہ پر جاکر ان کے ساتھ بت پرستی میں شریک رہا ہو۔

☆ بعض قومیں وہ ہیں جو آج بھی وڈیروں اور گدی نشینوں کو ووٹ دیتی ہے اگرچہ وہ کسی بھی کرپٹ اور بے دین تحریک سے وابستہ ہوں جیسا کہ کئی سندھی اور بلوچی قوموں کا حال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان وڈیروں نے ان صوبوں میں ترقیاتی کام نہ کیے بلکہ ہندوستان کے ایجنٹ کے طورپر ملک کو نقصان پہنچایا۔ اگر جنگ آزادی کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو اس میں مسلمانوں کے خلاف غداری کرنے والے جن نوابوں کو انگریزوں نے جاگیریں دیں، آج انہی جاگیر داروں کی اولاد برسر اقتدار آکر اس ملک اور اس کی قوم سے غداری کو برقرار رکھے ہے۔

وہ مذہبی گدی نشین طبقہ جنہوں نے دین وملک کے لیے ایک آنے کا کام نہیں کیا، فقط اپنے آباؤاجداد کی بزرگی کو کیش کرواکر اپنی تجوریاں بھریں اور آپس میں گدیوں پر لڑتے رہے اور بدعقیدوں کی صحبت میں بیٹھ کر صلح کلیت کو پروان چڑھایاہے،وہ آج بھی انہی بے دین و کرپٹ پارٹیوں کے ممبر بنے نظر آرہے ہیں۔

☆ لوگوں کی ایک تعدا د ایسی ہے جو ہمیشہ اسے ووٹ دیتے ہیں جس کے جیتنے کی چہ مگوئیاں ہو رہی ہوں۔ پھر اگر وہی جیت بھی جائے تو وہ اس بات پر اتراتے ہیں کہ ہم نے جسے ووٹ دیا وہ جیت گیا اگرچہ وہ جیتنے والی پارٹی کرپٹ ترین یابے دین ہو۔

☆ ایک بہت بڑی تعداد نواز شریف اور شہباز شریف جیسے بے دین ،متکبر اور کرپٹ لوگوں کو یہ سمجھ کر ووٹ دیتی ہے کہ بقیہ لیڈروں کی بہ نسبت یہ کم لوٹ مار کرنے والے ہیں۔ یعنی ہماری قوم کا گویا یہ حال ہے کہ آنکھوں دیکھا زہر یہ کہہ کر کھانے کو تیار ہے کہ اس سے بندہ فورا نہیں مرتا بلکہ تڑپ تڑپ کر مرتا ہے۔

☆ ہماری اکثر عوام جب لیڈروں کے متعلق غوروفکر کرتی ہے تو ہر کوئی اپنے لیڈر کے عیبوں کو یکسر نظر انداز کرکے اس کی چند اچھائیاں پیش کرتا ہے اور اپنے لیڈروں کے خلاف ثابت شدہ باتوں کی ایسی باطل تاویلات کرتا ہے جسے سن کر ہنسی کے ساتھ ساتھ دکھ ہوتا ہے۔ جیسے جو نون لیگ کے ووٹر ہیں جب ان سے کہا جائے کہ نواز شریف نے قادیانیوں کو بھائی کہا،ہندوؤں کے مذہبی تہوار میں شرکت کی اور ہندوؤں کے لیے بھی جنت جائز قرار دے دی اور غازی ممتاز قادری رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کروایا، تو بقیہ مسائل میں تو یہ ن لیگی جواب دینے سے عاجز آجاتے ہیں البتہ ممتاز قادری کے مسئلہ میں کہتے ہیں کہ اسے پھانسی کورٹ نے دی ہے، نواز شریف نے نہیں۔حالانکہ کورٹ نے تو آسیہ سمیت اور بھی کئی گستاخوں کو پھانسی کی سزا دی ہوئی ہے ، انہیں اب تک پھانسی کیوں نہیں ہوئی؟ اوریا مقبول کا ٹی وی چینل پر بیان موجود ہے کہ صدر ممنون نے ان سے کہا تھا کہ مجھے ہر ہفتہ وزیر اعظم آفس سے یہ فون آتا ہے کہ ممتاز قادری کے پھانسی کی جلد توثیق کرو۔یعنی نواز شریف نے اپنے مغربی آقاؤں، سیکولر اور لبرل لوگوں کو راضی کرنے کے لیے ممتاز قادری کو پھانسی دی اور جیسے ہی اس نے یہ کیا اس دن سے اللہ عزوجل نے اس کی ایسی گرفت کی کہ یہ ہردن ذلت ورسوائی کے گڑھے میں گر رہا ہے، جس کا انجام اس کے لئے بھی جیل کی سلاخیں ہی نظر آ رہا ہے۔

☆ ایک تعداد ہے جو آج عمران خان سے متاثر ہے اور اس میں میڈیا کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ یہ وہی میڈیا ہے جو کبھی عمران خان کے جلسے کی کوریج بھی نہ دیتا تھا اور خان صاحب اس پر شکوہ کناں رہتے تھے۔ لیکن پتہ نہیں اب میڈیا کو عمران خان نے پتہ نہیں کون سی پھکی دی ہے کہ اسے ممتاز قادری کے جنازے میں موجود لاکھوں افراد تو نظر نہ آئے لیکن خان صاحب کے جلسے میں چند ناچنے گانے والے افراد ایسے پسند آئے کہ کیمرہ ان کی ایک ایک حرکت عوام کے سامنے لاتا ہے۔عمران خان کا کردار اگر دینی اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ نواز شریف سے بھی گیا گزرا ہے۔یہ عمران خان اور اس کے کارندے جیسے فواد چوہدری وغیرہ تو نواز شریف سے بھی قبل قادیانیوں کے خیرخواہ نظر آتے

تھے۔ اسی عمران خان نے ممتاز قادری کو قاتل کہا اور فوا د چوہدری نے سلمان تاثیر کے قصیدے گائے اور ممتاز قادری پر سخت تنقید کی۔ اسی عمران خان نے واضح طور پر خود کو لبرل کہا اور 80فیصد داڑھی والوں کو دو نمبر کہا۔ اس نے اپنی تقریروں میں کئی غیر شرعی بلکہ کفریہ کلمات کہے۔یہ شخص ہر پلیٹ فارم پر نواز شریف کے خلاف بولا لیکن ختم نبوت اور ناموس رسالت کے مسئلہ پر اور برما و فلسطین میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کے خلاف کبھی نہیں بولا۔

☆دینی سیاسی تحریکوں کی طرف نظر کریں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ پاکستان میں موجود فضل الرحمن اور طاہر القادری ایسے نام نہاد دینی قائدین کی سیاست نے لوگوں کو دینی طبقہ سے دور کیا ہے۔فضل الرحمن صاحب وہ نایاب لیڈر ہے جو کبھی بھی بکا نہیں، بلکہ ہر حکومت کو کرایہ پر مل جاتا ہے اور طاہر القادری صاحب نے لوگوں کو جھوٹے خواب سنا کر اپنی سیاست چمکانے کی بہت کوشش کی لیکن خود باعمل و مخلص نہ ہونے کی وجہ سے سوفیصد ناکام رہے۔ اب ان کا یہ حال ہے کہ کینیڈا جاکر انگریزوں کے حق میں بیان دیتے ہیں اور پاکستان آکر کبھی عیسائیوں کے ساتھ کرسمس کا کیک کاٹ رہے ہوتے ہیں اور کبھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کر کے اہلسنت میں رافضیت کا بیج بو رہے ہوتے ہیں۔وقفے وقفے سے سیاسی کرتب دکھاتے ہیں لیکن ناکام ہوکر پھر کینیڈا چلے جاتے ہیں۔

☆ اب ایک نئی تحریک " تحریک لبیک پاکستان" وجود میں آئی ،جس میں مخلص علماو عوام نے حصہ لے کر ختم نبوت پر ثابت قدم رہ کر ایک بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ،جس کا انعام یہ ملنے والا تھا کہ ایک مضبوط مذہبی سیاسی جماعت وجود میں آنے والی تھی کہ اس کے بعض قائدین کے اختلاف نے اسے سخت نقصان پہنچایا ہے۔ اب ایک ہی حلقے میں دونوں علماکے ممبران کا ایک دوسرے کے سامنے آنا دینی سیاست کے لئے کسی طور فائدہ مند نہیں بلکہ دوسری لبرل سیاسی پارٹیوں ہی کو فائدہ پہنچانا ہے۔جہاں تک ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب اورعلامہ خادم حسین رضوی صاحب کے کردار کا تعلق ہے تو یہ دونوں شخصیات اہل علم ، مخلص اور انتہائی ایماندار ہیں۔ کبھی، کہیں، کسی طرح کی کرپشن ان سے ہر گز

ثابت نہیں۔ یوں یہ دونوں شخصیات زرداری،نوازشریف، شہباز شریف اور عمران خان وغیرہا سے بدرجہا بہتر ہیں۔ لیکن ان کے پاس چونکہ مغربی حمایت اور میڈیا کی سپورٹ نہیں ہے جس کی وجہ سے یہودونصاری، سیکولرطبقہ اور ظالم میڈیا ان مذہبی لوگوں کی کردار کشی کرنے اور انہیں شدت پسند مشہور کرنے میں رات دن ایک کئے ہوئے ہے۔ علامہ خادم حسین رضوی صاحب کے چند جملے آگے پیچھے سے کاٹ کراس طور پر پیش کرتے ہیں کہ یہ شخص فحش کلامی اور شدت پسندی کو فروغ دیتا ہے۔ بالفرض ایک شخص سے سخت کلامی ثابت بھی ہوتو اس سے یہ کیسے ثابت ہوگیا کہ تمام مذہبی لوگ اور تحریک لبیک کے تمام ممبران شدت پسند اور غیر اخلاقی گفتگو کرنے والے ہیں۔ اہل مغرب ، سیکولر اور سیاسی طبقات دینی لوگوں کی سیاست سے خوف زدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ان کو اقتدار میں نہیں دیکھنا چاہتے اور ان کے خلاف اوچھے ہتھکنڈے استعمال کررہے ہیں۔

آج ہماری عوام کی اکثریت دینی سوچ سے عاری ہوچکی ہے۔یہ عوام جب ملک و قوم کے متعلق سوچتی ہے تو ان کی سوچ میں دین نہیں ہوتا ۔ہر تیسرا چوتھا شخص نواز شریف ، زرداری اور عمران خان کی کرپشن پر روتا ہے لیکن ان لیڈروں کے دینی احوال پر کوئی گفتگو نہیں کی جاتی اور نہ ہی ان کے غیر شرعی افعال کی مذمت کی جاتی ہے۔جب ہماری سوچوں میں دین نہیں اور نہ ہی ہمیں دیندار لیڈروں سے لگاؤ ہے تو اس کا نتیجہ یہی ہو گا کہ عیاش بے دین لیڈر ہم پر مسلط ہوکر ہمارے دین احکام کا مذاق اڑائیں گے ،کافروں کو راضی کرنے کے لیے قرآن وحدیث کا انکارکرکے بے دینی و بے حیائی کو عام کرکے ہماری عوام اور ہماری قوم کی بچیوں کو بدکاری کی طرف لگائیں گے۔آج ہمارا نوجوان طبقہ دین سے دور ہوکر موبائل اور عشق معشوقی جیسے حرام کاموں میں مشغول ہوگیا،طلاقیں عام ہوگئیں،بے حیائی اور زنا کو روزبروز فروغ مل رہا ہے۔ آج اگر ہم نے ووٹ دیتے ہوئے ان لیڈروں کے دینی احوال کو نہ دیکھا تو ہماری آنے والی نسلوں میں ایسا دین پہنچے گا جس میں نفسانی خواہشات غالب ہوں گی،ختم نبوت کا قانون ختم ہوگا تو کئی جعلی پیر اور گمراہ مولوی نبوت کا دعوی کرکے ہماری نسلوں کا ایمان برباد کریں

گے،ناموس رسالت کا قانون ختم ہو گا تو میڈیا پر آزادی کے نام پر(خدانخواستہ) آپ علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کی جائیں گی اور کوئی بعید نہیں کہ یہ گستاخ ہماری نسلوں ہی سے ہوں کہ جب ان کو آزادی رائے کا اختیار دے دیا جائے گا تو جس طرح آج یہ شرعی احکام کے خلاف زبان درازی کرتے ہیں تو آئندہ انبیا علیہم السلام کی شان میں بھی تنقید یں کریں گے۔

اس مختصر تحریر میں قارئین کے سامنے تمام سیاسی تحریکوں کی صورتحال پیش کردی ہے اور فیصلہ ان پر چھوڑا ہے کہ اپنا ووٹ سوچ سمجھ کر دیں ، کہیں ایسا نہ ہو ہمار ا ووٹ کسی ایسے لیڈر کو جائے جو بے دینی و بے حیائی پھلانے اور ملک کو نقصان پہنچانے والا ہو اور ہم اس کے مددگار بن جائیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری سوچ میں فقط سڑکیں بنانے،بس و ٹرین چلانے اور روٹی ،کپڑا،مکان کی لولی پوپ نہ ہو بلکہ دین بھی ہو کہ ہم لیڈروں میں یہ دیکھیں کہ یہ دیندار ہیں یا نہیں؟ جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانبردار نہیں وہ عوام کا کیاخیر خواہ ہوگا؟؟؟جولیڈر ملک کو لوٹ کر اربوں پتی بن گئے اور باہر کے ممالک جاکر سرمایہ کاری کررہے ہیں،ذرا سا مسئلہ ہو تو علاج کے لیے باہر بھاگ جاتے ہیں اور امریکہ جیسے کافروں کو راضی کرنے کے لیے دینی احکام کاانکار کرکے آئین پاکستان کو بھی توڑ رہے ہیں، وہ لیڈر اس ملک و قوم اور دین اسلام کے لیے مخلص نہیں ہوسکتے۔آئیں ہم پاکستانی عوام یہ نیت کرتے ہیں کہ ہم اپنا ووٹ ایسے عاشق رسول دینی شخصیات کو دیں گے جو اسمبلیوں میں بیٹھ کر دین کی حفاظت کریں اور ختم نبوت اور ناموس رسالت کا دفاع کرسکیں۔

اس مکمل تحریر کو پڑھنے کے باوجود اگر لوگ نواز شریف و شہباز شریف،عمران خان،بلاول بھٹو جیسے کرپٹ لوگوں سے متاثر ہیں یا غداروظالم جاگیر داروں اورجاہل وفاسق گدی نشینوں کی عقیدت میں مرے بیٹھے ہیں تو ایسے لوگوں کے لیے بس یہی حدیث پیش کرکے کلام ختم کیا جاتا ہے:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"حبك الشیء یعمی و یصم"ترجمہ:کسی چیز سے تیر امحبت کرنا اندھا،بہرا کردیتا ہے۔ (مسنداحمدبن حنبل،مرویات ابوالدرداء،جلد6،صفحہ450،دارالفکر،بیروت)

پیشکش: صدائے قلب

19 جولائی 2018ء

آج پوری دنیا میں آزادی رائے کو بہت اہمیت دی جارہی ہے اور سیکولر و لبرل طبقہ کے ساتھ ایک پڑھا لکھا طبقہ بھی اپنے عقائدو نظریات کا برملااظہار کرتا اور اسے اپنا حق سمجھتا ہے۔ اقوام متحدہ کے بین الاقوامی چارٹر کی شق نمبر 19 کے مطابق"ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہارِ رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنی رائے قائم کرے اور جس ذریعے سے چاہے بغیر ملکی سرحدوں کا خیال کیے علم اور خیالات کی تلاش کرے، انہیں حاصل کرے اور ان کی تبلیغ کرے۔"

یہ ایک خود ساختہ ،غیر واضح اور حدو دقیود سے آزاد شق ہے۔اس شق کو آڑ بناکر ایک طبقہ نہ صرف اپنے کلام کو آزاد سمجھتا ہے بلکہ اپنے نظریات کو دوسروں کے اوپر مسلط کرنے کی بھی کوشش کرتا ہے۔اس آزادی رائے کی آڑ میں بہت زیادہ نقصان دینِ اسلام اور علمائے اسلام کو پہنچایاجارہا ہے۔ آئے دن مختلف ممالک میں اسلام کے خلاف سازشیں کی جارہی ہیں اور اسے آزادی کا نام دیا جارہا ہے ،مسلم ممالک میں موجود سیکولر و لبر ل طبقہ اسلامی احکام کے خلاف زبان درازی کرتا اور علمائے دین پر سخت تنقید کررہا ہے۔اسلام اور علما کو قدامت و شدت پسند ثابت کیا جارہا ہے۔ جبکہ حقیقت میں اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے سب سے پہلے اظہار رائے کی آزادی کا فلسفہ دیا، اس سے پہلے لوگ غلام تھے، مصنوعی خداؤں کے آگے جھکتے تھے، ان کے بارے کچھ نہیں کہہ سکتے تھے، جو کوئی ان کے بارے میں لب کھولتاپوری سوسائٹی اس کی دشمن بن جاتی۔

اسلام سے قبل روم وفارس میں لوگ حکمرانوں کے غلام تھے، ان کے خلاف ایک لفظ کہنے کی اجازت تک نہ تھی، یونان کا کلیسا خدائی کا دعویدار تھا، جس سے اختلاف رائے کا مطلب موت تھی۔ مگر اسلام نے انسانوں کو انسانیت کی غلامی سے نکال کر آزاد کروایا اور صرف ایک اللہ وحدہ لاشریک کا بندہ بنانے کا اعلان کیا۔

یہ اسلام ہے جس میں ہر انسان آزاد ہے، وہ جو چاہے کر سکتا ہے، جو چاہے بول سکتا ہے۔ اللہ عزوجل نے'' لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ''(کچھ زبردستی نہیں دین میں)،''لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا '' (اللہ کسی جان پر اس کی طاقت کے برابر ہی بوجھ ڈالتا ہے ۔) اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سماج چلانے کے لیے''وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ''(اور کاموں میں ان سے مشورہ لو)جیسے سنہری اصولوں سے واضح کر دیا کہ اسلام اظہار رائے کی آزادی کا حامی ہے۔

لیکن اسلام اعتدال پسند ہے، فساد کے خلاف ہے،چنانچہ اسلام نے رائے کی آزادی کے ساتھ یہ فلسفہ بھی پیش کیا کہ انسان رائے دینے میں حیوانوں کی طرح بے مہار نہیں، بلکہ اس کی اظہار رائے کی آزادی کچھ حدود Limits کی پابند ہے۔ ان حدود پر تنبیہ کرنے کے لیے ارشاد فرمایا'' مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ''(کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔)سورہ حجرات میں اظہار رائے کی آزادی کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان کسی کا تمسخر نہیں کر سکتا، کسی کی غیبت نہیں کر سکتا، کسی پر بہتان، الزام تراشی، یا کسی کی ذاتی زندگی کے عیب نہیں ٹٹول سکتا، حتی کہ کسی کو برے نام اور القاب سے نہیں پکار سکتا۔

اظہار رائے کی آزادی میں اسلام نے ایک طرف بہترین اخلاقی اقدار فراہم کیں تو دوسری طرف انسان کو رائے دہی میں آزاد کیا اور جبر اور طاقت سے زیادہ ذمہ داری سونپنے کی حوصلہ شکنی کی۔ مشورے اور اظہار رائے کی آزادی کا عملی مظاہرہ ہمیں سیرت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی جابجا ملتا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے غزوہ خندق ، غزہ احد اور غزوہ بدر کے قیدیوں کے معاملے میں نہ صرف صحابہ کرام سے مشورہ کیا بلکہ ان کے مشورے کو عملی جامہ بھی پہنایا۔ اسی طرح قبیلہ غطفان کے ساتھ مدینہ کی پیداوار کے تیسرے حصے پر جب معاہدہ کرنے لگے تو انصار نے بلاخوف وخطر آزادی رائے کا اظہار کیا اور آپ ﷺ کو اس معاہدے سے روک دیا۔ نیز حضرت بریرہ اور مغیث کے معاملے میں

حضرت بریرہ نے کھل کر اپنی رائے کا اظہار کیا اور اس پر عمل کر کے دکھایا۔ حیرت ہے لوگ پھر بھی اسلام کو الزام دیتے ہیں کہ وہ اظہار رائے کی آزادی کے خلاف ہے۔

دوسری طرف مغرب کے ہاں آزادی اظہار رائے کا جو تصور پایا جاتا ہے وہ منافقت اور تضاد سے بھرپور ہے۔ ایک تو ان کے ہاں عملاً اظہار رائے کی آزادی کی کوئی لمٹس نہیں، چنانچہ چغل خوری، عیب جوئی، تمسخر، مذاق وغیرہ وہاں معمول ہے۔ دوسرا آزادی اظہار رائے کے نام پر جو چیزیں وہ خود پسند نہیں کرتے مسلمانوں سے ان کا مطالبہ کرتے ہیں۔ مثلاً ہولوکاسٹ پر بات کرنا، دونوں جنگ عظیم میں ہلاک ہونے والے لوگوں پر بات کرنا، امریکہ کے قومی پرچم، قومی پرندے کی قید، عدلیہ اور دیگر بعض دفاعی اداروں پر بات کرنا جرم سمجھا جاتا ہے۔ کینیڈا کے قانون میں عیسائیت کی توہین و تنقیص جرم ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں کو پیغمبر اسلام کی توہین پر عدم برداشت کا طعنہ دیا جاتا ہے۔مغرب کی دوغلی پالیسی کا اندازہ ان مثالوں سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ ایک مرتبہ آسٹریلیا میں ایک مراکشی عالم نے تنگ وچست لباس پر بات کی تو پورا آسٹریلیا ان کے خلاف ہوگیا۔ 27 جنوری 2003 میں ٹیلی گراف اخبار نے اسرائیلی وزیر اعظم کا خاکہ شائع کیا جس میں وہ فلسطینی بچوں کی کھوپڑیاں کھاتا دکھایا گیا۔ اس پر اسرائیل اور ان کے ہمنواؤں نے ہنگامہ کھڑا کر دیا جس پر اخبار نے معذرت کی۔ اٹلی کے وزیر اعظم نے حضرت عیسی علیہ السلام کے مشابہ حکومت کی بات کی تو پورا یورپ ان کے خلاف ہوگیا۔ اظہار رائے کی آزادی کے نام نہاد علمبردار امریکہ کا حال یہ ہے کہ وہاں لوگوں کے فون تک ٹیپ کیے جاتے ہیں۔ آزادی اظہار رائے کے نام پر امریکہ کے پیچ اخلاق کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیں کہ لیبیا میں توہین قرآن وتوہین رسالت ﷺ کا واقعہ ہوا جس میں مشتعل مظاہرین نے امریکی ایمبیسی میں آگ لگادی اور چندامریکی مارے گئے، جس کے بعد اقوام متحدہ کا اجلاس بلایا گیا، اجلاس سے خطاب کے دوران امریکی صدر نے کہا کہ " توہین رسالت ﷺ وتوہین قرآن آزادی اظہار رائے کی ایک شکل ہے۔ امریکی آئین اسے تحفظ دیتا ہے۔ امریکی اکثریت عیسائی ہے،ہم باوجود عیسائی ہونے کے عیسیٰ علیہ السلام کی توہین پر قدغن نہیں لگاسکتے۔" لیکن

منافقت اور گھٹیا پن دیکھیے کہ پیغمبر اسلام ﷺ ومقدس شعائر کی توہین تو برداشت ہے مگر امریکہ کے قومی پرچم، قومی پرندے کی قید اور عدالتوں کی توہین پر سزائیں اور جرمانے ہیں۔ ابھی حال ہی کا واقعہ ہے کہ امریکہ میں ایک لیڈی ڈینٹل ڈاکٹر کو حجاب پہننے پر نوکری سے برطرف کردیا گیا، فرانس اور جرمنی میں حجاب پر پابندی تو پوری دنیا کے سامنے ہے۔ ان مثالوں سے با آسانی فیصلہ کیا جاسکتاہے کہ اظہار رائے، عمل اور مذہب کی جس آزادی کا ڈھنڈورا اقوام متحدہ ، یورپ اور امریکہ پیٹتاہے وہ صرف ایک دھوکہ ہے۔ (ماخوذ از آرٹیکل: اظہار رائے کی آزادی؛ اسلام اور مغرب کا نقطہ نظر)

افسوس کہ ملکِ پاکستان کا ایک پڑھا لکھا طبقہ رفتہ رفتہ سیکولر و لبرل نظریات کا حامل ہوکر دین اور دینی لوگوں سے دور ہوتا جارہا ہے۔ ہر کوئی اپنی مرضی کے عقائدو نظریات اپنا رہا ہے۔خود یہ لوگ جو بھی غیر شرعی افعال کریں ،اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور اسے آزادی سمجھتے ہیں لیکن ایک مسلمان کو اتنی بھی آزادی نہیں دیتے کہ وہ قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزار سکے۔ داڑھی والے حضرات اور حجاب والی عورتوں پر سخت تنقید کی جاتی ہے جبکہ آزادی کے اصول کے مطابق بھی دیکھا جائے تو اگر ایک شخص نے داڑھی رکھی ہے یا ایک مسلمان عورت نے حجاب کیا ہے تو اس میں سیکولر لوگوں کو کیا تکلیف ہے؟؟؟لیکن حقیقت یہ ہے کہ آزادی رائے کا فتنہ اسلام کو کمزور کرنے اور اسلامی احکامات کو ختم کرنے کے لیے ہے۔

آج پاکستان میں موجود سیکولر اور مغربیت کے دلدادہ لوگ علمائے کرام پر یہ الزام تو لگاتے ہیں کہ انہوں نے لوگوں کو اپنا غلام بنالیا ہے اور انسانوں کو اپنی مرضی کے مطابق جینے نہیں دیتے،سخت احکام ہم پر مسلط کرکے ہماری آزادی کو چھیننا چاہتے ہیں لیکن یہ لوگ اس وقت مغربی ممالک اور کفار پر تنقید نہیں کرتے ہیں جب وہ انگریز اپنے ہاں موجود مسلمانوں کو ان کی مرضی کے مطابق اسلامی قوانین پر عمل پیرا نہیں ہونے دیتے۔ ذیل میں چند وہ واقعات پیش کیے جاتے ہیں جو مختلف ممالک میں مسلمانوں کے خلاف روپذیر ہوئے۔ قارئین ان واقعات کو پڑھیں اور غور کریں کہ اس وقت اسلام دشمن

طاقتیں کس طرح مسلمانوں کے خلاف کاروائیوں میں مصروف عمل ہیں اور آزادی کے نام پر ترقی کو جو خواب مسلمانوں کو دکھایاجارہا ہے وہ ایک فریب ہے۔

حجاب پر پابندی

یورپین ممالک جن میں آزادی کے نام پر بے حیائی عام ہے، وہاں جو مسلمان عورت اپنی مرضی اور شریعت اسلام پر عمل پیرا ہوتے ہوئے حجاب کرے اس کے ساتھ انتہائی بُراسلوک کیا جارہا ہے۔اس نازیبا سلوک کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ یورپی لوگ بےحیائی اور غیر اخلاقی افعال سے تنگ آکر جب اسلامی تعلیمات دیکھتے ہیں تو اسلام کو ہر لحاظ سے ایک کامل دین پاکر اس کی طرف مائل ہورہے ہیں۔ان کفار کوشعائر اسلام اور اسلامی تہذیب کی کشش کا خوف ہے۔یہی وجہ ہے کہ یورپ میں کچھ عرصہ سے حجا ب کے خلاف قانون سازی کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔جن میں فرانس، بیلجیم،اسپین،جرمنی وغیرہ شامل ہیں۔

بیلجیم: بیلجیم کی پارلیمنٹ نے عوامی مقامات پر برقعہ پہننے پر پابندی عائد کر دی ہے۔بیلجیم کی پارلیمنٹ میں رائے شماری میں ایک سو چونیتس ارکان نے برقعہ پر پابندی کے حق میں ووٹ دیا ،جبکہ مخالفت میں ایک بھی ووٹ نہیں آیا۔ قانون کی خلاف ورزی کرنے والے پر پندرہ سے پچیس یورو جرمانہ عائد کیا جائے گا ،جبکہ سات دن قید بھی ہو سکتی ہے۔

اسپین: طویل عرصے تک مسلمانوں کے زیرِ حکومت رہنے والے ملک اسپین میں بھی حجاب پر پابندی کے بارے میں بحث و مباحثے جاری ہیں چنانچہ اس کے دو بڑے شہروں میں پابندی عائد کی جاچکی ہے۔" لیڈا"اسپین کا پہلا شہر بن گیا ہے جہاں برقع پہننے پر مکمل پابندی ہے۔ واضح رہے کہ"لیڈا" کی تین فیصد آبادی مسلمان ہے۔ جبکہ اسپین میں مسلمانوں کی کل آبادی تقریباً دس لاکھ ہے۔ غیر ملکی خبر ایجنسی کے مطابق اسپین کے" لیڈا"ٹاؤن کے حکام نے خواتین کو پردہ نہ کرنے کے قانون پر سختی سے عمل

کرنے کی ہدایت جاری کر دی ہے۔ لیڈا میونسپل نے رواں برس جون میں برقعے اور حجاب پر پابندی کا قانون پاس کیا تھا۔

فرانس: فرانس میں کئی سالوں سے حجاب کے خلاف تحریک چلتی رہی جو بعد میں قانونی شکل اختیار کر گئی ہے۔پہلے یہ پابندی صرف تعلیمی اداروں تک محدود تھی اور اسے سکول،یونیفارم اور ڈسپلن کی خلاف ورزی قرار دیا گیا،لیکن بعد میں 11اپریل2010سے عمومی طور پر پابندی لگا دی گئی ۔ اس وقت فرانس میں مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد رہائش پذیر ہے۔ فرانس کی وزارت داخلہ کے مطابق فرانس جہاں یورپی ممالک کے مقابلے میں سب سے زیادہ مسلمان رہائش پذیر ہیں اور 1900 خواتین برقع پہنتی ہیں،مسلمانوں کے شدید تحفظات کے باوجود فرانس میں حجاب پر پابندی کا قانون نافذ کر دیا گیا۔نئے قانون کے تحت عوامی مقامات اور عدالتوں میں چہرہ چھپانے پر پابندی عائد کی گئی ہے۔ ایسا کرنے والی کسی بھی عورت کو پولیس اسٹیشن بلاکر نقاب اتارنے کا کہا جائے گااور حکم عدولی پر ڈیڑھ سو یورو جرمانہ کیا جائے گا۔ اور اگر کسی مرد نے کسی مسلم خاتون کو برقعہ پہننے پر مجبور کیا یا اِس کی ترغیب بھی دی تو اسے ایک سال قید اور پندرہ ہزار یورو جرمانے لگانے کا بھی قانون پاس کر لیا گیا ہے۔بلکہ فرانس کی حکومت نے ایک غیر ملکی شخص کو اس بنیاد پر شہریت دینے سے انکار کر دیا ہے جس نے اپنی بیوی کو زبردستی نقاب پہننے کا حکم دیا تھا۔

آسٹریا: العربیہ ڈاٹ نیٹ کے مطابق آسٹرین وزیرخارجہ اسپٹین کورٹز کا تعلق ملک کی قدامت پسند عیسائی سیاسی جماعت 'پیپلز پارٹی' سے ہے اور وہ ایک مسلمان فلسطینی نژاد خاتون وزیر مملکت منیٰ دزدار کے ساتھ مل کر ملک میں حجاب پر پابندی کے لیے قانون سازی کررہے ہیں۔ آسٹرین وزیرخارجہ نے جہاں ایک طرف مسلمان خواتین کے حجاب پر پابندی کے قانون کے نفاذ کی مہم شروع کی ہے، وہیں دوسری طرف کیتھولک عیسائی عورتوں کو صلیب کی علامت گلے میں ڈالنے کی اجازت دی ہے۔ ان کا کہنا

ہے کہ اسکول میں کلاسوں کے دوران بھی صلیب کی علامت نمایاں کی جاسکتی ہے۔ بقول ان کے صلیب کی علامت گلے میں ڈالنا ملک کی قومی تہذیب وتاریخ کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے۔

چین: چین کے شورش زدہ شمالی صوبے سنکیانگ کے ایک شہر میں ہیڈ اسکارف یا حجاب کا استعمال کرنے والی خواتین اور داڑھی والے مردوں کے لیے بسوں میں سفر کرنے پر پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ سنکیانگ ایغور نسل کے مسلمانوں کا آبائی علاقہ ہے۔ ایغور باشندے 'ترکش' زبان بولتے ہیں جو 25 مختلف زبانوں سے مل کر بنی ہے۔

تسنیم نیوز کے مطابق چینی حکومت نے اپنے شہریوں پر پابندیاں عائد کردی ہیں جن میں داڑھی رکھنے اور خواتین کے برقعہ پہننے پر پابندی لگا دی اس کے علاوہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر حکومتی پالیسیوں کے بارے میں پیش کیے جانے والے پروگرامز کو سننے یا دیکھنے سے انکار بھی ممنوع قرار دے دیا گیا ہے۔ چینی حکومت کی جانب سے نافذ کیے جانے والے ضابطوں کے تحت بچوں کو نیشنل تعلیمی پروگرام سے دور رکھنے کی بھی ممانعت کر دی گئی ہے۔ (تسنیم نیوز ایجنسی 31 مارچ 2017)

مساجد کے میناروں پر پابندی

آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا پر ہے: سوئٹزرلینڈ کے مذہبی انتہا پسندوں کی طرف سے مسلمانوں کی مساجد میں مینار تعمیر کرنے کی مخالفت تحریک شروع کی گئی جسے سوئس قوم کی اکثریت کی حمایت حاصل ہو گئی۔ سوئٹزرلینڈ میں قریبا 3 لاکھ دس ہزار مسلمان آباد ہیں جو 160 مساجد یا سینٹر نمازوں کو ادائیگی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ لیکن باقاعدہ مسجد کے طور پر سارے ملک میں صرف 3 مساجد ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے سوئٹزرلینڈ میں مساجد کے میناروں کے متعلق ایک ریفرنڈم کرایا گیا جس میں حصہ لینے والوں کی اکثریت نے ملک میں میناروں پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا۔ اس معاملے کا آغاز سن 2007 میں اس وقت ہوا جب مختلف مسلمان تنظیموں نے سوئٹزرلینڈ کے تین مختلف شہروں میں میناروں کی تعمیر کی اجازت مانگی، نیز سارے یورپ کے مسلمانوں کے لیے برن شہر میں ایک عالیشان سنٹر بنانے کا منصوبہ

پیش کیا۔ جب عوام کے سامنے یہ منصوبے آئے تو کچھ لوگوں نے میناروں کی تعمیر کی مخالفت شروع کر دی۔ چنانچہ یکم مئی 2007 کو میناروں کی تعمیر کے خلاف ایک تحریک کا آغاز ہوا اور 29 جولائی 2008 تک اس تحریک کے حق میں ایک لاکھ سے زائد لوگوں کے دستخط اکٹھے کر لیے گئے تھے۔ جس کے بعد سوئس قانون کے مطابق اس موضوع پر ایک ریفرنڈم کرانا ضروری ہو گیا۔ یہ ریفرنڈم 92 نومبر 2009 کو منعقد کیا گیا۔ تمام اندازوں کے برخلاف 5.57 فی صد لوگوں اور سوئٹزرلینڈ کے 23 میں سے ساڑھے 19 کینٹونز نے میناروں کی ممانعت کے حق میں ووٹ دیا۔

اذان پر پابندی

ہنگری: ڈیلی پاکستان کی خبر ہے: "بڈاپسٹ (مانیٹرنگ ڈیسک) مغربی و یورپی ممالک میں اسلام فوبیا اس وقت اپنے عروج کو پہنچ رہا ہے اور ان نام نہاد آزادی اظہاراور انسانی حقوق کے علمبردار ملکوں میں حکومتی و انتظامی سطح پر مسلمانوں کے خلاف کئی گھناؤنے اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ نسلی و مذہبی منافرت میں فرانس اور جرمنی سمیت کئی دیگر یورپی ممالک سے ایک ہاتھ آگے بڑھتے ہوئے ہنگری میں اب مسلم ثقافت کے خلاف کھلا اعلان جنگ کر دیا گیا ہے۔ میل آن لائن کی رپورٹ کے مطابق جنگ کا یہ اعلان ہنگری کے شہر ایسوتھالوم (Asotthalom) کے میئر لیزلو توروکزکائی (Laszlo Toroczkai) کی طرف سے کیا گیا ہے جس نے اپنے زیرانتظام شہر میں مسلمانوں کے ثقافتی لباس پہننے، سکارف اور حجاب لینے، حتیٰ کہ اذان دینے پر بھی پابندی عائد کر دی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ "ہمارا یہ اقدام مسلم ثقافت کے خلاف جاری جنگ کا ایک حصہ ہے۔"

(https://dailypakistan.com.pk/08-Feb-2017/523192)

فلسطین: مقبوضہ بیت المقدس (مانیٹرنگ ڈیسک) اسرائیلی فوج نے جنوری 2018ء کے دوران تاریخی جامع مسجد ابراہیمی میں 49 بار اذان کی ادائیگی پر پابندی لگادی۔ اسرائیلی کنیسٹ نے ایک متنازع مسودہ قانون پر ابتدائی رائے شماری کرانے کے بعد اس کی منظوری دی تھی جس میں بیت المقدس اور

فلسطین کے دوسرے شہروں کی مساجد میں اذان پر پابندی کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ قرارداد کی حمایت میں 120 کے ایوان میں 55 نے حمایت اور 48 نے مخالفت کی تھی۔ اس قانون کے تحت رات گیارہ بجے سے صبح سات بجے تک مساجد میں لاؤڈ اسپیکر پر اذان نہیں دی جاسکتی۔ قانون کے تحت خلاف ورزی کرنے پر مسجد کی انتظامیہ کو 5سے 10 ہزار شیکل جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔ امریکی کرنسی میں یہ رقم 1300 سے 2600 ڈالر کے مساوی ہے۔

جرمن: جرمنی کی مقامی عدالت نے مقامی جوڑے کی شکایت پر مسجد میں لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینے پر پابندی عائد کردی۔ غیر ملکی خبر رساں ادارے کے مطابق جرمنی کے شہر ڈورٹمنڈ کے نواحی قصبے اوہر ایرکنشویک میں واقع مسجد میں لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینے پر پابندی عائد کردی گئی۔ مسجد سے 600 میٹر دور رہنے والے 69 سالہ ہانس یوآخم لیہمان نے اپنی بیوی کے ہمراہ مقامی عدالت میں درخواست دائر کی تھی۔ درخواست میں مؤقف پیش کیا گیا کہ اذان میں الفاظ کے ذریعے عقائد کا اظہار کیا جاتا ہے اور اذان سننے والے کو نماز میں شرکت کے لیے مجبور کیا جاتا ہے، بالخصوص جمعے کے روز لاؤڈ اسپیکر پر دی جانے والی اذان ان کے مسیحی عقائد اور مذہبی آزادی کے منافی ہے۔

ہندوستان: بھارتی ریاست اترپردیش کے وزیر اعلیٰ نے صوبے بھر میں لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینے کی پابندی عائد کرتے ہوئے مساجد سے لاؤڈ اسپیکر اتارنے کا حکم جاری کردیا۔ تفصیلات کے مطابق بھارتیہ جنتا پارٹی کے انتہا پسند رہنماء یوگی آدیتیہ ناتھ نے اترپردیش کا وزیراعلی بننے کے بعد مسلمانوں کا جینا دوبھر کردیا، گائے کے گوشت پر پابندی اور مسلمانوں پر سرعام تشدد کے بعد اب انہوں نے اسپیکر پر اذان دینے کی پابندی بھی عائد کردی۔ بھارتی میڈیا کے مطابق اترپردیش کے وزیر اعلیٰ نے مساجد میں سرکلر بھیجا کہ 15 جنوری سے قبل مینار سے اسپیکر اتار لیے جائیں اور آئندہ اسپیکر پر اذان نہ دی جائے بصورت دیگر سخت کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

یوگی آدیتیہ نے یہ پابندی گزشتہ برس آلہ باد ہائی کورٹ کی جانب سے جاری ہونے والے فیصلے کی روشنی میں عائد کی جس میں تمام عوامی مقامات پر اسپیکر استعمال کرنے کی پابندی عائد کی گئی تھی۔

مساجد پر پابندی

سماء نیوز کے مطابق: گزشتہ دنوں کی ایک خبر کے مطابق افریقا کے ایک ملک انگولا میں مذہب اسلام اور مساجد کی تعمیر پر پابندی لگادی گئی ہے اور اسلام کو غیر قانونی مذہب قرار دیا گیا ہے، اس سے پہلے افریقی ریاست نے تمام مساجد کو شہید کرنے کا حکم دیا تھا لیکن مسلمانوں کے شدید احتجاج کے باعث ایسا نہیں کیا جاسکا۔

ایک سال پہلے انگولا کی ثقافتی وزیر نے اسلام کو شیطانی مذہب قرار دیا تھا اور کہا تھا کہ اسلام پر مکمل پابندی لگائی جائے ۔جبکہ انگولا ریاست کے صدر نے کہا تھا کہ انکے ملک میں مذہب اسلام کو ختم کیا جارہا ہے اور اب گزشتہ دنوں افریقی ریاست انگولا نے اسلام پر مکمل پابندی عائد کردی ہے۔

انگولا کی کل آبادی تقریباً 2 کروڑ ہے، جن میں ایک فیصد یعنی ایک لاکھ 90 ہزار مسلمان ہیں، اس ریاست میں 194 دیگر فرقوں پر بھی پابندی ہے جبکہ ریاست کا سرکاری مذہب عیسائیت ہے۔ حکومت کا مؤقف ہے کہ انگولا ایک عیسائی ریاست ہے، اس لئے اسلام کو قانونی حیثیت نہیں دی گئی۔

عیسائی اکثریتی ریاست میں مسلمانوں کی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی اور اسلام کی اشاعت سے کافی پریشانی پائی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ انگولا کی حکومت نے مذہب پر پابندی لگا کر اسلام کو پھیلنے سے روکنے کی ایک ناکام کوشش کی ہے۔ (سماءنیوز18ستمبر2015)

نماز پڑھنے پر پابندی

آگرہ: بھارت کی سخت گیر ہندو نظریاتی تنظیم آر ایس ایس نے تاج محل سے متصل مسجد میں نماز پڑھنے پر پابندی کا مطالبہ کردیا۔تفصیلات کے مطابق بھارتی میڈیا کے مطابق آر ایس ایس کے رہنمابالمکنڈ پانڈے نے تاج محل سے متصل شاہ جہانی مسجد میں مسلمانوں کے لیے نماز کے دروازے بند

کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ تاج محل کو قومی ورثہ ہونے کے ناطے اسے مذہبی سرگرمیوں کے لیے استعمال کرنے کی ہرگز اجازت نہ دی جائے اور تاج محل کے احاطے میں نماز کی ادائیگی پر مکمل پابندی عائد کی جائے۔بال مکنڈ پانڈے نے کہا کہ کس بنیاد پر مسلمانوں کو تاج محل میں نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے ؟اگر تاج محل میں نماز کی ادائیگی پر پابندی نہ لگائی گئی تو ہندوؤں کو بھی یہاں پوجا کرنے کی اجازت دی جائے۔نماز کے لیے تاج محل کے دروازے کھلے ہیں تو ہندوؤں کو بھی مذہبی رسومات کی ادائیگی کی اجازت ملنی چاہیے۔اس نے مزید کہا کہ تاج محل کوئی محبت کی نشانی نہیں بلکہ تاج محل پہلے شیو مندر تھا جسے ایک ہندوراجا نے تعمیر کرایا تھا۔

ڈنمارک: روزنامہ نوائے وقت میں ہے: کوپن ہیگن (آئی این پی) ڈنمارک کے شہر کوپن ہیگن میں ایک مقامی سکول کی انتظامیہ نے تدریسی اوقات میں مسلمان طلبا طالبات کی نماز کی ادائیگی پر پابندی عائد کردی جس پر مسلمان طلبا میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔کوپن ہیگن کے کسی سکول میں مسلمان طلبا طالبات پر نماز کی ادائیگی اور حجاب پر پابندی کا یہ پہلا واقعہ نہیں۔ سکول کی پرنسپل انگر مارگریٹ جنسن کا کہنا ہے وقفے کے دوران مسلمان طلبا سکول کی راہ داریوں میں مصلے بچھا کر نماز پڑھنا شروع کردیتے ہیں جس سے دوسرے طلبا کی آمد ورفت میں خلل پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے وقفے کے دوران اور تدریسی اوقات میں طلبا کو نماز کی ادائیگی کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ سکول انتظامیہ کے اقدام پر طلبا سراپا احتجاج ہیں۔ سکول کی ایک مسلمان طالبہ نے فیس بک پر پوسٹ بیان میں بتایا ہم انتظامیہ کے فیصلے کے خلاف ایک پیٹیشن تیار کررہے ہیں جس پر تمام مسلمان طلبا کے دستخط کرائے جائیں گے۔

(https://www.nawaiwaqt.com.pk/17-Jun-2016/484430)

میانمار: ایک خبر کے مطابق میانمار کے سب سے بڑے شہر رنگون کے مشرق میں حکومتی اہلکاروں نے رمضان المبارک میں سڑک پر نماز پڑھنے کے جرم میں تین روہنگیا مسلمانوں کو گرفتار کر لیا ہے۔یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب پچاس لوگوں نےاس سڑک پر نمازجماعت قائم کی جو بدھشٹوں کے

ٹاکٹا مندر کی طرف جاتی ہے،جہاں کچھ عرصہ سے مسلمانوں کے خلاف مذہبی شدت پسندی جاری ہے۔نیز علاقہ میں موجود مسلمان رہنما"زامین لٹ" کا کہنا ہے کہ بدھشٹوں کے کہنے پر حکومت نے اس شہر میں ہمارے دو مدرسوں کو بھی بند کردیا ہے جو پچھلے ساٹھ سال سے چل رہے تھے۔تاہم حکام کا کہنا ہے کہ عمومی جگہ پر نماز پڑھنے سے امن میں خلل اور یہاں کے قانون کے خلاف ہے لیکن ایک پولیس آفیسر نے اپنے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر کہا ہے کہ یہ صرف مسلمانوں کے خلاف الزام ہے۔

روزہ رکھنے پر پابندی

چین: چین کے سنکیانگ صوبے میں روزہ رکھنے پر پابندی عائد کردی گئی ہے۔حالانکہ سنکیانگ میں مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد ہے مگر اس کے باوجود چین نے اپنی سابقہ ظالمانہ پالیسی کو جاری رکھتے ہوئے ایک بار پھر سرکاری ملازمین،طلباء اور اساتذہ کے لئے رمضان میں روزہ رکھنے پرپابندی عائد کردی ہے۔ایک خبر رساں ایجنسی کے مطابق حکومت کی جانب سے نہ صرف سرکاری ملازمین ، طلباء اور اساتذہ کو روزہ رکھنا منع ہے بلکہ انہیں نماز پڑھنے کی بھی اجازت نہیں ہے اور تلاوت قرآن کی بھی۔گزشتہ سال جب مسلمان طلبانے روزے رکھے تو چین نے زبردستی انہیں کھانا کھلانے کا حکم جاری کیا۔اس کے علاوہ پولس نے بڑے پیمانہ پر مسلمانوں کے گھروں پر چھاپے بھی مارے تاکہ وہاں روزہ رکھنے والے اور دیگر مذہبی سرگرمیاں انجام دینے والے مسلمانوں کو گرفت میں لیاجاسکے۔

برطانیہ: ایکسپریس نیوز کے مطابق برطانیہ کے ایک بڑے سرکاری اسکول نے کمسن طالبات کے حجاب کرنے اور روزے رکھنے پر پابندی عائد کردی۔برطانوی میڈیا رپورٹس کے مطابق مشرقی لندن کے علاقے نیوہم کے سینٹ اسٹیفن پرائمری اسکول نے ادارے میں زیر تعلیم مسلمان بچیوں کے حجاب کرنے اور روزے رکھنے پر مکمل پابندی عائد کرنے کا اعلان کیا ہے، اسکول انتظامیہ نے محکمہ تعلیم سے یونیفارم میں از خود تبدیلی کرنے والے طلبا کے خلاف کارروائی کا بھی مطالبہ کیا ہے۔

اسکول انتظامیہ نے والدین پر زور دیا ہے کہ تدریس کے اوقات میں بچوں کو رمضان کے روزے رکھنے نہ دیں اور روزے کی حالت میں طلبا کو اسکول نہ بھیجیں۔ مذکورہ اسکول کے چیئر مین آف گورنر عارف قوی نے محکمہ تعلیم کو تحریری تجویز میں کہا کہ وہ اسکول کی سفارشات کو نافذ العمل کرنے کے لیے ٹھوس اقدامات کریں۔ (ایکسپریس نیوز 15 جنوری 2018)

الوقت اخبار میں ہے: برطانیہ کے دارالحکومت لندن کے بارکلے پرائمری اسکول، سائیبرون پرائمری اسکول، تھوماس گیبئیول پرائمری اسکول اور والتھام فاریسٹ اینڈ بروک ہاؤس پرائمری اسکول انتظامیہ نے اپنے مسلم طلبا کو ماہ رمضان کے دوران روزے رکھنے پر پابندی عائد کردی ہے۔ پابندی لگانے والے اسکولوں کی جانب سے مسلم طلبا کے والدین کو خطوط بھیجے گئے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ ان کی درسگاہوں میں یہ وقت طلبا اوراساتذہ کے لئے مصروفیت سے بھرپور ہوتا ہے کیونکہ ان مہینوں میں طلبا کے لئے مختلف کھیلوں کی سرگرمیوں کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اس لئے اسکول انتظامیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ طلبا پر روزے رکھنے پر پابندی لگادی جائے۔ برطانیہ میں آباد مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم مسلم ایسوسی ایشن آف برٹین نے اسکولوں کی جانب سے لگائی گئی اس پابندی کی شدید مخالفت کی ہے۔ تنظیم کے ترجمان کی جانب سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ دین اسلام میں سختی نہیں، ہمارے دین میں بچوں، بیماروں اور انتہائی ضعیف افراد پر روزہ کے لئے چھوٹ دی گئی ہے اس لئے اسکولوں کی جانب سے روزے پر پابندی درست عمل نہیں اسے طلبا اور ان کے والدین کی صوابدید پر چھوڑ دیا جانا چاہیے۔" (الوقت 16 جون 2015)

اسلامی ناموں پر پابندی

نیونیوز میں ہے: چینی حکومت نے مسلم اکثریتی صوبے سنکیانگ میں مسلمان بچوں کے درجنوں ناموں پر پابندی عائد کردی۔ بین الاقوامی میڈیا کی رپورٹ میں چین کی کمیونسٹ پارٹی کی ایک دستاویز بعنوان اقلیتوں کے لیے ناموں کے قواعد کے حوالے سے بتایا کہ چین نے اسلام، قرآن، مکہ، جہاد، امام، صدام، حج اور مدینہ جیسے نام رکھنے پر پابندی لگا دی ہے۔ ممنوعہ ناموں کی فہرست سے اگر کسی بچے کا نام

رکھا جاتا ہے تو اسے ریاست کی طرف سے ملنے والی سہولیات سے دور رکھا جائے گا۔ چین نے یہ قدم اس علاقے میں دہشت گردی کے بڑھتے ہوئے خطرے سے نمٹنے کے لئے اٹھایا ہے۔اس علاقے میں تقریبا ایک کروڑ مسلمان رہتے ہیں۔ (نیونیوز26اپریل2017)

جن ناموں میں پابندی لگی ہے اس میں "محمد "نام بھی شامل ہے۔اس قانون کے مطابق جس نے بھی اپنے نام کے ساتھ" محمد" لگایا اس کا اندراج شناختی کارڈ پر نہیں ہوگا۔اس کے علاوہ دیگر نام بھی ممنوعہ فہرست میں شامل کیے گئے ہیں جن میں،عائشہ،فاطمہ،خدیجہ،مجاہد،جہاد،طالب، امام،مسلمہ ،مجاہد، سمیہ،نصر اللہ،ترک ناز،ترک ذات،حاجی،عرفات،مدینہ،شمس الدین،سیف اللہ،عبدالعزیز،اسد اللہ اور مخلصہ بھی شامل ہیں۔ (اردو26اپریل2017)

داڑھی رکھنے پر پابندی

سیکولر ملک ہندوستان جس کے علاقہ مدھیہ پردیس کے تعلیمی اداروں میں مسلمانوں کو اپنے مذہب پر آزادی سے عمل پیراہوتے ہوئے داڑھی رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ایک مسلم طالبعلم کی درخواست کو سپریم کورٹ نے مسترد کرتے ہوئے کہاہے کہ سیکولرازم کو ایک حد سے زیادہ نہیں کھینچا جاسکتا اور ملک کے طالبا نائزیشن کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔مدھیہ پردیش کے اقلیتی ادارہ کے طالب علم نے عدالت عظمٰی سے درخواست کی تھی کہ اسے اسکول کے اس ضابطے سے مستثنٰی کردیا جائے جس کے تحت ہر طالب علم کے لئے کلین شو ہونا ضروری ہے۔ سلیم نے پہلے مدھیہ پردیش ہائی کورٹ سے رجوع کیا تھا جہاں اس کی عرضداشت مسترد کردی گئی تھی ۔ سلیم کا کہنا تھا کہ ہر شخص کو اپنے مذہبی اعتقادات پر عمل درآمد کا اختیار ہے اور ایک آزاد ملک میں کسی کو اس سے روکا نہیں جاسکتا۔ سلیم کے وکیل ریٹائرڈ جسٹس بی اے خان نے کہا کہ داڑھی رکھنا ہر مسلمان کے لئے لازمی ہے اس پر جج نے وکیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کی مسٹر خان آپ داڑھی نہیں رکھتے ۔ عدالت عظمٰی نے کہا کی اقلیتی اداروں کو آئین کی دفعہ ۳۰ کے تحت اپنے اداروں کو چلانے اور ان کے لئے قواعدوضوابط بنانے کا اختیار حاصل ہے اور کسی

کو اس کی خلاف ورزی کا حق حاصل نہیں ہے ۔ سپریم کورٹ کی بینچ کا کہنا تھا کہ اگر کہیں ضابطہ بنا ہوا ہے تو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں یونیفارم نہیں پہنوں گا یا کوئی طالبہ یہ کہے کہ میں برقع ہی پہنوں گی تو اسے قبول نہیں کیا جاسکتا۔ (اردو محفل)

اسلام پر پابندی

قدرت روزنامہ 21اکتوبر2017 میں ہے کہ چیک ریپبلک کے معروف سیاستدان ٹومیو اوکامورا نے ملک میں اسلام پر پابندی لگانے کا مطالبہ کردیا ہے۔ہالینڈ میں دائیں بازو کی فریڈم پارٹی کے اسلام مخالف رہنما گیرٹ ولڈرز نے کہا ہے کہ وہ اپنے ملک میں اسلام پر عائد کی جانے والی کسی بھی ممکنہ پابندی کی حمایت کریں گے۔

مسلمانوں کے اعمال

اے میرے مسلمان بھائیو!یہ چند جھلکیاں دیکھ کر یقینا آپ کو دکھ ہوا ہوگا کہ پوری دنیا میں کس طرح اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے اور اس کو دبانے کی مذموم کوشش کی جارہی ہے۔اس وقت ہر اس لیڈر کو برسراقتدار لایا جارہا ہے جو مسلمانوں کا دشمن ہے۔جس کی سب سے بڑی مثال امریکی صدر ٹرمپ،ہندوستان کا وزیر اعظم مودی ہے اور ہالینڈکا سیاسی لیڈر گیرٹ ولڈرز ہے ،اس کی سیاسی پارٹی کا نام پارٹی آف فریڈم ہے۔ اس نے اپنے خیال کے مطابق نیدرلینڈز کی اسلام کاری کے خلاف مہم چلائی۔ وائلڈرز کی پارٹی دن بدن ترقی کررہاہے اور ہوسکتا ہے اسی اسلامی دشمنی کے سبب وہ ایک وقت میں برسراقتدار آکر اسلام کو نقصان پہنچائے۔اس شخص نے قرآن کا موازنہ مائن کیمف سے کیا اور نیدر لینڈز میں قرآن کی پابندی کی مہم بھی چھیڑ دی۔ یہ مسلم ممالک سے مہاجرین کی آمد پر پابندی کی وکالت کرتا ہے اور مساجد کی تعمیر کو ممنوع قرار دینے کی حمایت بھی کرتا ہے۔ وہ 2008ء میں اسرائیل میں منعقدہ فیسنگ جہاد کانفرنس میں ایک مقرر کی حیثیت سے شریک تھا۔ اس کانفرنس میں جہاد

کے خطرات پر بحث ہوئی۔ اس کے خیالات پر مبنی 2008ء کی فلم" فتنہ" کا دنیا بھر میں چرچا ہوا اور خاصی شدید تنقید سے دوچار ہوئی۔

اخبارات اور سماء ٹی وی کے مطابق گیرٹ ولڈرزنے ایک نیا فتنہ یہ چھوڑا ہے کہ ہالینڈ کی پارلیمنٹ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخانہ خاکوں کا مقابلہ منعقد کروانے کا اعلان کردیا ہے۔برطانوی جریدے "دی ویک"کے مطابق ڈچ حکومت نے اعلان کیا کہ گستاخانہ خاکوں کے اس مقابلے میں بذریعہ ای میل بھیجے جانے والے خاکے بھی شامل کیے جائیں گے اور یہ مقابلہ سوشل میڈیا پر براہ راست دکھایا جائے گا۔چند برس پہلے اسی طرز کے فعلِ قبیح کے بعد ڈنمارک کے جریدے جیلانڈ پوسٹن کے ایڈیٹر نے اپنے مضمون "میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاکے کیوں شائع کیے" میں لکھا:" میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کو آزادی اظہار کے تمام حقوق حاصل ہوں ۔ مسلمانوں کو میرا مشکور ہونا چاہیے کہ میں ان سے کچھ لینا نہیں بلکہ انہیں کچھ دینا چاہتا ہوں جو لوگ سمجھتے ہیں کہ محمد کے خاکے بنانا آزادی اظہار نہیں، توہین مذہب ہے وہ اپنے تقدس کو دوسروں پہ تھوپ رہے ہیں کیونکہ حقیقی جمہوریت وہی ہے جہاں کچھ بھی مقدس نہ ہو، اور تمام موضوعات اور سربراہان پر لکھا اور بات کی جائے۔"

افسوس اس بات کا ہے کہ ان خیالات کا تعلق مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے کے لیے صرف کائنات کی مقدس ترین ہستی تک رہا یعنی آزادی اظہار کیا صرف محبوبِ خدا کی شان میں گستاخی کرنے کا نام ہے؟؟ اگر نہیں تو کیا کبھی اسرائیلی وزیراعظم کا فلسطینی بچوں کو مارنے کے مناظر کا کارٹون بنایا؟؟شامی مسلمانوں پر ڈھائے مظالم کی ترجمانی کی؟؟برما میں زندہ جلائے اور ذبح کیے جانے والے مسلمانوں کیلئے آواز اٹھائی ؟؟کشمیر میں حاملہ خواتین کو سڑکوں پر گھسیٹنے پر بھارتی حکومت کیلئے مذمتی الفاظ لکھے گئے ؟؟نہیں، ایسا نہیں ہوا کیونکہ بقول انکے یہ سب نسل پرستی کو ہوا دینے کے مترادف ہےاور پھر یہ پہلا واقعہ نہیں پہلے بھی کئی بار یہی حرکات کی گئیں۔ (سماءٹی وی،7جولائی2018)

اب ایک طرف تو یہ متشدد اسلام دشمن لیڈر مد نظر رکھیں اور دوسری طرف ہمارے مسلمان لیڈروں کا جائزہ لیں جو بجائے کفار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسلام کا دفاع کرنے کے الٹا انہی کے نظریات کو اپنے ملک میں عام کررہے ہیں اور خود کو سیکولر ظاہر کرنے کی کوشش میں ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ برما،فلسطین،شام اور افغانستان میں لاکھوں مسلمان شہید ہوں تو وہ اس خوف سے ان شہدا کے حق میں نہیں بولتے کہ کہیں انگریز ان کو مسلمانوں کاخیر خواہ سمجھ کر چھوڑ نہ دیں ۔یہ افغانستان میں سوشہید حفاظ پر نہیں بولیں گے ،البتہ کوئی گستاخ رسول یا ملالہ جیسی لڑکی پر آنچ آئے تو یہ لوگ اس پر خوب تنقید کرتے ہیں۔ان لیڈروں کی کفاردوستی کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ ہمارے کئی مسلم سیاستدانوں کی بیویاں غیر مسلم ہیں۔

مسلمان سیاستدان اسلام کا دفاع کیا کریں ان کے تو خود اپنے اعمال اسلام کے خلاف ہے ۔وسطی ایشیا کے مسلمان ملک تاجکستان کی حکومت نے جہادیوں کے خوف سے ہزاروں مردوں کی زبردستی داڑھیاں مونڈھ دی ہیں۔ تاجک پولیس کی کارروائی میں سینکڑوں خواتین کو حجاب نہ اوڑھنے کی کڑی وارننگ دی گئی ہے۔ غیر ملکی خبر رساں ادارے کی رپورٹ کے مطابق تاجک پولیس کی تازہ کارروائی میں 13 ہزار کے لگ بھگ مسلمان مردوں کی زبردستی شیو کر دی گئی ۔ تاجکستان کی حکومت نے داڑھی رکھنے، حج کرنے اور خواتین کے حجاب پہننے پر پابندی عائد کر رکھی ہے۔ حکومت کی طرف سے بچوں کے عربی نام رکھنے پر بھی پابندی ہے جبکہ تاجک حکومت کی طرف سے داڑھی رکھنے والے نوجوانوں کو اس جرم کی پاداش میں اذیتیں دے کر قتل کیا گیا ہے۔ (ہم سب21جنوری2016)

پاکستان کے صوبہ پنجاب میں پنجاب حکومت نےپہلے مساجد سے لاؤڈ اسپیکر اتروائے ،بعد میں مجبوراًاجازت دی لیکن اذان سے قبل اور بعد میں درود شریف پڑھنے کی اجازت نہیں دی گئی۔
(روزنامہ خبریں21مارچ2018)

کراچی سندھ اسمبلی میں اقلیتوں کے تحفظ سے متعلق بل متفقہ طور پر منظور کرلیا گیا جس کے تحت زبردستی مذہب تبدیل کروانے پر 5 سال قید کی سزا ہوگی۔ یہ بل ایک سال قبل مسلم لیگ فنکشنل

سے تعلق رکھنے والے رکن اسمبلی نند کمار گولکانی نے پیش کیا تھا جسے آج منظور کرلیا گیا۔بل کے مطابق بالغ شخص کو مذہب تبدیل کرنے پر غور کے لیے 21 دن کا وقت دیا جائے گا جبکہ 18سال سے کم عمری پر مذہب کی تبدیلی جرم تصور کیا جائے گا۔ بل میں اس شخص کے لیے بھی 5 سال قید کی سزا رکھی گئی ہے جو مذہب کی جبری تبدیلی میں سہولت کاری کا کردار ادا کرے گا۔

بل میں واضح کیا گیا ہے کہ مذہبی آزادی، پسند کی شادی کی آزادی، اور شادی کے لیے کسی بھی شخص کے انتخاب کی آزادی کا انتخاب ہر شخص کو حاصل ہوگا۔ بل میں زبردستی شادی کروانے والے افراد کے لیے بھی 3 سال کی سزا بشمول جرمانہ رکھی گئی ہے۔واضح رہے کہ سندھ وہ پہلا صوبہ بن گیا ہے جہاں مذہب کی جبری تبدیلی کے حوالے سے قانون پاس کیا گیا ہے۔ (ARYNEWS9دسمبر2016)

پاکستان کے مشہور چینل "جیو"اسلام اور پاکستان کے خلاف ویڈیوز اور مختلف پروگرام اور خبریں دے رہا ہے جس کی کوئی روک تھام نہیں۔آج دیگر کفار ممالک سمیت پاکستان میں بھی سوشل میڈیا کے ذریعے اسلام پر اعتراضات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کی جارہی ہیں لیکن حکومتی عہدداران اور اداروں کی اس پر کوئی توجہ نہیں۔اگرچہ پاکستان میں سائبر کرام بل پاس ہوا۔ جس سے عام لوگوں کو یہی تاثر ملاکہ یہ پاکستان میں مقدس شخصیات اورمقدس شعائر کی توہین و تنقیص میں کارآمد ہوگا۔ مگر شاید یہ ایک خواب ہی ہے۔ یہ بل سوشل میڈیا پر ملحدین اور الیکٹرانک وپرنٹ میڈیا پر سیکولردانشوروں کو لگام دینے میں بھی پاور فل نہیں۔ ورنہ الحاد کے نام پر سوشل میڈیا پر فتنہ پردازوں کو کب کا گرفتار کرلیاجاتا۔

سیاسی لیڈروں اور اعلیٰ عہدداران کے بعد اگر مسلم عوام کے افعال کی طرف نظر کریں تو ہمارے نوجوانوں کو دین سے دور کرکے بے حیائی و فضول کاموں میں لگادیا گیا،میڈیا نے نوجوانوں کو آزادی کے نام پر بے حیائی کرنے اور اپنی زندگی جیسے چاہیے گزارنے کا ذہن دے دیا ہے۔ہمارا پڑھا لکھا نوجوان طبقہ بھی حق و باطل کی تمیز کرنے سے عاجز ہے ۔ہماری عورتیں دن رات فلمیں ،ڈراموں اور

آپس میں ایک دوسرے کے متعلق باتیں کرنے میں مصروف ہے۔ان کا میڈیا نے یہ کہہ کر دماغ خراب کردیا ہے کہ ہم کیوں پردہ کریں مرد اپنی نگاہیں جھکائیں،پردہ کونسا ضروری ہے،اصل پردہ دل کا ہوتا ہے وغیرہ۔ان عورتوں کو اسلام نے گھر کی عزت بنایا اور مردوں پر لازم کیا کہ وہ ان کی ضروریات پوری کریں لیکن یہ عورتیں میڈیا اور آزادی خیالی کے نام پر گھروں سے باہر نکل کر مشققتیں برداشت کرکے پیسے کمانے کی خواہاں ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ کفار اسلام کے متعلق کیا کیا فتنے بھرپا کررہے ہیں اور ہم مسلمان کس طرح اسلام تعلیمات سے نہ صرف دور ہیں بلکہ دانستہ اور نادانستہ طور پر اسلام ہی کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔آج ضرورت اس بات کو سمجھنے کی ہے کہ آزادی رائے کے نام پر مسلمانوں کو شرعی احکام سے خود کو آزاد سمجھنے کا ذہن دیا جارہا ہے لیکن مسلمانوں کو دین پر چلنے کی آزادی سلب کی جارہی ہے اور اپنے باطل نظریات مسلط کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جو کہ بدمعاشی ہے۔ مسلمانوں کا ایک طبقہ اس آزادی کے نام پر بے دین ہورہا ہے اور اسلامی احکام اور علمائے اسلام پر تنقید کرکے اپنا ایمان خراب کررہا ہے۔

یاد رہے کہ عقائد میں چوائس نہیں کہ ایک مسلمان آزادی کے نام پر جیسے چاہے عقائد اپنا لے۔آ ج ہر مسلمان کو چاہیے اپنی عقل کو دین کے دائرے میں رکھے اور اور ایسے لوگوں کو ووٹ دے کر کامیاب کیاجائے جو برسراقتدار آکر اسلام کا دفاع کریں اور ملک پاکستان میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رائج کریں۔ایسے لوگوں کو ووٹ دینا شرعا درست نہیں جو سیکولر ازم اور بے حیائی کو فروغ دینے والے ہوں۔

شیعہ اور سُنی میں فرق

پیشکش: صدائے قلب

13 ستمبر 2018ء

پہلے یہ جان لیجئے کہ اسلام کے ماننے والوں میں درست اسلامی نظریات پر قائم صرف وہی ہیں جو نبی آخرالزمان صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے طریقے پر گامزن ہیں، اور یہ صرف اہلسنت و جماعت ہیں جنہیں اختصاراً سنی بھی کہا جاتا ہے۔ تمام صحابہ و تابعین کرام، ائمہ و اولیائے عظام علیہم الرضوان انہی عقائد کے حامل تھے جو عقائد اہل سنت وجماعت کے ہیں۔

کثیر احادیث مبارکہ میں اہل سنت وجماعت حق اور جنتی ہونے اور اس کے علاوہ بقیہ فرقوں کے گمراہ و جہنمی ہونے کا بیان موجود ہے۔تفسیر ابن کثیر میں ہے"وهذه الأمةأيضا اختلفوا فيما بينهم على نحل كلها ضلالة إلا واحدة، وهم أهل السنة والجماعة، المتمسكون بكتاب الله وسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، وبما كان عليه الصدر الأول من الصحابة والتابعين، وأئمة المسلمين في قديم الدهروحديثه، كما رواه الحاكم في مستدركه أنه سئل، عليه السلام عن الفرقة الناجية منهم، فقال: ما أنا عليه [اليوم] وأصحابي"ترجمہ:یہ امت بھی ان (یہود ونصاری) کی طرح دین کے معاملے میں اختلاف کرے گی۔تمام کے تمام فرقے گمراہ ہوں گے سوائے ایک فرقہ کے وہ اہل سنت وجماعت ہوگا،جو کتاب اللہ اور سنت رسول کو تھامے ہوگااور انہی عقائد پر ہوں گے جن پر صدر اول کے لوگ صحابہ کرام ،تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ائمہ مسلمین رحمہم اللہ چلے آ رہے ہیں۔حدیث جسے امام حاکم نے متدرک میں روایت کیا کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نجات والے فرقے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:جس پر آج میں اورمیرے صحابہ ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر،فی التفسیر،سورۃ الروم،آیت30،جلد6،صفحہ285،دار الکتب العلمیۃ،بیروت)

بریقۃ محمودیۃ فی شرح طریقۃ محمدیۃ وشریعۃ نبویۃمیں ہے"﴿أهل السنة﴾أي أصحاب سنة رسول الله أي التمسك بها﴿والجماعة﴾أي جماعة رسول الله وهم الأصحاب والتابعون وهم الفرقة الناجية المشار إليها في قوله صلى الله تعالى عليه وسلم﴿﴿ستفترق أمتي ثلاثا وسبعين فرقة كلها في النار إلاواحدة﴾﴾قيل:ومن هم قال﴿﴿ الذين هم على ما أنا عليه و أصحابي﴾﴾"ترجمہ:اہل سنت یعنی وہ لوگ جو رسول اللہ کی سنت پر

عمل پیرا ہونے والے ہیں۔ جماعت کا مطلب ہے رسول اللہ کی جماعت جس میں صحابہ کرام اور ان کی اتباع کرنے والے ہیں ۔یہی فرقہ نجات والا ہے اور اس فرقے کے جنتی ہونے کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے کہ یہ امت تہتر۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی ،بہتر۷۲ جہنم میں اور ایک جنت میں جائے گا۔ عرض کیا گیا وہ کون ہوگا؟ فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔
(بریقة محمودیة، جلد1، صفحه55، مطبعة الحلبی)

جو لوگ بھی اس مبارک طریقے سے ہٹتے گئے وہ گمراہی کا شکار ہوئے۔ حقیقتاً فرقہ واریت کا اطلاق بھی انہی پر ہوتا ہے کہ جو درست رستے پر قائم کثیر لوگوں سے جدا ہو کر علیحدہ علیحدہ گروپ بن گئے۔ان بہت سے گمراہ فرقوں میں سے ایک شیعہ فرقہ بھی ہے۔ سنی اور شیعہ میں عقائد و اعمال کے اعتبارسے بہت فرق ہے۔شیعوں کے عقائد واضح طور پر قرآن و حدیث کے خلاف ہیں،بلکہ یہ بخاری و مسلم سمیت دیگر مستنداحادیث کی کتب کو نہیں مانتے،یہاں تک کہ شیعوں کی ایک بہت بڑی تعداد قرآن ہی کو نامکمل مانتی ہے اور یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ موجودہ قرآن تحریف شدہ ہے۔شیعہ فرقہ صحابہ کرام کی شان وعظمت کے نہ صرف منکر ہیں بلکہ ان کی شان میں گستاخیاں بھی کرتا ہےاور اہل بیت کی شان میں بہت غلو کرتا ہے یہاں تک کہ ان کو نبیوں سے افضل قراردیتا ہے۔شیعوں کے چند باطل عقائد و نظریات پیش خدمت ہیں:

عقیدہ: شیعہ مذہب کا کلمہ یہ ہے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفۃ بلا فصل "ترجمہ :اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کے رسول ،یہی علی اللہ کے ولی اور رسول کے بلافصل خلیفہ ہیں۔ (برہانِ متعہ ثوابِ متعہ، صفحہ52)

عقیدہ: شیعہ کے تمام فرقے سوائے زیدیہ خلفائے راشدین یعنی حضرت ابو بکر و عمر و عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافت کو نہ ماننے پر مُتَفَق ہیں ، بلکہ صحابہ کرام پر سب وشتم ان کا عام شیوہ ہے۔شیعوں کا ملا باقر مجلسی اپنی کتاب"حق الیقین "میں لکھتا ہے:"امام مہدی ابوبکر وعمر کو قبر سے باہر

نکالیں گے ۔ وہ اپنی اسی صورت پر تروتازہ بدن کے ساتھ باہر نکالے جائیں گے۔پھر فرمائیں گے کہ ان کا کفن اتارو،ان کا کفن حلق سے اتارا جائے گا۔ان کو اللہ کی قدرت سے زندہ کریں گے اور تمام مخلوق کو جمع ہونے کا حکم دیں گے۔ پھر ابتداء عالَم سے لے کر اخیر عالم تک جتنے ظلم اور کفر ہوئے ہیں ان سب کا گناہ ابوبکر و عمر پر لازم کردیں گے اور وہ اس کا اعتراف کریں گے کہ اگر وہ پہلے دن خلیفہ برحق (حضرت علی) کا حق غصب نہ کرتے تو یہ گناہ نہ ہوتے ۔ پھر ان کو درخت پر چڑھانے کا حکم دیں گے اور آگ کو حکم دیں گے کہ زمین سے باہر آئے اور ان کو درخت کے ساتھ جلائے اور ہوا کو حکم دیں گے کہ ان کی راکھ کو اڑا کر دریاؤں میں گرا دے۔ (حق الیقین،صفحہ362،مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ،تہران)

عقیدہ:شیعوں میں ایک فرقہ غالی ہے جن کا عقیدہ ہے کہ علی خدا ہے اور بعضو ں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پیغام رسالت دیکر جبرائیل کو بھیجا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغام رسالت دو لیکن جبرائیل بھول کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دے گئے۔ (تفسیرعیاشی،جلد2،صفحہ101)

عقیدہ:شیعوں کا عقید ہ ہے کہ ہمارے اماموں کا رتبہ حضور علیہ السلام کے علاوہ بقیہ انبیاء علیہم السلام سے زیادہ ہے چنانچہ مجموعہ مجالس میں ہے:"بارہ امام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ بقیہ تمام انبیاء علیہم السلام کے استاد ہیں۔" (مجموعہ مجالس،صفحہ29،صفدرڈوگرا،سرگودھا)

عقیدہ:شیعوں کے نزدیک متعہ(چند دنوں کے لئے پیسوں کے عوض صحبت) جائز ہے اور یہ اس کی بہت فضیلت بیان کرتے ہیں۔شیعہ عالم نعمت اللہ جبرائری اپنی کتاب میں لکھتا ہے :"جس نے ایک دفعہ متعہ کیا اسکا درجہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے برابر۔جس نے دو دفعہ متعہ کیا اسکا درجہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے برابر۔جس نے تین دفعہ کیا اسکا درجہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برابر۔جس نے چار دفعہ متعہ کیا اسکا درجہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابرہو جاتاہے۔"
(انوارنعمانیہ،صفحہ237)

عقیدہ: روافض کاعقیدہ ہے کہ جب تک اولاد علی رضی اللہ عنہ کے مخالفوں پر لعنت نہ کرے اس کا نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ (ماخوذ از تمہید ابو شکور سالمی، نواں قول، صفحہ 375، فرید بک سٹال، لاہور)

عقیدہ: شیعوں میں "تقیہ" یعنی جھوٹ ان کے دین کا حصہ ہے چنانچہ اہل تشیع کی انتہائی معتبر کتاب "اصول کافی" میں مستقل باب تقیہ کے لیے مخصوص ہے اور اس کو اصول دین میں شمار کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے "عن ابن ابی عمیر الاعجمی قال قال لی ابو عبد اللہ علیہ السلام یا اباعمیر ان تسعة اعشار الدین فی التقیة ولا دین لمن لاتقیة له" یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک شیعہ ابن ابی عمیر الاعجمی سے فرمایا کہ دین میں نوے فیصد تقیہ اور جھوٹ بولنا ضروری ہے اور فرمایا کہ جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے۔ (اصول کافی، صفحہ 482)

عقیدہ: شیعوں کا ایک فرقہ اسماعیلی ہے جسے آغاخانی کہاجاتا ہے ان کا کہنا ہے کہ ہمارے مذہب میں پانچ وقت نماز نہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ روزہ اصل میں کان، آنکھ اور زبان کا ہوتا ہے، کھانے پینے سے روزہ نہیں جاتا بلکہ روزہ باقی رہتا ہے۔ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حج ادا کرنے کی بجائے ہمارے امام کا دیدار کافی ہے۔ حج ہمارے لئے فرض نہیں اسلئے کہ زمین پر خدا کا روپ صرف حاضر امام ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ زکوٰۃ کی بجائے ہم اپنی آمدنی میں دو آنہ فی روپیہ کے حساب سے فرض سمجھ کر جماعت خانوں میں دیتے ہیں جس سے زکوٰۃ ہوجاتی ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ گناہوں کی معافی امام کی طاقت میں ہے۔ آغا خانیوں کا سلام یا علی مدد ہے اور اس کا جواب مولا علی مدد ہے۔
(ساٹھ زہریلے سانپ، صفحہ 71,72، تنظیم اہل سنت کراچی)

عقیدہ: شیعوں کے کئی گروہوں کا عقیدہ ہے کہ موجودہ قرآن مکمل نہیں ہے اس میں تحریفات ہیں، کئی آیات جو حضرت علی اور اہل بیت کے متعلق نازل ہوئی تھیں وہ نکال دی گئی ہیں ۔ ان کا نظریہ ہے کہ امام مہدی جب آئیں گے تو وہ صحیح مکمل قرآن پاک لائیں گے۔ قرآن پاک میں ازواج مطہرات کے متعلق نازل ہوئی آیت کے متعلق شیعہ ذاکر فرمان علی لکھتا ہے:"اگر اس آیت کو درمیان سے نکال

لو اور ماقبل وما بعد کو ملا کر پڑھو تو کوئی خرابی نہیں ہوتی بلکہ اور ربط بڑھ جاتا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اس مقام کی نہیں بلکہ خواہ مخواہ کسی خاص غرض سے داخل کی گئی ہے۔"

(تفسیر قرآن، صفحہ 674، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور)

شیعہ ذاکر مقبول احمد دہلوی نے قرآن پاک کی تفسیر لکھی جس میں سورۃ یوسف کی اس آیت 49 ﴿ثُمَّ يَأْتِي مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ﴾ترجمہ: پھر ان کے بعد ایک برس آئے گا جس میں لوگوں کو مینھ دیا جائے گا اور اس میں رس نچوڑیں گے۔ (سورۃ یوسف، سورۃ 12، آیت 49)

آیت ﴿یعصرون﴾ کی تفسیر میں لکھتا ہے:"معلوم ہوتا ہے کہ جب قرآن ظاہر اعراب لگائے گئے ہیں تو شراب خوار خلفاء کی خاطر "يُعۡصَرُونَ" کو "يَعۡصِرُونَ" سے بدل کر معنی کو زیرو زبر کیاگیا ہے یا مجہول کو معروف سے بدل کر لوگوں کے لئے انکے کرتوت کی معرفت آسان کردی ۔ ہم اپنے امام کے حکم سے مجبور ہیں کہ جو تغیر یہ لوگ کریں تم اس کو اسی کے حال پر رہنے دو اور تغیر کرنیوالے کا عذاب کم نہ کرو ہاں جہاں تک ممکن ہو لوگوں کو اصل حال سے مطلع کردو۔ قرآن مجید کو اسکی اصلی حالت پر لاناجناب صاحب العصرعلیہ السلام(امام مہدی رضی اللہ عنہ)کا حق ہے۔اور انہی کے وقت میں وہ حسب تنزیل خدا تعالیٰ پڑھا جائیگا۔" (تفسیر قرآن، صفحہ 384، مقبول پریس، دہلی)

قرآن پاک میں ہے﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُم بِهِ مِن بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ترجمہ:تو جن عورتوں کو نکاح میں لانا چاہو ان کے بندھے ہوئے مہر انہیں دو اور قرار داد کے بعد اگر تمہارے آپس میں کچھ رضامندی ہوجاوے تو اس میں گناہ نہیں بیشک اللہ علم و حکمت والا ہے۔ (سورۃ النساء، سورۃ 4، آیت 24)

اس آیت کے تحت اکبر علی شاہ اپنی کتاب" متعہ اور صلاح الدین عیبی" کے صفحہ 60 پر لکھتاہے "الی اجل مسمی"کے الفاظ متن قرآن میں تھے لیکن انہیں موجودہ ترتیب سے حذف کر دیا گیا۔۔۔اگر اس آیت میں "الی اجل مسمی" کے الفاظ کو شامل کرکے پڑھا جائے چاہے انکی حیثیت متن قرآن کی

سمجھی جائے یا تشریحی حاشیہ کی بات بالکل صاف ہوجاتی ہے کہ یہ آیت نکاح دائمی پر منطبق نہیں ہوسکتی بلکہ صرف اور صرف نکاح متعہ کے لئے ہے۔ (اب مصنف نے قرآنی آیت میں الی اجل مسمی کے الفاظ کا اضافہ کرکے آیت یوں بنائی اور اس کا ترجمہ کیا۔)﴿ فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِن بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴾پھر جس طرح تم نے ان عورتوں سے متعہ کیا ایک متعینہ مدت کے لئے سوانکو انکے مہر دو جو کچھ مقرر ہوچکے ہیں اور مقرر ہوئے بعد بھی جس پر تم رضامند ہوجاؤ اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔بے شک اللہ بڑا علیم و حکیم ہے۔
(متعہ اور صلاح الدین عیبی،صفحہ60،طبع کراچی)

دراصل یہ فرقہ ایک یہودی شخص عبد اللہ بن سبا کا ایجاد کردہ ہے ۔عبد اللہ بن سبا پہلے یہودی تھا بعد میں بظاہر مسلمان ہو گیا۔ اس نے دوسرے منافقین کے ساتھ مل کر نو مسلموں کو فریب دے کر اسلام کے مٹائے ہوئے خاندانی امتیاز اور نسلی عصبیت کو تعلیم اسلامیہ اور مقاصد ایمانیہ کے مقابلے میں پھر زندہ کیا۔ عبد اللہ بن سبا نے مدینہ، بصرہ،کوفہ، دمشق اور قاہرہ کے تمام مرکزی شہروں میں تھوڑے تھوڑے دنوں قیام کر کے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف نہایت چالاکی، ہوشیاری اور شرارت سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقدار خلافت ہونے کو نو مسلم لوگوں میں اشاعت دے کر بنی امیہ اور بنی ہاشم کی پرانی عداوت اور عصبیت کوجو مردہ ہو چکی تھی پھر زندہ کرنے کی کوشش کی۔ عبد اللہ بن سبا نے سب سے پہلے مدینہ منورہ یعنی دار الخلافہ میں اپنے شر انگیز خیالات کی اشاعت کرنی چاہی مگر چونکہ یہاں صحابہ کرام کی کثرت اور ان کا اثر غالب تھا،لہٰذا اس کو ناکامی ہوئی اور خود ہاشمیوں نے ہی اس کے خیالات کو سب سے زیادہ مردود قرار دیا۔ مدینہ سے مایوس ہو کر وہ بصرہ پہنچا۔ وہاں عراقی و ایرانی قبائل کے نو مسلموں میں اس نے کامیابی حاصل کی اور اپنی ہم خیال ایک جماعت بنا کر کوفہ پہنچا۔ اس فوجی چھاؤنی میں بھی ہر قسم کے لوگ موجود تھے یہاں بھی وہ اپنے حسب منشا ایک مفسد جماعت بنانے میں کامیاب ہو ا، کوفہ سے دمشق پہنچا وہاں بھی اس نے تھوڑی سی شرارت

پھیلائی، لیکن حاکم شام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بروقت مطلع ہو جانے سے زیادہ دنوں تک قیام نہ کر سکا۔ وہاں سے قاہرہ پہنچ کر اس نے سب سے زیادہ کامیابی حاصل کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بصرہ و قاہرہ کے فسادی عناصر نے مل کر مدینہ منورہ کی طرف کوچ کیا اور حضرت عثمان کی شہادت کا واقعہ ظہور میں آیا۔ اس فتنہ نے 30 ہجری سے 40 ہجری تک مسلمانوں کو خانہ جنگی میں مصروف رکھ کر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے کام کو نقصان پہنچایا۔

عبد اللہ بن سبا نے حضرت علی المرتضیٰ کی شان میں غلو کرنے کے ساتھ ان کو تمام صحابہ سے افضل اور خلافت کا پہلا حقدار کہنا شروع کیا۔ اس نے کہا کہ حضورﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا "وصی" مقرر فرمایا ہے۔ جب حضورﷺ خاتم الانبیاء ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ خاتم الوصیاء ہوئے۔ امام ابن اثیر لکھتے ہیں "وكان ذلك أن عبد الله بن سبأ كان يهوديا، وأسلم أيام عثمان، ثم تنقل في الحجاز ثم بالبصرة ثم بالكوفة ثم بالشام يريد إضلال الناس، فلم يقدر منهم على ذلك، فأخرجه أهل الشام، فأتى مصر فأقام فيهم وقال لهم: العجب ممن يصدق أن عيسى يرجع، ويكذب أن محمدا يرجع، فوضع لهم الرجعة، فقبلت منه، ثم قال لهم بعد ذلك: إنه كان لكل نبي وصي، وعلي وصي محمد، فمن أظلم ممن لم يجز وصية رسول الله صلى الله عليه وسلم ووثب على وصيه، وإن عثمان أخذها بغير حق، فانهضوا في هذا الأمر وابتدءوا بالطعن على أمرائكم "ترجمہ: بات یہ تھی کہ عبداللہ بن سبا اصل یہودی تھا اور سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلام قبول کرکے حجاز آگیا، پھر بصرہ ،پھر کوفہ اور اس کے بعد شام گیا اور ہر مقام پر اس نے لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی لیکن ناکامی ہوئی اور شامیوں نے اسے شام سے باہر نکال دیا۔ وہاں سے یہ مصر پہنچا اور وہاں آکر قیام پذیر ہوا۔ وہاں اس نے مصریوں کو کہا کہ بڑی تعجب کی بات ہے کہ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ آئیں گے تو لوگ اس کی تصدیق کرتے ہیں اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد واپسی کا کہا جائے تو اسے جھٹلاتے ہیں، اس طرح "رجعت" کاعقیدہ اس نے گھڑا۔ کچھ لوگوں نے اس کی یہ بات قبول کرلی۔

اس کے بعد دوسرے عقیدہ کو پھیلایا اور کہا کہ ہر پیغمبر کا کوئی نہ کوئی "وصی" ہوا ہے اور ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے "وصی" حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں تو جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کو جاری نہیں کرتا، اس سے بڑھ کر اور ظالم کون ہوگا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ناحق خلافت پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اس کی ان باتوں کو سن کر لوگ اس کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے حاکموں پر لعن طعن کا آغاز کر دیا۔

(الکامل فی التاریخ لابن الاثیر،ثم دخلت سنة خمس وثلاثین ،ذکر مسیر من سار إلی حصر عثمان،جلد2، صفحہ526، دار الکتاب العربي،بیروت)

البدایہ والنہایہ میں ہے "وذكر سيف بن عمر أن سبب تألب الأحزاب على عثمان أن رجلا يقال له عبد الله بن سبأ كان يهوديا فأظهر الإسلام وصار إلى مصر، فأوحى إلى طائفة من الناس كلاما اخترعه من عند نفسه، مضمونه أنه يقول للرجل: أليس قد ثبت أن عيسى بن مريم سيعود إلى هذه الدنيا ؟ فيقول الرجل: نعم! فيقول له فرسول الله صلى الله عليه وسلم أفضل منه فما تنكر أن يعود إلى هذه الدنيا، وهو أشرف من عيسى ابن مريم عليه السلام؟ثم يقول: وقد كان أوصى إلى علي بن أبي طالب، فمحمد خاتم الأنبياء، وعلي خاتم الأوصياء، ثم يقول: فهو أحق بالإمرة من عثمان، وعثمان معتد في ولايته ما ليس له. فأنكروا عليه وأظهروا الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر. فافتتن به بشر كثير من أهل مصر، وكتبوا إلى جماعات من عوام أهل الكوفة والبصرة، فتمالئوا على ذلك، وتكاتبوا فيه، وتواعدوا أن يجتمعوا في الإنكار على عثمان، وأرسلوا إليه من يناظره ويذكر له ما ينقمون عليه من توليته أقرباءه وذوي رحمه وعزله كبار الصحابة. فدخل هذا في قلوب كثير من الناس"

ترجمہ: سیف بن عمر نے کہا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف لشکر کشی کا سبب یہ تھا کہ ایک شخص عبداللہ بن سبا نامی یہودی تھا۔ اس نے اسلام لانا ظاہر کیا اور مصر جاکر لوگوں کو ایک من گھڑت کہانی سنائی جس کا مضمون یہ تھا کہ ایک آدمی کو وہ کہتا ہے کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے؟ وہ آدمی جواباً کہتا ہے یہ درست ہے پھر اسی شخص کو وہ کہتا ہے کہ اگر یہی بات کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کہے (یعنی آپ علیہ السلام بھی

دوبارہ تشریف لائیں گے) تو تم اس بات کا انکار کرتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عیسٰی بن مریم علیہ السلام سے افضل ہیں (لہذا انہیں ضرور دوبارہ آنا ہے۔)پھر وہ کہتا ہے کہ حضورعلیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا "وصی"مقرر فرمایا ہے۔ جب حضورعلیہ السلام خاتم الانبیاء ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ خاتم الوصیاء ہوئے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ امر خلافت کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ حقدار ہیں۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امر خلافت میں زیادتی کی اور خود امیر بن بیٹھے۔ یہ سن کر لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بہت سے اعتراضات کرنے شروع کر دیئے اور اپنے مذموم عزائم کو ''امربالمعروف ونھی عن المنکر''کے رنگ میں پھیلانا شروع کیا۔ اس سے اہل مصر کی ایک کثیر تعداد فتنہ کی زد میں آگئی۔ انہوں نے کوفہ اور بصرہ کے عوام کو رقعہ جات لکھے جس کے بعد کوفی اور بصری لوگ ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے انکار پر سب متفق ہوگئے۔ انہوں نے کئی ایک آدمی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ مناظرہ کے لئے بھیجے اور کچھ ایسے پیغامات بھیجے کہ ہم آپ کے اس رویہ پر احتجاج کرتے ہیں آپ نے اپنے عزیزواقارب اور رشتہ داروں کو مختلف عہدے پر کیوں فائز کیا اور بڑے بڑے صحابہ کرام کو کوئی اہمیت نہ دی تو یہ باتیں بہت سے لوگوں کے دلوں میں گھر کر گئیں۔ (البدایة والنہایة، ثم دخلت سنة أربع وثلاثین، جلد7، صفحہ167، دارالفکر، بیروت)

مسلمانوں پر لازم ہے کہ شیعہ فرقہ سے دور رہیں ۔حضور علیہ السلام نے گستاخِ صحابہ سے تعلقات نہ رکھنے کی حکم دیا ہے چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع الجوامع میں ،علامہ ابن منظور رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر تاریخ دمشق میں، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے الشفاء میں،خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ بغدادی میں حدیث پاک نقل فرمائی"عن أنس بن مالك قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لا تسبوا أصحابی فإنه یجیء فی آخر الزمان قوم یسبون أصحابی فان مرضوا فلا تعودهم وان ماتوا فلا تشهدوهم ولا تناکحوهم ولا توارثوهم ولا تسلموا علیهم ولا تصلوا علیهم"ترجمہ: حضرت انس

بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :میرے اصحاب کو گالی نہ دو۔ آخری زمانہ میں ایک قوم آئے گی جو میرے اصحاب کو گالیاں دے گی، اگر ایسے لوگ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو ،اگر مر جائے تو جنازہ میں شرکت نہ کرو،ان سے نکاح نہ کرو،ان کو وارث نہ بناؤ،ان سے سلام نہ کرو ، ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھو۔

(تاریخ بغداد،جلد8،صفحہ142،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

آسیہ مسیح کیس پر ایک منصفانہ نظر
172
بسم اللہ الرحمن الرحیم
آسیہ مسیح
کیس پر ایک منصفانہ نظر
پیشکش: صدائے قلب
03 نومبر 2018ء
صدائے قلب

چیف جسٹس ثاقب نثار صاحب جو کچھ عرصہ سے چھوٹے چھوٹے اچھے کام کرکے عوام میں مقبولیت پارہے تھے اور عوام کی ان کے ساتھ بہت امیدیں وابستہ تھیں۔دیکھا گیا ہے کہ ایک عزت دار شخص کو جب عزت راس نہ آئے تو وہ دینی احکام کو تختہ مشق بنا لیتا ہے اور جس فیلڈ میں اسے کمانڈ ہو اس کو دین پر منطبق کرنے کی کوشش کرتا ہے،حالانکہ وہ دینی اعتبار سے ایک غیر عالم ہوتا ہے، ایسا کرنے سےاس کے الٹے دن شروع ہوجاتے ہیں اور دینی طبقہ میں تو اس پر طعن ہوتا ہی ہے ،عام عوام میں بھی اس کی عزت کم ہونا شروع ہوجاتی ہے ،بالآخررب تعالیٰ اس بندے کو دنیاوی طور پر ناکام و نامراد کرکے نشانِ عبرت بنا دیتا ہے۔یہی کچھ چیف جسٹس ثاقب نثار کے ساتھ بھی ہونے والا ہے کہ اس کے ایک فیصلے نےمسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو بدظن کیا ہے، ہاں سیکولر ،لبرل طبقہ اور یہودو نصاریٰ ضرور ان کے فیصلے سے خوش ہیں اور تاریخ گواہ ہے جن سے بے دین و کفار خوش ہوں وہ شرعی اعتبار سے بدبخت ہوتا ہے۔آسیہ مسیح کی آزادی کے فیصلہ نےناموس رسالت جیسے مسئلہ کو غیر اہم کرکے سیکولر ،لبرل اور گستاخ لوگوں کے لیے راہ ہموار کردی ہے۔اب دنیا دیکھے گی کہ چیف جسٹس صاحب کس طرح ہر مسئلہ میں ناکام ہوتے ہیں اور کچھ عرصہ بعد کوئی ان کا نام لینے والا نہ ہوگااور جو کچھ انہوں نے آسیہ مسیح کیس میں کیا ہے اس کا خمیازہ ان کو دنیا و آخرت میں بھگتنا پڑے گا۔

سپریم کورٹ کے اس فیصلے کے بعد تین گروہ بنے:

1۔ایک گروہ وہ تھا جو ہمیشہ کی طرح دین اسلام کے خلاف ہونے والے کسی فعل میں اس کی تائیدمیں پیش پیش رہتا ہے،اس گروہ میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ پاکستا ن میں رہنے والے بعض سیکولر اور لبرل طبقہ کے افراد ہیں ،جن کا کام ہی یہی ہے کہ اسلامی احکام ،ناموس رسالت اور ختم نبوت کے اہم مسائل کو متنازعہ بنایا جائے اور عوام کی نظر میں علما و دینی طبقہ کو شدت پسند ثابت کیا جائے ،حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ خود سب سے بڑے شدت پسند ہوتے ہیں جو کسی صورت دینی طبقہ کو دیکھنا گوارا نہیں کرتے۔

آسیہ مسیح کیس میں حیرت کا مقام یہ ہے کہ کسی بھی سیاسی لیڈر نے اس فیصلہ کی مذمت نہیں کی ،بلکہ ریاست مدینہ بنانے کا دعویدار وزیر اعظم صاحب نے جھٹ سے سپریم کورٹ کے فیصلہ کے خلاف بولنے کو فتنہ قرار دیا حالانکہ نہ صرف عمران خان صاحب بلکہ دیگر کئی بڑے بڑے سیاستدان کئی مرتبہ اپنی سیاست چمکانے میں کورٹ کے فیصلوں کو نظر انداز کرچکے ہیں جیسا کہ آگے اس پر تفصیلی کلام ہو گا۔

2۔دوسرا طبقہ وہ تھا جو علماء،ائمہ اور دینی سوچ رکھنے والوں کا تھا،جو اس کیس کی حساسیت کو سمجھتے تھے اور کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اچانک اس طرح دو مرتبہ سزائے موت پانے والی ملزمہ کو ایسے چھوڑ دیا جائے گا کہ جیسے وہ کیس جھوٹ کا پلندہ تھا اور جن دو ججوں نے اسے سزائے موت دی ان کو نہ سمجھ بوجھ تھی اور نہ ہی قانون کا کچھ پتہ تھا۔اس طبقہ نے جب اس فیصلے کو بذات خود پڑھا تو اغلاط سے بھرے فیصلے کوپڑھ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبہ میں سراپا احتجاج بن گیا۔اس گروہ میں بعض بڑے بڑے سینئر وکلاء بھی شامل ہوئے جنہوں نےمضبوط دلائل کے ساتھ اس فیصلے پر بہترین انداز میں جرح کی اور اسے کالعدم قرار دیا۔اس فیصلے کو جس ذی شعور نے بھی پڑھااس نے کئی غلطیاں نکالیں۔کیونکہ اس فیصلہ کو لکھنے والے ججز کونہ تو اردو کے صحیح الفاظ لکھنے آئے اور نہ ہی کلمہ شہادت کا ترجمہ کرنا آیا،آسیہ کا معنی ہی غلط لکھ دیا اور انتہائی احمقانہ انداز میں اس کیس پر کلام کرکے اس کو بے بنیاد و جھوٹا ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی۔ اگر فیصلے میں موجود تمام اغلاط کو اکٹھا کیا جائے تو ایک کتاب مرتب ہوسکتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود چیف جسٹس صاحب اس قدر مطمئن تھے کہ اس فیصلے میں اپنی جان قربان کرنے کو نبی علیہ السلام کی غلامی کا حق سمجھتے تھے اور یہ کہتے رہے کہ یہ فیصلہ باوضو ہوکردرود پڑھ کر لکھا گیا ہے۔سوال یہ ہے کہ اگر یہ فیصلہ اتنانیک نیتی پر مبنی تھا تو کیا وہ دو جج بدنیت وحرام خور تھے جنہوں نے آسیہ کو سزائے موت دی؟ممتاز قادری کے بعد یہ دوسرا کیس تھا کہ جج خود آسیہ کے حق میں صفائی پیش کررہا تھا۔

اس فیصلے پر اعتراض کرنا علمائے دین اور عوام کا حق تھا کیونکہ یہ کوئی شرعی دلیل نہیں کہ جس کی مخالفت ناجائز وحرام ہو۔جج رشوت لے کر یا ہراساں ہو کر فیصلے کرتے ہیں یہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔خود یہ جج قرآن و سنت کے خلاف فیصلے کرتے ہیں اور مستند مفتیان دین کے فتاویٰ جو قرآن وحدیث سے مدلل ہوتے ہیں ان کو نہیں مانتے تو ہر مسلمان ان ججوں کے ہر فیصلہ کو کیسے مان لے۔

3۔تیسرا گروہ وہ تھا جو عام عوام تھی جس میں پڑھا لکھا وہ طبقہ بھی شامل تھا جن کو موبائل پر نیٹ چلانے ،میڈیا کی خبریں سننے کا تووقت مل جاتا ہے لیکن نماز اور دیگر نیک اعمال کرنے اور دین کا علم سیکھنے کانہ وقت ملتا ہے اور نہ کوئی جذبہ ہوتاہے۔اس طبقہ کو ہمیشہ میڈیا نے دینی طبقہ کے حوالے سے بدظن کرنے کی کوشش کی ہے۔آسیہ کیس میں بھی ایسے کئی لوگ تذبذب کا شکار نظر آئے اوراس حوالے سے تو فیصلہ نہ کرپائے کہ سپریم کورٹ نے بددیانتی کی ہے یا نہیں البتہ اس قدر میڈیا کے بہکاوے میں آگئے کہ مولویوں نے جلاؤگھیرا وکرکے ملک کو نقصان پہنچایا ہے۔میڈیاجو کہ ضمیر فروش کے ساتھ دین فروش بھی ہوچکا ہے اس نے احتجاج میں شریک ایک شخص کے بیان کو اس قدر تنقید کا نشانہ بنایا کہ عوام کی نظر میں یہ ثابت کردیا کہ یہ احتجاج نہیں بلکہ بغاوت ہے۔حالانکہ جس شخص نے ججز اور فوج کے خلاف بیان دیا وہ ایک غیر مفتی شخص تھا،یہ اس کا اپنا ایک ذاتی قول تھا جس کی تائید ہرگز کسی مستند مفتی نے نہیں کی۔آگے دلائل سے ثابت کیا جائے گا کہ ججز اور فوج کے خلاف عمران خان صاحب سمیت کئی وزراء اور سیاستدان سرعام بیان دیتے آئے ہیں،لیکن حیرت یہ ہے کہ ناموس رسالت جیسے اہم مسئلہ کو نظر انداز کرکے میڈیا کی ساری توجہ اس پر ہونا کہ احتجاج کرنے والے ججز اور فوج کے خلاف باتیں کرتے ہیں،اس بات کی طرف عکاسی کرتا ہے کہ میڈیا آسیہ کو نظر انداز کرنا اور الٹادینی طبقہ کوقصور وار ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اس کی ایک اور بڑی دلیل یہ ہے کہ احتجاج ختم ہونے کے باوجود میڈیا کا منفی پروپیگنڈہ ابھی تک جاری ہے،حالانکہ حکومت اور احتجاج کرنے والوں کامعاہدہ ایسا نہیں جس کا دینی طبقہ کو مستقبل میں کوئی خاص فائدہ ہو۔معاہدے میں جو کیس پر نظر ثانی کرنا طے ہے اور آسیہ

کو باہر کے ملک نہ جانے دینے کی درخواست ہے یہ دونوں چند دنوں تک مسترد ہوجانی ہیں اور ساری دنیا دیکھے گی کہ آسیہ مسیح آرام سے باہر کے ملک جائے گی اور اسے آزادی رائے کا ایوارڈ بھی ملے گا کیونکہ جن کفار نے اس ملزمہ کو تختہ دار سے بچا لیا ہے وہ کیا اسے ملک سے باہر نہیں نکلواسکتے۔اس ایک کھیت میں کام کرنے والی ملازمہ پر مغرب کا اس طرح فدا ہونا یونہی نہیں بلکہ اصل مقصد مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنا اور ناموس رسالت کے مسئلہ کو غیر اہم قرار دینا ہے۔ہر اس شخص سے سوال ہے جس نے کلمہ پڑھا ہے اور نبی علیہ السلام کی غلامی کا دم بھرتا ہے کہ آسیہ کو کس آزادی رائے پر ایوار ڈ ملے گا ،جب بقول چیف جسٹس اس نے گستاخی کی ہی نہیں تو پھر آزادی رائے کیسی؟؟؟؟؟

اس تحریر میں تیسرے گروہ کی اصلاح کے لیے ان کے سامنے ان تاریخی حقائق کو پیش کیا گیا ہے جن کو قارئین اگر منصفانہ نظر سے پڑھیں گے تو یہ جان جائیں گے آسیہ کیس میں سیاستدان،میڈیا اور ادارے ایک سازش کے تحت ملزمہ کو بری کرکے باہر کے ملک بھیجنے میں کوشاں ہیں اور میڈیا کے ذریعے عوام کا دھیان آسیہ سے ہٹاکر دینی طبقہ کی طرف کررہے ہیں تاکہ لوگ آسیہ کو نظر انداز کرکے دینی طبقہ پر خوب تنقید اس بات پر کریں کہ یہ ناموس رسالت کے لیے اور کبھی ختم نبوت کے لیے کیوں نکلتے ہیں۔پھر چند شر پسند عناصر کا توڑ پھوڑ کے افعال دینی طبقہ کے کھاتے میں ڈال کر اور ان کو عدلیہ اور فوج کا مخالف قرار دے کر ان کے خلاف قانونی کاروائی کرنے پر بضد ہیں۔

یہ بات دلائل سے ثابت ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ ہر جج ایماندار اور قرآن و حدیث کے مطابق صحیح فیصلہ کرنے والا ہو۔پھر جو لوگ ناموس رسالت کے مسئلہ میں آج متحد ہوکر یہود و نصاریٰ کو خوش کرنے کے لیے آسیہ مسیح کو بری کررہے ہیں یہ خود عدلیہ کے فیصلوں کو مسترد کرتے رہے ہیں اور فوج کے خلاف برملا بولتے رہے ہیں۔اگر ایک شخص کے ذاتی قول کو تمام دینی طبقہ پر مسلط کرکے سب کو دہشت گرد اور شدت پسند ثابت کرنا انصاف ہے تو پھر یہ قانون دینداروں ہی پر کیوں ان لیڈروں پر کیوں نہیں جو عرصہ دراز سے یہ ارتکاب کررہے ہیں؟؟؟؟؟؟

رشوت خور جج

سب سے پہلے تووزیر اعظم سمیت کوئی بھی شخص یہ گارنٹی دے کہ جج کبھی رشوت لے کر یا پریشر میں آکر فیصلہ نہیں کرسکتا۔تاریخی دلائل سے ثابت ہے کہ ججز رشوت لے کر بھی فیصلے کرتے ہیں اور کسی کے پریشر میں آکر بھی غلط فیصلہ کردیتے ہیں ۔وکلاسے سنا ہے کہ بعض بڑے سینئر وکیل بالخصوص بار کے صدر وغیرہ زبردستی رعب ڈال کر اپنے حق میں فیصلہ لیتے ہیں ،خاص طور پر جب کسی کی ضمانت کروانی ہو اور قانونا اس کی ضمانت بنتی نہ ہو۔ججز کا رشوت لے کر فیصلے کرنے کے حوالے سے چند اخبارات کے حوالے پیش خدمت ہیں :

جسارت اخبار میں ہے:"عدالت عالیہ اسلام آباد نے ایڈیشنل سیشن جج پرویز القادر میمن کو رشوت لینے پر برطرف کر دیا ہے۔ جج نے ایگزیکٹ جعلی ڈگری کے مقدمے میں ایگزیکٹ کے سربراہ شعیب شیخ سے 50لاکھ روپے رشوت لے کر بری کرنے کا حکم جاری کیا تھا۔ اطلاعات کے مطابق یہ رقم دو کروڑ روپے تھی اور باقی ڈیڑھ کروڑ کی ادائیگی ملک سے باہر ہونی تھی۔ جرم ثابت ہوا اور مرتشی جج کو برطرف بھی کردیا گیا۔ لیکن کیا اتنا ہی کافی ہے۔ یہ تو ایک معاملہ ہے جس میں عدلیہ کو بے توقیر کرنے والا جج گرفت میں آگیا۔ لیکن کیا ایسے اور متعدد معاملات نہیں ہوں گے جن میں پرویز میمن نے رشوت لے کر فیصلے دیے ہوں گے۔ اس کے تمام فیصلوں کا جائزہ بھی لیا جانا چاہیے اور اس کی برطرفی کافی نہیں بلکہ اس پر رشوت ستانی، عدلیہ کو بدنام کرنے اور انصاف کا خون کرنے کے مقدمات عاید کر کے ایسی سزا دی جانی چاہیے جو دوسروں کے لیے مثال ہو۔ ایسے ہی ججوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ " وکیل کرنے کے بجائے جج کرلیا"۔عوام میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ جج رشوت لے کر فیصلہ کرتے ہیں۔"

(جسارت،18فروری2018)

روزنامہ جنگ میں ہے:"راولپنڈی (نمائندہ جنگ)ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج راولپنڈی سہیل ناصر نے رشوت لینے کی شکایت پر سول جج کی عدالت میں چھاپہ مار کر ریکارڈ قبضے میں لے لیا۔"

(روزنامہ جنگ،23مئی2017)

مشہور سینئر سیاستدان جاوید ہاشمی کا بیان ہے:"ملتان(ملتان اپڈیٹس)سینئرسیاستدان مخدوم جاوید ہاشمی نے کہا ہے کہ ججوں اور جرنیلوں سے کوئی پوچھنے والا نہیں،ملک میں قربانیاں ہمیشہ سیاستدانوں نے دیں، تین دفعہ جرنیلوں نے جمہوریت کواپنے گھوڑوں کی ٹاپوں تلے کچل دیا لیکن ان کا کبھی احتساب نہیں ہوا۔۔ ملک کے سیاستدانوں سے تو ان کے اثاثوں پرسوالات پوچھے جاتے ہیں لیکن کیا کوئی ان ججز اور جرنیلوں سے سوالات کرے گا کہ انہوں نے اثاثے کیسے بنائے؟جس جج نے پاناما کیس میں پیسے لگائے وہ سپریم کورٹ بیٹھا ہے،اگر سیاستدانوں کااحتساب لازمی ہے تو وہ جج کیوں بیٹھا ہے جس کا پاناما میں نام ہے۔ ان کے احتساب کی جرات کون کرے گا، سپریم کورٹ کا موجودہ بینچ اپنا وقار کھوچکا ہے، عدالت عظمیٰ کے فیصلوں سے قوم کے سرشرم سے جھک جاتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ جے آئی ٹی کا تماشا بند کیا جائے، ججوں کو احتیاط سے کام لینا چاہئے۔" (ملتان اپ ڈیٹس، 12جولائی 2017)

پاکستان نیوز میں ایک کالم رانا جاوید صاحب نے بنام"قانون کے عجیب محافظ"لکھا جس میں ایک جگہ لکھتے ہیں:"ہمارے ملک میں علم سے محبت رکھنے والوں نے قانون کے احترام کو عام کرنے کیلئے یا کمائی کرنے کیلئے جگہ جگہ سینکڑوں لاءکالج کھول دیئے جس سے وکیلوں کا ایک سیلاب آ گیا اور ہر وہ شخص جو ڈاکٹر یا انجینئر نہ بن سکا وکیل بن گیا۔ اب ان وکیلوں نے اپنے پیشروؤں کی طرح بڑی بڑی لائبریریاں بنانے اور اس میں قانون کی کتابیں سجانے کی بجائے اچھے دفاتر، بہترین لباس اور نئی نویلی کاریں خریدنے پر زور دیا جو زیادہ تر ہمارے مجسٹریٹوں اور ججوں کے استعمال میں رہتی ہیں۔ اب وکیل عدالتوں میں بحث کے پیسے نہیں لیتے بلکہ رشوت کے پیسے لیتے ہیں جن کا ایک حصہ جج صاحب اور دوسرا وکیل صاحب کی جیب میں چلا جاتا ہے اور یوں دن دیہاڑے جرائم کرنے والے صاف بری ہو جاتے ہیں اور مزدوری کر کے اپنے اہل خانہ کو رزق حلال کھلانے والے جیل کی سلاخوں میں چلے جاتے ہیں ۔ پہلے سائل وکیل اور اس کی ذہانت کو خریدتا تھا آج وکیل جج کی دیانت خریدتا ہے۔ جب زمانے کا چلن ایسا ہو تو پھر کون سا قانون اور کہاں کا انصاف؟ پولیس افسر بھی وکیلوں پر اسی لئے گرم ہیں کہ پہلے لوگ ان

کی مٹھی گرم کرتے تھے اب وہ براہ راست وکلاء کے ذریعے عدلیہ کا سودا کر لیتے ہیں۔ ہمارے ایک وکیل دوست جن کے سسر اور ماموں ایک اعلیٰ عدالت کے چیف جسٹس تھے وہ سر عام ان کے نام پر پیسے وصول کیا کرتے تھے اور جو پیسے دے دیتا فیصلہ اس کے حق میں اور جو نہیں دیتا فیصلہ اس کے خلاف۔ آج کل موصوف ایک ٹیلی ویژن چینل پر ملکی حالات اور قانون اور انصاف کے بخیے ادھیڑتے ہیں۔ جب ہر طرف گولیاں برسانے والے اور انسانوں کی جانوں کو جانوروں سے بھی ارزاں سمجھنے والے پولیس افسران موجود رہیں گے اور ان پولیس افسران پر جوتے برسانے، تھانوں کا گھیراؤ کرنے اور پولیس کی گاڑیوں کو نذر آتش کرنے والے وکلاء موجود رہیں گے۔تو کونسا قانون اور کہاں کے محافظ؟"

(پاکستان نیوز،28مئی 2015)

وہ چیف جسٹس پاکستان جس نے آسیہ کے حق میں فیصلہ دے کر یورپ کو خوش کیا،خود اس پر رشوت لینے کا الزام اس کے منہ پر ایک شخص نے بھری عدالت میں لگایا تھا چنانچہ روزنامہ پاکستان میں ہے:"ایک اور درخواست گزار شاکراللہ نے عدالت میں کہا کہ سپریم کورٹ کے ایک جج ہائیکورٹ کے حکم پر عمل نہیں ہونے دے رہے، وہ جج اور کوئی نہیں بالکل چیف جسٹس صاحب آپ خود ہیں،9 ماہ سے آپ فیصلہ نہیں ہونے دے رہے۔

براہ راست اس قسم کی گفتگو پر چیف جسٹس ثاقب نثار نے کہا کہ آپ وہی ہیں جن کی درخواست میں نے بطور سیکرٹری قانون منظور نہیں کی اور آپ کے خلاف فیصلہ دیا، شاکراللہ نے جواباً کہا کہ آپ نے مجھ سے رشوت مانگی مگر میں نے آپ کو رشوت نہیں دی۔ چیف جسٹس نے کہا کہ آپ کے بارے میں جسٹس عظمت سعید نے کہا ہے آپ کے دماغی توازن کا معائنہ ہونا چاہیے۔ شاکراللہ نے جواب دیا کہ چلیں ہم دونوں چل کر معائنہ کراتے ہیں، آپ میڈیکل بورڈ بنائیں اس میں ہم دونوں پیش ہوں گے تاہم بعدازاں عدالتی عملے نے درخواست گزار کو کمرہ عدالت سے باہر نکال دیا۔"

(روزنامہ پاکستان،7جون2018)

میں یہ نہیں کہتا کہ شاکر نے جو چیف جسٹس پر الزام لگایا ہے وہ درست ہے لیکن میں اتنا ضرور کہوں گا کہ جس چیف جسٹس پر رشوت لینے کاالزام ہو،اس کو کیسے صادق وامین مان کر ناموس رسالت کے مسئلہ میں آنکھیں بند کر اس کے بے ڈھنگے فیصلے کو مان لیں۔

تاریخ میں سپریم کورٹ کے فیصلوں کو کس کس نے مسترد کیا؟

وزیر اعظم ، میڈیا اور بعض لوگوں نے سپریم کورٹ کے فیصلے کو ایسی اہمیت دی کہ جیسے یہ خان صاحب اور ان جیسے دیگر سیاسی لیڈر ہمیشہ کورٹ کے فیصلوں کا احترام کرتے آئے ہیں۔سب سے پہلے قارئین کو عمران خان صاحب کاکردار دکھایا جاتا ہے کہ یہ خود اپنی سیاست چمکانے کے لیے کس طرح قانون کی خلاف ورزی کرتے رہے ہیں اور دھرنوں میں ناچ گانوں کے ساتھ لوگوں کے اخلاقیات اور کاروبار کا کس قدر بیڑہ غرق کرتے رہے ہیں چنانچہ آوٹ لائن ڈاٹ کام میں ہے:"راولپنڈی ،اسلام آباد میں دفعہ 144 نافذ ،مظاہرین کا پابندی اور عدالتی حکم ماننے سے انکار:راولپنڈی ،اسلام آباد(نمائندگان) حکومت نے اسلام آباد ہائی کورٹ کا فیصلہ آنے کے بعد اسلام آباد اور راولپنڈی میں دفعہ 144 نافذ کر دی ہے جس کے تحت نماز جنازہ کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیئے پانچ سے زائد افراد جمع نہیں ہو سکتے جبکہ مظاہرین نے اس پابندی اور عدالتی حکم کا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

شیخ رشید احمد نے دعویٰ کیا ہے کہ کل ریلی اپنے شیڈول کے مطابق ہو گی اور وہ دفعہ 144 کے 144 ٹکڑے کر کے پھینکیں گے۔دوسری طرف پاکستان تحریکِ انصاف کے سربراہ عمران خان نے کہا ہے دو نومبر کو جس احتجاج کی کال انھوں نے دی ہے وہ ان کا آئینی حق ہے جس سے انھیں کوئی نہیں روک سکتا۔اپنی جماعت کے رہنماؤں کے اہم اجلاس کے بعد صحافیوں سے بات کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ احتجاج روکنے کی حکومتی کوششوں کی وجہ سے معاملہ انتشار کی جانب جائے گا اورجو مرضی ہو جائے ہم نکلیں گے۔ان کا کہنا تھا کہ میں پاکستان میں انصاف کے اداروں کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہم سے جمہوری پرامن احتجاج کا حق چھینا جا رہا ہے۔ یہ میرا اور میری قوم کا آئینی حق ہے۔ کوئی بھی ہمیں اس سے نہیں

روک سکتا۔اس موقع پر تحریکِ انصاف کے رہنما اور معروف وکیل نعیم بخاری نے کہا کہ یہ(عدالتی) فیصلہ نہیں ایک حکم ہے۔یہ حکم ہمیں سنے بغیر جاری کیا گیا ہے۔" (آؤٹ لائن ڈاٹ کام،27اکتوبر2016)

92نیوز میں ہے:"اسلام آباد (92نیوز) پاکستان تحریک انصاف نے اسلام آباد کی بندش روکنے کے لیے ہائی کورٹ کے فیصلے کو ماننے سے انکار کر دیا۔ پی ٹی آئی کے وکلاءکا کہنا ہے کہ عدالتی فیصلہ یکطرفہ ہے جو ان کا موقف سنے بغیر کیا گیا۔ پی ٹی آئی نے ہائیکورٹ کے فیصلے کو چیلنج کرنے کا بھی اعلان کر دیا۔تفصیلات کے مطابق پی ٹی آئی کے اسلام آباد میں احتجاج کو روکنے سے متعلق عدالتی فیصلے پر رد عمل کا اظہار کرتے ہوئے پی ٹی آئی کے وکیل نعیم بخاری نے کہا یہ فیصلہ نہیں حکم ہےجوان کی جماعت کے موقف کو سنے بغیر جاری کیا گیا۔تحریک انصاف کی قانونی ٹیم کے دوسرے وکیل ڈاکٹر بابر اعوان نے بھی نعیم بخاری کے موقف کی تائید کی اور کہا کہ پاکستان کے آئین میں آرٹیکل دس کے مطابق کسی کو سنے بغیر آرڈر پاس نہیں کیا جاسکتا۔ ایسی درخواستیں تو سپریم کورٹ میں بھی دائر کی گئی ہیں ،لیکن ہائیکورٹ کا فیصلہ سمجھ سے بالاتر ہے۔" (92نیوز،26اکتوبر2016)

عمران خان کے چہیتے جہانگیر ترین نے بھی سپریم کورٹ کا فیصلہ کو ماننے سے انکارکرتے ہوئے اس پر مایوسی کا اظہار کیا چنانچہ اے آر وائے نیوز میں ہے:"سپریم کورٹ سے تا حیات نا اہلی کے فیصلے پر جہانگیر ترین نے نظرِ ثانی کی درخواست دائر کی تھی جسے سپریم کورٹ نے مسترد کرتے ہوئے نا اہلی کا فیصلہ برقرار رکھا۔جہانگیر ترین نے سپریم کورٹ کے فیصلے کو مایوس کن قرار دیتے ہوئے کہا:میری خواہش تھی کہ پیش کردہ حقائق کا تفصیلی جائزہ لیا جاتا، مجھے سپریم کورٹ کے فیصلے سے مایوسی ہوئی۔"
(ARYNEWS،30ستمبر2018)

جب عمران خان اور اس کا خاص ممبر کورٹ کے فیصلے کا انکار کرے تو وہ ان کا حق اور مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد ناموس رسالت کے مسئلہ میں کورٹ کے متضاد بھرے فیصلے کا انکار کرے تو باغی اور چھوٹا سا طبقہ۔واہ کیا انصاف ہے۔

افسوس ناک بات یہ ہے کہ کسی بھی سیاسی لیڈر نے کورٹ کے فیصلے کی مذمت نہیں کی صرف اس لیے کہ کہیں ہماری سیاسی ساکھ خراب نہ ہوجائے اور یہودو نصاریٰ ہم سے ناراض نہ ہوجائے ورنہ جب ان کی اپنی ذات کی باری آتی ہے تو ایک معمولی سے کرسی کے لیے برملا سپریم کورٹ کے فیصلے کو مسترد کرتے ہیں چنانچہ نواز شریف نے نااہلی کے بعد کچھ اس طرح سے سپریم کورٹ کے فیصلے کا انکار کیا:" عوام نے سپریم کورٹ کا فیصلہ مسترد کر دیا ہے،اب عوام کا فیصلہ پاکستان میں جھومے گا اور لاڈلوں کو منہ چھپانے کیلئے کوئی جگہ نہیں ملے گی، پچھلے پانچ ماہ سے عوام اور میں بھی یہی پوچھ رہا ہے کہ کہاں کرپشن کی ہے؟اس پانچ ججوں والے بینچ کو اس سوال کا جواب دینا پڑیگا،ملک میں ترقی کی رفتار میں سستی کے ذمہ دار شاہد خاقان عباسی نہیں فیصلے سے پوچھیں۔" (Javedch.com 6جنوری2018)

92نیوز میں ہے:"سردار ایاز صادق نے بھی سپریم کورٹ کا فیصلہ ماننے سے انکار کردیا: لاہور (92 نیوز) اسپیکر قومی اسمبلی بھی دیگر ن لیگی رہنماؤں کی لائن پر چل پڑے ۔سردار ایاز صادق نے بھی سپریم کورٹ کا فیصلہ ماننے سے انکار کردیا۔کہتے ہیں کہ سپریم کورٹ کے فیصلے سے اتفاق نہیں کرتا۔"
(92نیوز،22ستمبر2017)

بی بی سی اردو ڈاٹ کام میں نواز شریف کا 27فروری 2009 کا بیان درج ہے کہ اس نے کہا:" نواز شریف نے پولیس اور انتظامیہ کے افسروں کو مخاطب کرکے کہا کہ شہباز شریف، مسلم لیگی اراکین اسمبلی اور عوام کے درمیان روکاٹیں کھڑی کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ انہوں نے کہا کہ اگر چند دن کی لاقانونیت پر مبنی گورنر راج والی حکومت ان کے خلاف کوئی کارروائی کرتی ہے تو وہ یعنی نواز شریف اس کا مداوا کریں گے اور نہ صرف واپس بحال کریں بلکہ انعام کے ساتھ بحال کریں گے۔نواز شریف نے اپنے خطاب میں کہا کہ وہ اپنے چھوٹے بھائی اور پنجاب کے سابق وزیراعلی شہباز شریف کو کہہ آئے ہیں کہ وہ جاکر اسمبلی میں بیٹھیں کیونکہ ان کے بقول جعلی عدالتوں کے جعلی فیصلوں کو عوام تسلیم نہیں کرتے۔مسلم لیگ نون کے قائد نے کہا کہ گورنر راج بھی جعلی ہے عدالتی فیصلہ بھی جعلی اور زرداری

کے تمام ایکشن بھی جعلی ہیں۔ نمبر دو ہیں نہ آئینی ہیں نہ قانونی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ شہباز شریف جاؤ اس حکومت کی جو عوام کی امانت ہے اس کا تحفظ کرو۔" (بی بی سی اردو ڈاٹ کام،27فروری2009)

بلاو ل بھٹو جو سیکولر قسم کا ہے اور دیندار طبقے کے خلاف بھڑاس نکالنا اس کی عادت بن چکی ہے۔ اس نے بھی دھرنے کی مذمت کرتے ہوئے ، حکومت اور سپریم کورٹ کے فیصلے کی تائید کی، لیکن حال ہی میں اس کے باپ آصف زرداری نے چیف جسٹس ثاقب نثار کا حکم ماننے سے واضح طور پر انکار کردیا چنانچہ کالم کار ڈاٹ کام میں ہے:"سابق صدرآصف زرداری کا چیف جسٹس کا حکم ماننے سے صاف انکار:سابق صدر آصف علی زرداری نے سپریم کورٹ میں اثاثوں کی تفصیلات جمع کروانے سے انکار کر دیا ہے اور اثاثوں کی تفصیلات فراہم کرنے کے حکم کے خلاف نظر ثانی اپیل دائر کرتے ہوئے کہا ہے کہ دس سال پرانے اثاثوں کی تفصیلات مانگنا آئین و قانون کے خلاف ہے۔تفصیلات کے مطابق این آر او کے تحت قومی خزانے کو نقصان پہنچانے کے خلاف دائر درخواست پر سپریم کورٹ میں جواب دیتے ہوئے آصف زرداری نے کہا ہے کہ کیا میری اہلیہ بے نظیر بھٹو شہید کے اثاثوں کی تفصیلات مانگنا مرحومہ کی قبر کے ٹرائل کے مترادف نہیں؟واضح رہے کہ سپریم کورٹ نے این آر او کیس میں آصف علی زرداری اور ان کے بچوں کے اثاثوں کی تفصیلات طلب کی تھیں۔ عدالت نے 29 اگست کی سماعت پر 2007 سے 2018 تک آصف علی زرداری اور فیملی کے اثاثوں کی تفصیلات طلب کی تھیں۔"

(کالم کارڈاٹ کام،18ستمبر2018)

نوائے وقت میں ہے"پرویز مشرف کا سپریم کورٹ کا حکم ماننے سے انکار، عدالت میں پیش نہ ہونے کا فیصلہ:سابق صدر پرویز مشرف نے سپریم کورٹ کا حکم ماننے سے انکار کرتے ہوئے سپریم کورٹ میں پیش نہ ہونے کا فیصلہ کیا۔ سپریم کورٹ نے سنگین غداری کیس میں سابق صدر پرویز مشرف کو 14 جون کو دوپہر 2 بجے تک عدالت میں پیش ہونے کی مہلت دی۔ میڈیارپورٹس کے مطابق پرویز مشرف نے آج 14 جون کوسپریم کورٹ پاکستان میں پیش نہ ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔" (نوائے وقت،14جون2018)

فوج کے خلاف کس کس لیڈر نے گفتگو کی ؟

جیسا کہ پہلے کہا گیا کہ فوج کے خلاف جو گفتگو ایک غیر مفتی شخص نے کی وہ درست نہ تھی لیکن اس ایک کلپ کو لے کر پورے احتجاج کو سیاست چمکانے کا کہہ دینااور علمائے کرام کو دہشت گرد اور فتنہ باز قرار دے کر سیکولر اور لبرل طبقے کا ان کے خلاف قانونی کاروائی کرنے کہ کہنا اور کورٹ میں ان کے خلاف دہشت گردی ،توڑ پھوڑ کر الزمات عائد کرنے کی کوشش کرنا صریح ناانصافی ہے۔اگر فوج کے خلاف کوئی بھی بات کرے تو اس کا یہی انجام ہوناچاہیے تو پہلے عمران خان،نواز شریف،زرداری اور دیگر بڑے بڑے لیڈروں کے خلاف ایکشن لیں جنہوں نے اپنی سیاست بچانے کے لیے برملا ٹی۔وی چینل،اخبارات اور بڑے بڑے جلسوں میں فوج کے خلاف گفتگو کی ہے اور اس پر سنگین قسم کے الزامات لگائے ہیں۔آیئے قارئین اس کی چند جھلکیاں دکھاتے ہیں:

روزنامہ پاکستان میں ہے:"اسلام آباد(ڈیلی پاکستان آن لائن)تحریک انصاف کے چیئر مین عمران خان ماضی میں خفیہ اداروں کی جانب سے سیاست میں کردار کے الزامات لگا چکے ہیں ،معروف صحافی مبشر زیدی نے عمران خان کی ایسی ہی ایک ویڈیو شیئر کو تو سوشل میڈیا پر ہنگامہ برپا ہو گیا۔ ویڈ یو میں دیکھا جا سکتا ہے کہ عمران خان الزام لگاتے ہوئے کہتے تھے کہ اب وقت آگیا ہے کہ پاکستان میں خفیہ اداروں کا کردار ختم ہو ،ایجنسیوں نے جوڑ توڑ کر کے ملک کا ستیا ناس کر کے رکھ دیا ہے ،خفیہ اداروں کا ایک کام ہوتا ہے کہ اس کو اوپر لے کر آئیں جس کو کنٹرول کرسکتے ہیں ،ان کو کنٹرولڈ سیاستدان،کنٹرولڈ جج اور کنٹرولڈ بیورو کریٹس چاہئیں اور یہ الیکشن میں دھاندلی کر کے کنٹرولڈ پتلے سامنے لاتے ہیں۔عمران خان نے کہا تھا کہ اب وقت آگیا ہے کہ فوج آئینی کردار پر چلے ،کوئی پاکستانی نہیں چاہتا کہ ہماری فوج کمزور ہو ،پاکستان کو ایک مضبوط فوج چاہیے لیکن جو جنرل مشرف فوج سے کروا رہا ہے ،وہ ٹھیک نہیں عمران خان نے ایک رپورٹ کا ذکر کرتے ہوئے پاک فوج میں کرپشن کے الزامات بھی عائد کیے تھے۔"
(روزنامہ پاکستان،19جولائی2018)

روزنامہ پاکستان میں عمران خان کا بیان ہے:"سلام آباد (اُردو پوائنٹ اخبار تازہ ترین۔ 03 مئی2018ء) چیئرمین تحریک انصاف عمران خان نے کہا ہے کہ 2013 کے الیکشن میں نواز شریف کو فوج کی مدد حاصل تھی۔۔۔۔انہوں نے کہا کہ میں بہت سوچ سمجھ کر الزام لگا رہا ہوں 2013 کے انتخابات میں ایک بریگیڈیئر نے پنجاب میں نواز شریف کی بہت مدد کی تھی۔انہوں نے کہا کہ اگر نواز شریف کی سیاسی تاریخ اٹھا کر فوج اور عدلیہ کے لاڈلے رہے ہیں۔" (اردو پوائنٹ،3مئی2018)

بی بی سی اردو میں ہے:" نواز شریف کا چند ججوں اور چند جرنیلوں کے خلاف اعلان جنگ پاکستان کے سابق وزیر اعظم نواز شریف نے لگی لپٹی اب بلکل ترک کر دی ہے۔ جیسا کہ توقع تھی، انھوں نے احتساب عدالت سے اپنے خلاف ایون فیلڈ ہاؤس اپارٹمنٹس کا فیصلہ آتے ہی چند ججوں اور چند جرنیلوں کو آڑے ہاتھوں لیا ہے۔مجھے جو سزا دی جارہی ہے وہ کرپشن کی وجہ سے نہیں دی جا رہی بلکہ میں نے 70 برس سے جاری ملک کی تاریخ کا جو رخ موڑنے کی جدوجہد شروع کی ہے یہ اس کی سزا دی جارہی، جمعے کو احتساب عدالت میں مجرم قراد دیے جانے اور قید کی سزا پانے کے بعد نواز شریف نے اپنے پریس کانفرنس کے ذریعے اپنے باقاعدہ ردعمل کا اظہار کیا ہے۔" (بی بی سی اردو ڈاٹ کام،7جولائی2018)

یونہی سعد رفیق،خواجہ آصف،احسن اقبال،پرویز رشید کے بیانات پاک فوج کے خلاف اخبارات میں موجود ہیں۔

سچ ٹی وی میں ہے :"سابق آصف علی زرداری نے رواں ہفتے ایک تقریب میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر اُنھیں دیوار سے لگانے اور ان کی کردار کشی کرنے کی روش ترک نہ کی گئی تو وہ قیام پاکستان سے لے کر آج تک کے جرنیلوں کے بارے میں وہ کچھ بتائیں گے کہ وہ وضاحتیں دیتے پھریں گے۔" (سچ ٹی وی،18جون2015)

حرفِ آخر

امید ہے کہ ایک منصف مزاج قاری کو یہ تحریر پڑھ کر سیاسی لیڈروں کی اوقات پتہ چل گئی ہوگی اور یہ معلوم ہوگیا ہوگا کہ ناموس رسالت کے مسئلہ میں یہود و نصاریٰ کو اپنی سیاست کے لیے خوش کرنے والے یہ لیڈر کس طرح اتحاد کرکے دینی طبقہ کے خلاف زہر اگلتے ہیں اور میڈیا کس طرح ان کا پالتو غلام بن کر ان اس ظالمانہ مشن میں اس کا ساتھ دیتا ہے۔

آخر میں دینی طبقہ کی بارگاہ میں عرض ہے کہ آسیہ کیس کے حوالے سے دینی طبقہ کی طرف سے پلاننگ میں کچھ کمی تھی۔ سپریم کورٹ کا فیصلہ آسیہ مسیح کے حق میں ہوگا اس کا سب سے بڑا یہ ثبوت تھا کہ آسیہ کے خلاف لڑنے والے وکیل نے ہی کہہ دیا تھا کہ ججوں نے ہماری بات سنی ہی نہیں اور فیصلہ ملزمہ کے حق میں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مذہبی تحریکیں اس فیصلہ کے خلاف پیشگی ہی احتجاج کرنا شروع ہوگئی تھیں، لیکن حیرت والی بات یہ ہے کہ فیصلہ کہ بعد احتجاج جو ہوگا اس میں کیا معقول مطالبات ہوں گے یہ کوئی طے نہیں تھا۔

احتجاج شروع ہوتے ہیں کہ ایک غیر مفتی شخص نے تینوں جج واجب القتل قرار دے کر اور فوج کے خلاف بیان دے کر احتجاج کو بغاوت کا روپ دے دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دجالی میڈیا نے مسلسل دیندار طبقہ کو باغی ثابت کیا اور منفی پروپگینڈہ کرتا رہا۔ وزیر اعظم صاحب بھی میدان میں کود پڑے اور اسی بات کو بنیاد بنا کر عام عوام کو اس فیصلے سے اختلاف کرنے والوں کو فتنہ و فساد بھرپا کرنے والا اور سیاست چمکانے والا کہہ دیا۔

پھر جب معاہدہ ہوا تو اس میں ہوسکتا ہے کہ دھرنے کے قائدین کے نزدیک حالات کے پیش نظر یہ نکات معقول ہوں لیکن بظاہر یہ اتنے جاندار نہ تھے ،اگر ان میں ایک شرط یہ ہوتی کہ سپریم کورٹ امت مسلمہ کو اس فیصلے پر موجود تحفظات دور کرے، پھر کسی ماہر قانون دان کی مشاورت سے وہ تحفظات مختصر وقت میں تیار کرکے وہی پریس کانفرنس میں بیان کردیتے تو اس کا ایک فائدہ یہ ہوتا کہ عوام الناس کے اذہان میں بھی اس فیصلہ کے متعلق شکوک و شبہات بیٹھ جاتے اور دوسرا یہ کہ سپریم

کورٹ اس کا جواب نہ بھی دیتا تو تاریخ میں یہ بات رقم ہوجاتی کہ حکومت اور سپریم کورٹ معاہدے پر پورا نہ اترے۔

دراصل دین اس وقت مظلوم ہوچکا ہے،ہمارے سیاستدان اور بڑے عہدوں پر بیٹھے لوگ دین فروش ہوچکے ہیں جو کفار کو راضی کرنے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت کو بھی قربان کرنے پر راضی ہیں۔ میڈیا اس وقت ان کا زرخرید بن چکا ہے جس کا بس ایک کام ہے کہ جس لیڈر سے پیسے لیے ہیں اس کو صحیح ثابت کرنا اور دیندار طبقہ کو بدنام کرنا۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم دینی لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ ہمارا اس صورتحال میں کیا کردار ہوناچاہیے،ہمیں کس طرح اس دین کا دفاع کرنا ہے،سیکولرازم اور لبرل ازم کے خلاف جنگ کرنے کے لیے ہمارے پاس کیا ہے،ہمیں سوچ سمجھ کر بولنا چاہیے۔

آخر میں ان جیالوں سےجو دھرنے میں شرکت کو ہی دین بچانے کی واحد راہ سمجھ کر ہمیشہ کی طرح دھرنے میں شرکت نہ کرنے والوں پر طعن کرتے رہتے ہیں ،ان سے گزارش ہے کہ جو جس طرح دین کا کام کررہا ہے اسے کرنے دیں،سب مورچے بے دینوں کے لیے چھوڑ چھاڑ کر دھرنے میں شریک ہونے ہی پر زور نہ دیں ۔یہ نہ ہو کہ احتجاج کے نتیجہ میں ایک عارضی پانچ نکاتی معاہدہ لے کر واپس آئیں تو وہ محاذ غیروں کے ہاتھ جاچکے ہوں اور ہم ان نکات کا تعویذ بنا کر گلے میں ڈال کر آنے والی مشکلات حل ہونے کے متمنی ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کرسمس ڈے

کی شرعی حیثیت

پیشکش: صدائے قلب

25 دسمبر 2018ء

پاکستان میں جس طرح سیکولر ازم اور لبرل ازم میڈیا اور سیاستدانوں میں بڑھتی جارہی ہے، اسی طرح کفار کے مذہبی تہوار منانا بھی عام ہورہاہے۔ ان تہوار کو منانے والے وہی میڈیا کی اینکرز، سیاستدان اور مذہبی حلیے والے ہیں جو پاکستان سمیت پوری دنیا میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم پر بولتے نظر نہیں آئیں گے۔ یہ لوگ جب بھی بولیں گے اسلام، مسلمان، اسلامی احکام اور علمائے اسلام کے خلاف ہی بولیں گے اوران کی زبانوں پر دن رات اقلیتوں کے حقوق سوار ہوں گے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ چند دنیاوی مفادات کی خاطر انگریزوں کے ذہنی غلام ہونے کے ساتھ عملی غلام بھی بن چکے ہیں اور ہر دم اپنے انگریز آقاؤں کو خوش کرنے کے چکر میں رہتے ہیں۔

کرسمس ڈے بھی کفار کے تہواروں میں سے عیسائیوں کا مذہبی تہوار ہے جس کو منانے والے مسلمان ہر سال بڑھتے جارہے ہیں اوراس کے منانے کو عجیب و غریب انداز سے صحیح ثابت کیا جارہاہے۔ شرعی نقطہ نظر سے کرسمس ڈے منانا ناجائز و حرام اور ایک صورت میں کفر ہے۔ قارئین کے سامنے مستند حوالہ جات پیش کرکے ثابت کیا جاتاہے کہ کفار کے دینی تہوار کو منانا اسلامی شریعہ میں حرام و کفر ہے۔

کرسمس دو الگ لفظوں کا مجموعہ ہے۔ لفظ Christ سے مراد حضرت عیسی علیہ السلام لی جاتی ہے اور لفظ Mas سے مراد پیدائش لی جاتی ہے۔ گویا کرسمیس کا مطلب ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش۔ انٹرنیٹ پر ایک عیسائی شخص "David J. Meyer" نے باقاعدہ انگلش ڈکشنری و تاریخ سے ثابت کیا ہے کہ کرسمس کا مطلب حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدائش نہیں بلکہ اس کا مطلب ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وصال چنانچہ وہ کہتاہے:

Here let it be noted that most people think that the word, "Christmas" means "the birth of Christ." By definition, it means "death of Christ", and I will prove it by using the World Book Encyclopedia....the word "Mass" in religious usage means a "death sacrifice." The impact of this fact is horrifying and shocking; for when the millions of people are saying “Merry Christmas", they are literally saying "Merry death of Christ!"

یعنی یہ بات غور طلب ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ کرسمس کا مطلب ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش۔ جبکہ اس کا مطلب ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات۔ اس بات کو میں ورلڈ بک انسائیکلوپیڈیا سے ثابت کروں گا۔ لفظ Mass مذہب میں موت کی قربانی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ بات کافی حیران کن ہے کہ جب لاکھوں لوگ کہتے ہیں کہ کرسمس مبارک ہو تو درحقیقت وہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات مبارک ہو۔

(www.lasttrumpetministries.org/tracts/tract4.html)

کرسمس ڈے عیسائیوں کا مذہبی شعار ہے اس میں عیسائیوں کے ساتھ شرکت کرنا حدیث پاک کی رو سے جائز نہیں چنانچہ سنن ابو داؤد کی حدیث پاک ہے ''من جامع المشرك وسكن معه فانه مثله'' ترجمہ: جو مشرک سے یکجا ہو اور اس کے ساتھ رہے وہ اسی مشرک کی مانند ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الإقامة بأرض الشرک، جلد 3، صفحہ 93، المکتبة العصریة، بیروت)

جب فقط شرکت کرنا حرام ہے تو ایک مسلمان کا مہمان خصوصی کے طور پر شرکت کرنا، ان کی تقریب کو ٹی وی چینل اور اخبارات کے ذریعے مشہور کروانا، مرد و عورت کے اختلاط میں کیک کاٹنا، مصافحہ کرنا وغیرہ حرام در حرام ہے۔ اگر کوئی اس دن عیسائیوں کی تقریبات میں اس دن کی تعظیم کرتے ہوئے شریک ہو تو وہ کفر کا مرتکب ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے ''يكفر بخروجه الى نيروز المجوس لموافقته معهم فيما يفعلون فی ذلك اليوم'' ترجمہ: جو مجوسیوں کے نیروز میں ان کی موافقت کرنے کے لئے جائے جس دن میں وہ خرافات کرتے ہیں تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، مطلب موجبات الکفر، جلد 2، صفحہ 276، دار الفکر، بیروت)

اگر شرکت نہ کی جائے ویسے ہی اس دن کی تعظیم کرے اور عیسائیوں کی ان خرافات کو اچھا سمجھے تو کفر ہے۔ فتاوی تارتارخانیہ میں ہے ''واتفق مشايخنا ان من رای امر الكفار حسنا فهو كافر'' ترجمہ: مشائخ عظام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو کافر کے کسی امر کو اچھا جانے وہ کافر ہے۔

(تارتارخانیہ، کتاب احکام المرتدین، فصل فی الخروج الی النشیدة۔۔، جلد 5، صفحہ 354، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

اس دن عیسائیوں کو مبارکباد دینا، تحائف دینا ناجائز و حرام ہے اور اگر تعظیم کی نیت سے یہ سب کرے تو کفر ہے۔ فتاوی تار تار خانیہ میں ہے "حکی عن ابی حفص الکبیر لو ان رجلا عبد اللہ خمسین سنة ثم جاء یوم النیروز فاھدی الی بعض المشرکین بیضة یرید بہ تعظیم ذلک الیوم فقد کفر باللہ و احبط عملہ "ترجمہ: حضرت ابو حفص الکبیر سے حکایت کیا گیا کہ اگر آدمی پچاس سال اللہ عزوجل کی عبادت کرے پھر نیروز کا دن (کافروں کا مخصوص دن) آجائے اور وہ اس دن کی تعظیم میں بعض مشرکین کو کوئی تحفہ دے اگرچہ انڈہ ہی ہو تو بے شک اس نے کفر کیا اور اس کے اعمال برباد ہو گئے۔

(تارتارخانیہ، کتاب احکام المرتدین،فصل فی الخروج الی النشیدۃ۔۔، جلد 5، صفحہ 354، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

کرسمس کے بعض حمایتی کہتے ہیں کہ یہ بھی ایک نبی کی پیدائش کا دن ہے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کا دن بارہ ربیع الاول ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مستند دلائل سے ثابت ہے کہ یہ دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ خود کو مسلمان کہلوانے والا جو طبقہ اس دن کو مناتا ہے اس میں شاید ہی کوئی ہو جو ایک نبی کی ولادت کی خوشی میں مناتا ہے۔ عام طور پر یہ منانے والے سیاستدان، اینکرز، این جی اوز والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو مشہور شخصیات ہوتی ہیں اور انٹرنیشنل لیول میں خود کو عیسائیت کا خیر خواہ ثابت کرنے کی کوشش میں ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک تصویر یا مووی نہ بنے تب تک یہ لوگ کرسمس کیک نہیں کاٹتے اور سرعام بینرز اور پوسٹروں پر یہ نبی کی ولادت کی خوشی نہیں لکھتے بلکہ عیسائیوں سے اظہارِ یکجہتی والے کلمات ہوتے ہیں اور واضح الفاظ میں عیسائیوں کو مبارکباد دے رہے ہوتے ہیں۔

مستند علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش 25 دسمبر نہیں ہے یہ تو بعد میں بنالی گئی ہے۔ بلکہ ایک عیسائی "David J. Meyer" نے بھی یہ کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش 25 دسمبر نہیں چنانچہ کہتا ہے:

Jesus was not born on December 25th.

(http://www.lasttrumpetministries.org/tracts/tract4.html)

مفتی عبد الواجد قادری مفتی اعظم ہالینڈ فتاوٰی یورپ میں فرماتے ہیں:"عیسائیوں کے یہاں کرسمس ڈے کی کوئی تاریخی حیثیت نہیں ہے یہ چودھویں صدی عیسوی کا ایک حادث تیوہار ہے۔ لیکن دنیا بھر کے عیسائیوں نے اس اختراعی تیوہار کو اتنی مضبوطی سے تھاما کہ یہ صدیوں سے عیسائیت کی پہچان و شعار بن گیا ہے۔ ہر چرچ اور عیسائی تنظیم گاہیں اس تاریخ میں مزین کی جاتی ہیں اور دنیا کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ گویا یہ مسیحیوں کا عظیم الشان تیوہار ہے، جس میں اربوں ڈالر کی شراب نہ صرف پی جاتی ہے بلکہ لنڈھائی جاتی ہے۔ پھر اربوں ڈالر کی آتشبازی اور آتشی مادّوں سے یورپ و امریکہ کے در و دیوار اور آسمانی فضا تھرا اٹھتی ہے۔ ہفتہ عشرہ تک گندھک کی بدبو سے ملک کا ملک مہکتا رہتا ہے۔

بہر حال کرسمس ڈے ان کا مذہبی تیوہار ہو یا نہ ہو مگر آج قومی تہوار کی حیثیت اختیار کر گیا ہے جس سے مسلمانوں کا دور رہنا لازم و ضروری ہے۔۔۔ مسلمانوں کے لئے حرام ہے کہ ان کے تیوہار میں اپنے گھروں کو انہیں چیزوں سے مزین کریں جن سے وہ لوگ کرتے ہیں۔ پھر اس تاریخ میں انہیں ہدیہ دینا اور ان سے تحفہ لینا بھی حرام و ممنوع ہے۔ اور اگر کرسمس ڈے کی تعظیم مقصود ہو تو معاذ اللہ یہ کفر ہے۔"

(فتاوٰی یورپ، صفحہ540، شبیر برادرز، لاہور)

دسویں صدی ہجری کے عظیم عالم دین امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" ومما يفعله كثير من الناس فی فصل الشتاء، ويزعمون أنه ميلاد عيسى عليه السلام، فجميع ما يصنع أيضاً فی هذه الليالی من المنكرات، مثل: إيقاد النيران، وإحداث طعام، وشراء شمع، وغير ذلك؛ فإن اتخاذ هذه المواليد موسماً هو دين النصارى، وليس لذلك أصل فی دين الإسلام "ترجمہ: موسم سرما میں بہت سے لوگ ولادتِ عیسیٰ کے نام سے محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ ان راتوں میں یہ بہت سے منکر کام کرتے ہیں، مثلاً آگ جلانا، رنگارنگ قسم کے کھانے تیار کرنا اور شمعیں خریدنا وغیرہ وغیرہ، لہٰذا سالانہ طور پر اس طرح کے دن منانا عیسائیوں کا دین ہے، اس کی اسلام میں کوئی اصل نہیں ہے۔

(الأمر بالاتباع والنهي عن الابتاع، النهي عن الاحتفال بما يسمى بليلة رأس السنة الميلادية، صفحہ122، مطابع الرشيد)

نیز فرماتے ہیں" ومن ذلك أعياد اليهود أو غيرهم من الكافرين أو الأعاجم والأعراب الضالين، لا ينبغي للمسلم أن يتشبه بهم في شيء من ذلك، ولا يوافقهم عليه، قال الله تعالى لنبيه محمد ﴿ثم جعلناك على شريعة من الأمر فاتبعها ولا تتبع أهواء الذين لا يعلمون إنهم لن يغنوا عنك من الله شيئاً وإن الظالمين بعضهم أولياء بعض والله ولي المتقين﴾ . وأهواء الذين لا يعلمون هو ما يهوونه من الباطل، فإنه لا ينبغي للعالم أن يتبع الجاهل فيما يفعله من أهواء نفسه، قال تعالى لنبيه : ﴿ولئن اتبعت أهواءهم من بعد ما جاءك من العلم إنك إذا لمن الظالمين﴾ . فإذا كان هذا خطابه لنبيه ﷺ، فكيف حال غيره إذا وافق الجاهلين أو الكافرين وفعل كما يفعلون مما لم يأذن به الله ورسوله ويتابعهم فيما يختصون به من دينهم وتوابع دينهم ... وترى كثيراً من علماء المسلمين الذين يعلمون العلم الظاهر، وهم منسلخون منه بالباطن، يصنعون ذلك مع الجاهلين في مواسم الكافرين بالتشبه بالكافرين"ترجمہ: یہود، کفار، عجمیوں اور گمراہ عربیوں کی عیدوں کی مشابہت کسی مسلمان کے لائق نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:"پھر ہم نے اس کام کے عمدہ راستہ پر تمہیں کیا تو اسی راہ چلو اور نادانوں کی خواہشوں کا ساتھ نہ دو۔بیشک وہ اللہ کے مقابل تمہیں کچھ کام نہ دیں گے اور بیشک ظالم ایک دوسرے کے دوست ہیں اور ڈر والوں کا دوست اللہ۔بے علم لوگوں کی خواہشات سے مراد ان کے باطل رسم ورواج ہیں، لہٰذا کسی عالم کو جاہل لوگوں کی خواہشات پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا ہے:"اور (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں پر چلا بعد اس کے کہ تجھے علم مل چکا تو اس وقت تو ضرور ستم گار ہو گا" جب اللہ کا خطاب اپنی نبی سے ایسا ہے، تو کسی امتی کا کیا حال ہو گا، جو جاہلوں اور کافروں کی اتباع کرتا ہے۔کفار کی ڈگر پر چلتے ہوئے ایسے ایسے کام کرتے ہیں، جن کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی اور ان کے شعار کو اپناتے ہیں۔سطحی علم رکھنے والے بہت سے علما مل جائیں گے، جو حقیقی علم سے عاری ہو کر کفار سے مشابہت کرتے ہیں۔ (الأمر بالاتباع والنهي عن الابتاع، النهي عن التشبه بالكافرين، صفحہ 123، مطابع الرشید)

بعض مفاد پرست لوگوں کو یہ کہہ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ ہم کرسمس ڈے میں شرکت اس لئے کرتے ہیں کہ عیسائیوں کو اسلام کے قریب لا سکیں۔ان کا یہ بہانہ بالکل باطل ہے۔تبلیغ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم

اللہ نے کی ہے لیکن ایسی تبلیغ نہیں کی کہ ان کی عبادت گاہوں میں جاکر ان کے مذہبی شعار میں شرکت کریں۔ تبلیغ کی بھی کچھ شرائط ہیں۔ یہ نہیں کہ کوئی ہندوؤں کے مندروں میں جائے، ماتھے پر تلک لگائے اور کہے میں تبلیغ کررہا ہوں، عیسائیوں کے گرجے میں جاکر پادری کے پیچھے دعا مانگے، اس کی شرکیہ دعا پر آمین کہے اور کہے میں تبلیغ کررہا ہوں۔ یہ تبلیغ نہیں بلکہ کفر ہے۔ فقہائے کرام نے تو صراحت کے ساتھ کفار کے دینی شعار میں شرکت کو کفر کہا ہے۔ بلکہ یہاں تک فرمایا کہ اس دن اپنے گھر میں بھی ذکر و نعت کی محفل نہ رکھیں کہ کہیں یہ اس دن کی تعظیم نہ سمجھی جائے۔ البدع والنہی عنہا میں ابو عبد اللہ محمد بن وضاح المروانی القرطبی (المتوفی 286ھ) رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں "عن أبان بن أبي عياش قال لقيت طلحة بن عبيد الله بن كريز الخزاعي فقلت له قوم من إخوانك من أهل السنة والجماعة لا يطعنون على أحد من المسلمين يجتمعون في بيت هذا يوما وفي بيت هذا يوما ويجتمعون يوم النيروز والمهرجان ويصومونهما فقال طلحة بدعة من أشد البدع والله لهم أشد تعظيما للنيروز والمهرجان من غيرهم" ترجمہ: حضرت ابان بن ابی عیاش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں طلحہ بن عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملا اور ان سے کہا کہ آپ کے اہل سنت و جماعت بھائی نیروز، مہرجان (کفار کے دن) ایک گھر میں (ذکر اذکار کے لئے) جمع ہوتے ہیں، کسی مسلمان پر طعن و تشنیع نہیں کرتے اور ان دونوں دنوں میں روزہ رکھتے ہیں۔ حضرت طلحہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ سخت بدعت ہے۔ اللہ کی قسم یہ روزہ رکھنا کفار سے زیادہ نیروز اور مہرجان کے دن کی تعظیم ہے۔

(البدع والنہی عنہا، جلد 1، صفحہ 42، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاہرۃ)

کرسمس ڈے منانا اہل سنت کے علاوہ دیگر فرقوں میں بھی منع ہے۔ سعودیہ کے وہابی مفتی شیخ ابن عثیمین نے لکھا ہے: "اسی طرح مسلمانوں پر کرسمس کی مناسبت سے تقاریب کرنا، تحائف کا تبادلہ، مٹھائیوں کی تقسیم، کھانوں کی تیاری، اور تعطیل عام کرتے ہوئے کفار کیساتھ مشابہت اپنانا حرام ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: (جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنی کتاب ﴿اقتضاء الصراط المستقيم مخالفة أصحاب الجحيم﴾ میں کہا ہے کہ: کفار کے کچھ تہواروں میں شرکت سے انہیں اپنے باطل نظریات پر قائم رہنے کی خوشی محسوس ہوتی ہے، اور بلکہ یہ

بھی ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ ایسے مواقع کا غلط فائدہ اٹھا کر کمزور ایمان لوگوں کو بہکا دیں۔" ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی گفتگو مکمل ہوئی۔

ایسا کام کرنے والا شخص گناہگار ہے، اور اس میں کسی کا دل رکھنے کیلئے، یا دلی چاہت کی بنا پر یا کسی سے حیا کرتے ہوئے شرکت کرنے والے سب لوگ گناہگار ہونگے، کیونکہ یہ عمل دینِ الٰہی کے باری میں ناقابل برداشت سستی ہے، اور کفار کے لئے اپنے گمراہ عقائد پر مضبوط ہونے کی دلیل ہے، وہ مسلمانوں کی شرکت سے اپنے دین پر فخر محسوس کرینگے۔ انتہی" (فتاوی ابن عثیمین، جلد3، صفحہ44)

وہابیوں اور دیوبندیوں کے بڑے مولویوں نے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانے کو ناجائز و حرام کہا اور اسے عیسائیوں کا کرسمس منانے سے مشابہت دی۔ لیکن فی زمانہ کرسمس کا کیک کاٹنے والوں میں کئی دیوبندی وہابی مولوی نظر آتے ہیں لیکن آج تک میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مناتے ہوئے کوئی وہابی دیوبندی مولوی نہیں دیکھا گیا۔ وہابی مولوی احسان الٰہی ظہیر اپنی کتاب "البریلویہ" میں لکھتا ہے: "عید میلاد صرف عیسائیوں کی مشابہت میں جاری کی گئی، اسلامی شریعت میں اس کا کوئی تعلق نہیں۔" (بریلویت، صفحہ177، ادارہ ترجمانِ سنت)

بلکہ ایک دیوبندی مولوی خلیل انبیٹھوی نے اسے معاذ اللہ ہندوؤں کے دیوتا کنہیا سے ملا دیا چنانچہ اپنی کتاب براہین قاطعہ میں لکھا: " میلاد النبی منانا ایسا ہے جیسے ہندو اپنے کنہیا کا جنم دن مناتے ہیں۔"
(براہین قاطعہ، صفحہ148، کتب خانہ رحیمیہ، سہارنپور)

دارالعلوم دیوبند کے فتاویٰ میں ہے: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی اور نبی یا ولی وغیرہ کا یوم ولادت منانا کوئی اسلامی چیز نہیں ہے، یہ عیسائیوں کا طریقہ ہے، وہ حضرت عیسی علیہ السلام کا یوم ولادت کرسمس ڈے کے نام سے مناتے ہیں، اور ہمیں غیروں کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے۔" (FatwaID:366-365/N=4/1437-E)

مولوی طارق جمیل کا صحابہ کرام کے متعلق کفریہ عقیدہ اور دیوبندیوں کی پُراسرار خاموشی

پیشکش: صدائے قلب

13 جنوری 2019ء

چند دن پہلے دیوبندی مولوی امام المنافقین، پیشوائے صلح کلیت، صاحبِ مداہنت، تبلیغ کے نام پر حرام کو حلال سمجھنے والا طارق جمیل کا ایک ویڈیو کلپ دیکھا جس میں وہ شیعوں کے پاس ملاقات کے لیے گیا اور شیعوں کو خوش کرنے کے لیے کہہ دیا کہ "صحابہ کو کافر کہنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔ یہ اپنے ہی اکابر کے فتاویٰ میں میں نے پڑھا ہے۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ سارے صحابہ کرام کافر تھے تو اس پر اس کے کفر کا فتویٰ نہیں آئے گا۔ تکفیر صحابہ کے قائل کو کافر نہیں کہہ سکتے۔"

شرعی طور پر مولوی طارق جمیل کا یہ بیان کفریہ ہے کیونکہ کتبِ فقہ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق اس طرح کے عقائد رکھنے والے کی فقہائے کرام نے تکفیر کی ہے۔ صراحت ہے کہ جو فقط حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت یا صحابیت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ جب دو جید صحابہ کا منکر کافر ہے تو تمام صحابہ کو کافر کہنے والا کیسے مسلمان رہے گا! جب تمام صحابہ کو کافر کہنے والے کی تکفیر کی جائے گی تو جو اس کی تکفیر میں شک کرے وہ بھی کفر کا مرتکب ہوگا چنانچہ الزواجر عن اقتراف الکبائر میں احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی (المتوفی 974ھ) لکھتے ہیں "أو فی تکفیر کل قائل قولا یتوصل بہ إلی تضلیل الأمۃ أو تکفیر الصحابۃ" ترجمہ: ہر اس شخص کی تکفیر میں شک کرنا بھی کفر ہے جس کی بات سے ساری اُمت کے گمراہ ہونے کا تأثر ملتا ہو۔ نیز صحابہ کرام علیہم الرضوان کو کافر کہنے والے کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر، الکبیرۃ الأولی الشرک الأکبر، جلد 1، صفحہ 47، دار الفکر، بیروت)

مگر حیرت ہے دیوبندی مولویوں پر جو خود کو حنفی کہتے ہیں لیکن طارق جمیل کے باطل نظریات کے متعلق فقط اس لیے فتویٰ صادر نہیں کرتے کہ وہ ان کا ہم مسلک اور دیوبندیت کی تبلیغ کر رہا ہے۔ پھر دیوبندیوں کا گروہ "سپاہ صحابہ" جو ساری زندگی شیعوں کو گستاخِ صحابہ کہہ کر ان کی تکفیر اور قتل و غارت کرتا رہا ہے، لیکن جب اپنے مولوی کا صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق ایسا باطل نظریہ سامنے آیا تو چپ سادھ لی۔ کیا دیوبندیوں کو سب معاف ہے کہ وہ کسی کی شان میں جو مرضی کہہ دیں؟؟؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شیعوں کے درمیان طارق جمیل نے یہ جملہ کیوں کہا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ طارق جمیل کی یہ عادت ہے کہ یہ چاپلوسی میں نمبر وَن ہے، وقت کا ظالم ترین حکمران یا چیف جسٹس یا کوئی فلمی

ہیروئین یہ اس کے منہ پر جھوٹی تعریفیں کرتا ہی پایا گیا ہے۔شیعوں کا صحابہ کرام علیہم الرضوان بالخصوص حضرت ابو بکر صدیق ،عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ یہ معاذ اللہ کافر و مرتد تھے۔شیعوں کا یہ عقیدہ ان کی کثیر کتب سے عیاں ہے جس کو آگے پیش کیا جائے گا۔طارق جمیل نے شیعوں کے اس باطل عقیدہ کو ان کی نظر میں صحیح ثابت کرنے کے لیے اور خود کو ان کی نظروں میں اچھا اور امن پسند مولوی بننے کے لیے یہ کہہ دیا کہ ہمارے دیوبندی اکابر مولوی ایسے شخص کو کافر نہیں کہتے جو تمام صحابہ کو کافر کہے۔یعنی ایک نام نہاد مسلمان صحابہ کرام کی تکفیر کرے تو اس کے ایمان پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔حالانکہ قرآن وحدیث اور علمائے اسلاف سے یہ عقیدہ بالکل واضح ہے کہ کسی ایک صحابی کی شان میں گستاخی کرنے والا شخص جہنمی ہے اور جو تمام صحابہ کو معاذ اللہ کافر کہے وہ کفر کا مرتکب ہوگا۔

قارئین کے سامنے اب پہلے شیعوں کی کتب سے چند حوالے پیش کیے جاتے ہیں کہ ان لوگوں کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق کیا عقیدہ تھا۔پھر احادیث اور مستند فقہی کتب سے صحابہ کرام کی عظمت اور ان کے گستاخوں کے متعلق چند حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں اور آخر میں دیوبندی مولویوں کے بھی شیعوں اور گستاخِ صحابہ کے متعلق ہونے والے جاری فتاویٰ کو پیش کیا جاتا ہے اور فیصلہ قارئین پر چھوڑا جاتا ہے کہ اس مکمل تحریر کی روشنی میں فیصلہ کریں کہ طارق جمیل صلح کلیت کی کس حد تک پہنچ چکا ہے۔

شیعوں کے صحابہ کرام علیہم الرضون کے متعقل عقائد:

فروغ کافی جلد3، صفحہ 115 میں ہے اور شیعہ مولوی مقبول دھولوی تفسیر قرآن میں لکھتا ہے:"امام باقر سے مروی ہے کہ بعد جناب رسول اللہ کے سوائے تین شخصوں کے اور سب مرتد ہوگئے۔سوال کیا گیا کہ وہ تین کون تھے فرمایا: سلمان، ابوذر، مقداد۔" (قرآن مجید مترجم، صفحہ134، افتخار بکڈپو، لاہور)

کلید مناظرہ میں ہے:"اصحاب رسول گدھوں کی طرح زنا کر رہے ہیں اور ہر طرف زنا کی گرم بازاری ہے۔" (کلید مناظرہ، صفحہ402)

غلام حسین نجفی شیعہ کی کتاب میں مذکور ہے:" ابو بکر، عمر، عثمان کی خلافت کے بارے میں جو شخص یہ عقیدہ رکھتاہے کہ یہ خلافت حق ہے وہ عقیدہ بالکل گدھے کے عضو تناسل کی مثل ہے کیونکہ جیسی خلافت ہو اس کے لیے ویساہی عقیدہ چاہیے۔"

(حقیقت فقہ حنفیہ درجواب حقیقت فقہ جعفریہ، صفحہ72، جامع المنظر ایچ بلاک ماڈل ٹاؤن، لاہور)

مناظرہ مصر میں حسین بخش جاڑا شیعہ لکھتا ہے:"بے شک شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ لوگ (ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی) دل و جان سے مومن نہیں تھے۔ البتہ ظاہر از بانی طور پر وہ اسلام کا اظہار کرتے تھے۔" (مناظرہ مصر، صفحہ57)

فتوحات شیعہ میں محمد اسماعیل لکھتا ہے:"اولا ایمان کامل شرط ہے، مگر ایمان ثلاثہ (ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی) ثابت نہیں۔ شرائط ایمان سامنے رکھیے اور اپنے خلفاء کا ایمان ثابت کیجئے۔"

(فتوحات شیعہ، صفحہ60، مبلغ اعظم اکیڈمی، خوشاب)

فروع کافی میں ہے:"ابو بکر اور عمر بغیر توبہ دنیا سے چلے گئے اور انہوں نے جو کچھ حضرت علی سے کیا اس کا نہوں نے کبھی ذکر تک نہ کیا۔ سوان دونوں پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت، اور تمام لوگوں کی۔" (استغفر اللہ)

(فروع کافی، کتاب الروضہ، ص115)

عین الحیوۃ میں ہے:"چاہیے کہ ہر نماز کے بعد کہے اے اللہ: ابو بکر، عمر، عثمان، معاویہ اور عائشہ، حفصہ اور ہند اور ام الحکم پر لعنت کر۔" (عین الحیوۃ، ص599)

حقیق الیقین میں ہے:"ابو بکر و عمر دونوں کافر اور جو ان سے محبت رکھے وہ بھی کافر۔" (معاذ اللہ)

(حق الیقین، ص690)

شیعوں کی عقیدہ میں سے ہے کہ امام مہدی حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو زندہ کریں گے اور انہیں پھانسی دے کر جلائیں گے، پھر وہ امّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو زندہ کریں گے اور ان پر حد قائم کریں گے۔ (دیکھیں: کتاب (الرجعۃ) لاحمد احسائی، ص116، 161)

اہل سنت و جماعت کے عقائد:

اہل سنت کے نزدیک تمام صحابہ شان و عظمت والے اور عادل ہیں کسی ایک صحابی کی شان میں گستاخی کرنا بھی ناجائز و حرام ہے۔ قرآن پاک کی کثیر آیات صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان میں وارد ہیں چنانچہ قرآن پاک میں ہے ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

(سورۃ التوبۃ، سورۃ 9، آیت 100)

ایک مقام پر ہے ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ۚ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔ تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے، اللہ کا فضل و رضا چاہتے، ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے۔

(سورۃ الفتح، سورۃ 48، آیت 29)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کثیر احادیث صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عظمت پر موجود ہیں اور آپ علیہ السلام نے سختی کے ساتھ ان کی شان میں زبان درازی سے منع کیا ہے۔ چند احادیث پیش خدمت ہیں:

☆ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: "بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لئے صحابہ منتخب فرمائے اور ان میں سے میرے لئے وزیر، انصار اور رشتہ دار بنائے، لہٰذا جس نے ان کو گالی دی اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کے نہ تو نفل قبول فرمائے گا اور نہ ہی فرض۔" (المعجم الکبیر، الحدیث: 349، ج 17، ص 140)

☆ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بے شک اللہ عزوجل نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لئے صحابہ منتخب فرمائے اور بھائی، دوست اور رشتہ دار بنائے، عنقریب اِن کے بعد ایسی قوم آئے گی جو انہیں عیب لگائے گی

اور اُن سے نفرت کرے گی، لہٰذا تم نہ ان کے ساتھ کھانا، نہ پینا، نہ ان کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم کرنا، نہ اُن کے ساتھ نماز پڑھنا اور نہ ہی ان کے پیچھے نماز پڑھنا۔"

(جمع الجوامع للسیوطی، قسم الاقوال، حرف الهمزة، الحدیث:5224ج2،ص228)

☆نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"میرے صحابہ کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنا، میرے بعد انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنالینا۔ جس نے ان سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اس نے مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو اذیت دی اور جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو اذیت دی قریب ہے کہ وہ اس کی پکڑ فرمائے۔"

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب فی من سبّ أصحاب النبی، الحدیث:3862)

☆نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"اے ابو بکر! جس نے تجھے گالی دی اُس نے کفر کیا۔"

(جہنم میں لے جانے والے اعمال، جلد2، صفحہ834، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فقہائے کرام کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعظیم و تکریم محبوبِ رب العباد عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو انتہائی محبوب و مطلوب اور انہیں معاذ اللہ عزوجل برا کہنا، لعن طعن کرنا بدرجہ غایت مذموم (یعنی انتہائی بُرا ہے)، کہنے والے گمراہ و بدمذہب اور بحکمِ حدیث ملعون ہیں اور خصوصاً حضراتِ شیخین (حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق) رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان پاک میں سب و شتم کرنا، تبرا کہنا فقہاء کرام کے نزدیک کفر ہے۔ فتاوٰی خلاصہ و فتح القدیر و عالمگیریہ وغیرہا میں ہے" الروافض ان فضل علیا علی غیرہ فھو مبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق فھو کافر"ترجمہ: اگر رافضی (کٹر شیعہ) جناب علی کو دوسرے خلفاء پر فضیلت دے تو وہ بدعتی ہے، لیکن اگر حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت کا انکار کرے تو پھر وہ کافر ہے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، جلد2، صفحہ264، نورانی کتب خانہ، پشاور)

طحطاوی علی مرقی الفلاح مطبع مصر ۱۹۸ میں ہے"ان انکر خلافۃ الصدیق کفر و الحق فی الفتح عمر بالصدیق فی ھذا الحکم والحق فی البرھان عثمان بھما ایضا ولا تجوز الصلوۃ خلف منکر المسح علی الخفین او

صحبة الصديق ومن يسب الشيخين اويقذف الصديقة ولا خلف من انكر بعض ماعلم من الدين ضرورة لكفره ولا يلتفت الى تاويله و اجتهاده'' یعنی خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ کا منکر کافر ہے اور فتح القدیر میں فرمایا کہ خلافتِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ کا منکر بھی کفر ہے، اور برہان شرح مواہب الرحمن میں فرمایا خلافت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر بھی کافر ہے اور نماز اس کے پیچھے جائز نہیں جو مسح موزہ یا صحابیتِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر ہو یا شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بُرا کہے یا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت رکھے، اور نہ اس کے پیچھے جو ضروریات دین سے کسی شے کا منکر ہو کہ وہ کافر ہے اور اُس کی تاویل کی طرف التفات نہ ہو گا نہ اس جانب کہ اس نے رائے کی غلطی سے ایسا کہا۔

(طحطاوی علی مراقی الفلاح، باب الامامۃ، صفحہ 165، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

بلکہ بہت اکابر نے تصریح فرمائی کہ رافضی تبرائی ایسے کافر ہیں جن کی توبہ بھی قبول نہیں چنانچہ تنویر الابصار متن در مختار میں ہے ''كل مسلم ارتد فتوبته مقبولة الا الكافر بسب النبى اوالشيخين او احدهما''ترجمہ: ہر مرتد کی توبہ قبول ہے مگر وہ جو کسی نبی یا حضرات الشیخین (ابو بکر صدیق و عمر فاروق) یا ان میں ایک کی شان میں گستاخی سے کافر ہو۔ (درمختار، کتاب الجہاد، باب المرتد، جلد1، صفحہ356، مطبع مجتبائی، دہلی)

در مختار میں ہے'' فى البحر عن الجوهرة معزيا للشهيد من سب الشيخين او طعن فيهما كفر ولا تقبل توبته وبه اخذ الدبوسى وا بو الليث وهوا لمختار للفتوى انتهى وجزم به الاشباه واقره المصنف''یعنی بحر الرائق میں بحوالہ جوہرہ نیرہ شرح مختصر قدوری امام صدر شہید سے منقول ہے جو شخص حضرات شیخین (ابو بکر صدیق و عمر فاروق) رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بُرا کہے یا اُن پر طعن کرے وہ کافر ہے، اس کی توبہ قبول نہیں، اور اسی پر امام دبوسی اور امام فقیہ ابو اللیث سمر قندی نے فتویٰ دیا، اور یہی قول فتویٰ کے لئے مختار ہے، اسی پر اشباہ میں جزم کیا، اور علامہ شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ غزی تمر تاشی نے اسے بر قرار رکھا۔

(درمختار شرح تنویر الابصار، باب المرتد، جلد1، صفحہ357، مطبع مجتبائی، دہلی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:'' تحقیق مقام و تفصیل مرام یہ ہے کہ رافضی تبرائی جو حضرات شیخین صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما خواہ اُن میں سے ایک کی شان پاک میں گستاخی

کرے اگرچہ صرف اس قدر کہ انھیں امام و خلیفہ برحق نہ مانے۔ کتب معتمدہ فقہ حنفی کی تصریحات اور عامہ ائمہ ترجیح و فتوٰی کی تصحیحات پر مطلقاً کافر ہے۔ در مختار مطبوعہ مطبع ہاشمی صفحہ ۶۴ میں ہے" ان انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ کفر بھا کقولہ ان اللہ تعالٰی جسم کالاجسام وانکارہ صحبۃ الصدیق" اگر ضروریاتِ دین سے کسی چیز کا منکر ہو تو کافر ہے مثلاً یہ کہنا کہ اللہ تعالٰی اجسام کے مانند جسم ہے یا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت کا منکر ہونا۔

طحطاوی حاشیہ در مطبوعہ مصر جلد اول ص ۲۴۴ میں ہے" وکذا خلافتہ "اور ایسے ہی آپ کی خلافت کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔۔۔۔

فتاوٰی بزازیہ سے ہے" ویجب اکفارھم باکفار عثمان و علی وطلحۃ و زبیر و عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم" رافضیوں، ناصبیوں اور خارجیوں کا کافر کہنا واجب ہے اس سبب سے کہ وہ امیر المومنین عثمان و مولی علی و حضرت طلحہ و حضرت زبیر و حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو کافر کہتے ہیں۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد14، صفحہ251۔۔رضافاؤنڈیشن، لاہور)

امام عبد القاہر البغدادی التمیمی الاسفرایینی (المتوفی 429ھ) لکھتے ہیں"وأما أهل الأهواء من الجارودية والهشامية والجهمية والإمامية الذين كفروا خيار الصحابة .. فإنا نكفرهم، ولا تجوز الصلاة عليهم عندنا ولا الصلاة خلفهم"ترجمہ: گمراہوں میں سے جاوردیہ، ہشامیہ، جہمیہ اور امامیہ (شیعہ) جنہوں نے صحابہ کرام کی مایہ ناز ہستیوں کی تکفیر کا ارتکاب کیا۔۔۔ ہم ان کو کافر قرار دیتے ہیں اور ہمارے نزدیک نہ ان کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہیں اور نہ ہی ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ (کتاب الفرق بین الفرق، صفحہ350، دار الآفاق الجدیدۃ، بیروت)

امام قاضی ابو یعلی لکھتے ہیں"وأما الرافضة فالحكم فيهم ..إن كفر الصحابة أو فسقهم بمعنى يستوجب به النار فهو كافر"ترجمہ: رافضیوں کے بارے میں حکم یہ ہے کہ بلاشبہ صحابہ کو کافر یا فاسق قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے اپنے اوپر ہی جہنم واجب ہو جاتی ہیں اور وہ خود کافر ہیں۔ (کتاب المعتمد، صفحہ:267)

امام عبد الکریم بن محمد بن منصور التمیمی السمعانی (المتوفی 562ھ) فرماتے ہیں "واجتمعت الأمة علی تکفیر الإمامية، لأنهم يعتقدون تضليل الصحابة وينكرون إجماعهم وينسبونهم إلى ما لا يليق بهم" ترجمہ: ساری امت امامیہ (شیعوں) کے کافر ہونے پر متفق ہے کیونکہ یہ صحابہ کو گمراہ سمجھتے ہیں، ان کے اجماع کے منکر ہیں اور ان کی طرف ایسی چیزوں کو منسوب کرتے ہیں جو ان کے شان شایان نہیں ہیں۔

(کتاب الانساب، جلد6، صفحہ365، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد)

شیخ سرہند حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک رسالہ "رد روافض" فرماتے ہیں: "اس میں شک نہیں کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما صحابہ میں سب سے افضل ہیں، پس یہ بات ظاہر ہے کہ ان کو کافر کہنا ان کی کمی بیان کرنا کفر و زندیقیت اور گمراہی کا باعث ہے۔" (ردّ روافض، صفحہ31)

بہار شریعت میں ہے: "حضراتِ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان پاک میں سب و شتم کرنا، تبرا کہنا یا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت یا امامت و خلافت سے انکار کرنا کفر ہے۔"

(بہار شریعت، حصہ9، صفحہ463، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) میرا دل چاہتا ہے کہ ابو بکر صدیق کو ان کے بیٹے عبد الرحمن کے ساتھ بلا کر باقاعدہ ابو بکر کو اپنا خلیفہ جانشین کر دوں اور ان کے ولی عہد ہونے کا عبد الرحمن کے گواہ ہونے کا اعلان کر دوں۔ (پھر سوچا کہ) ابو بکر صدیق کی خلافت کا ارادہ الٰہی ہو چکا ہے وہ میری خلافت کے لئے منتخب ہو چکے ہیں۔ نیز مسلمانوں کے دل کہیں گے کہ میرے بعد خلیفہ وہی ہوں اس لئے میں ان کی خلافت کا اعلان نہیں کرتا۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عملی طور پر حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا ولی عہد کر دیا تھا کہ اپنے سامنے آپ کو اپنے مصلے پر کھڑا کر دیا، مسلمانوں کا امام بنا دیا یہ امامت گویا آپ کی دستار خلافت تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دستار بندی خود کر دی تھی، صراحۃً اعلان نہیں کیا تا کہ ولی عہد بنانے کا یہ بھی ایک طریقہ رہے بلکہ حجۃ الوداع سے ایک سال پہلے حج میں حضور علیہ السلام نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی اپنا نائب بنا کر سورۂ توبہ کے احکام کا اعلان کرنے بھیجا کہ آیندہ سے کوئی مشرک حج نہ کرے کوئی ننگا طواف نہ کرے۔ ان امور سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت صدیق رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کا خلافت کے لئے انتخاب اللہ عزوجل کی طرف سے تھا۔ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہوا حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی عملی وضاحت فرمادی۔ لہٰذا اس خلافت کا انکار کفر ہے۔" (مراۃ المناجیح، جلد8، صفحہ305)

وہابیوں کا امام شوکانی لکھتا ہے "إن أصل دعوة الروافض كياد الدين ومخالفة الإسلام وبهذا يتبين أن كل رافض خبيث يصير كافرا بتكفيره لصحابي واحد فكيف بمن يكفر كل الصحابة واستثنى أفرادا يسيرة"

ترجمہ: رافضیوں کی دعوت (منہج) کی اصلیت ہی دین کےخلاف سازش اور اسلام کی مخالفت کرنے پر مبنی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ہر رافضی (شیعی) خبیث ایک صحابی کی تکفیر کرنے کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے تو اس کا کیا حال ہو گا جو تمام صحابہ کو کافر کہتا ہوں اور چند صحابہ کو کفر سے مستثنیٰ قرار دیتا ہو۔ (كتاب نثر الجوهر على حديث أبي ذر)

ابنِ تیمیہ نے "الصارم المسلول" میں نقل کیا ہے: "فقہائے کوفہ نے صحابہ کرام کو گالی دینے والے کو قتل کرنے اور رافضہ کو کافر قرار دینے کا قطعی فتویٰ دیا ہے۔ محمد بن یوسف فریابی سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالی دینے والے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا "وہ کافر ہے، اسکا جنازہ نہیں پڑھا جائے گا، نہ ہاتھ لگایا جائے گا بلکہ اسے کسی لکڑی کے ذریعے گڑھے میں ڈال کر بند کر دیا جائے گا۔" قاضی ابو یعلیٰ نے کہا ہے "فقہاء کے نزدیک جو شخص حلال سمجھ کر صحابہ کو گالی دے وہ کافر ہے اور جو حلال تو نہ سمجھے مگر گالی دے، وہ فاسق ہے۔" اور اپنا فیصلہ دیتے ہوئے امام ابنِ تیمیہ نے لکھا: "جو شخص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو الٰہ یا نبی سمجھے اور یہ یقین رکھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام غلطی سے وحی و رسالت نبی ﷺ کو دے گئے تھے اور صحابہ کو گالی دے، وہ کافر ہے اور اسے کافر کہنے میں توقف کرنے والا بھی کافر ہے اور جو شخص قرآنِ کریم کو ناقص قرار دے یا باطنی تاویلات کا زعم رکھے جیسا کہ قرامطہ، باطنیہ اور تناسخیہ کا خیال ہے تو وہ بھی کافر ہے، جو شخص صحابہ پر بخل، بزدلی، کم علمی اور عدمِ زہد کا الزام لگائے وہ کافر تو قرار نہیں دیا جائے گا مگر وہ سزاوارِ تعزیر ہے۔ مطلق لعن طعن کرنے والوں میں سے جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد 10، 15 صحابہؓ کے سوا باقی سب مرتد یا فاسق ہو گئے تھے، وہ بھی کافر ہے اور ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔ الغرض گالی دینے والوں میں سے کچھ صاف کافر ہیں اور بعض کے کفر میں تردّد کیا گیا ہے اور بعض پر کفر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔" (الصارم المسلول)

دیوبندی مولویوں کا فتویٰ:

دیوبندی جامعہ بنوری ٹاؤن کا فتوی ملاحظہ ہو:

صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خصوصاً خلافاءِ ثلاثہ کو کافر سمجھنے والا مسلمان یا مؤمن ہو سکتا ہے؟

جواب: واضح رہے کہ اللہ رب العزت نے صحابہ کرام کے ایمان کو معیارِ حق قرار دیتے ہوئے بعد میں آنے والوں کی کامیابی کو ان پاکیزہ نفوس کی طرح ایمان لانے سے مشروط کیا ہے، ارشاد ہے: ﴿ فَإِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ﴾ اگر وہ ایمان لائے جیسا کہ تم (اصحاب رسول) ایمان لائے ہو تو وہ ہدایت پالیں گے۔ (البقرة:137)

پس صحابہ کرام میں سے کسی کی تنقیص کرنا یا ان کو کافر قرار دینا جب کہ اللہ رب العزت نے ان کے بارے میں ﴿ رضی الله عنهم ورضوا عنه ﴾ کا فرمان صادر کیا ہے، اہلِ سنت والجماعت کے اجماعی عقیدے سے منحرف ہونا ہے، اور شیخین کے علاوہ دیگر صحابہ کو کافر قرار دینے والا شخص اہلِ ضلال میں سے اور گمراہ ہے، جب کہ حضراتِ شیخین (خلیفہ اول حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کو گالی دینا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کفر ہے۔ جیسا کہ "فتاوی شامی" میں ہے "نقل عن البزازية عن الخلاصة: أن الرافضي إذا كان يسب الشيخين ويلعنهما فهو كافر... وسب أحد من الصحابة وبغضه لا يكون كفراً لكن يضلل"

(مطلب مهم في حكم سب الشيخين ٤/٢٣٧)

سعید: فقط واللہ اعلم

(فتوی نمبر: 143908200371)

(صحابہ کو کافر کہنا http://www.banuri.edu.pk/readquestion/2018/05/06)

دارالعلوم دیوبند انڈیا کا فتویٰ ہے:

سوال: اگر کوآدمی کسی بھی صحابی کو کافر کہہ دے تو کیا وہ دائرے اسلام میں رہے گا یا نہیں رہے گا؟

جواب: صحابی رسول کو کافر کہنے والا رافضی، کافر، نصوص قطعیہ کا منکر ہے، وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

(Fatwa ID: 869-865/B=9/1436-U)

دیوبندی کی ایک ویب سائیٹ میں ہے:

س... زید کہتا ہے کہ صحابہ کرام کو کافر کہنے والا شخص ملعون ہے، اہل سنت والجماعت سے خارج نہ ہو گا۔ عمر کا کہنا ہے کہ صحابہ کرام کو کافر کہنے والا شخص کافر ہے، کس کا قول صحیح ہے؟

ج... صحابہ کرام کو کافر کہنے والا کافر اور اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔

(http://alasirchannel.blogspot.com/2012/06/blog-post_945.html)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان بالخصوص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخیاں کرنا، ان کی تکفیر کرنا اور ان کی خلافت کا انکار کرنا کفر ہے اور اس پر اہل سنت سمیت وہابی اور دیوبندی مولویوں کے کثیر فتاویٰ موجود ہیں۔ اب شیعہ ہو یا اور کوئی جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تکفیر کرے وہ عند الفقہاء خود کافر ہے اور طارق جمیل جیسا کوئی مولوی صحابہ کی تکفیر کرنے کو کفر نہ جانے بلکہ اپنے کلام سے شیعہ کے عقائد کی تائید کرے وہ خود کفر کا مرتکب ہے۔

میری اس تحریر کو اگر کوئی دیوبندی پڑھے تو اس کو چاہیے کہ طارق جمیل سے پوچھے کہ تمہارے کون سے اکابر مولوی ہیں جنہوں نے صحابہ کرام کو کافر کہنے والوں کی تکفیر نہیں کی۔ اگر وہ نہ اپنے مولویوں کا حوالہ پیش کرے اور نہ اپنے باطل مؤقف سے رجوع و توبہ کرے تو جان جاؤ کہ طارق جمیل اس موجودہ دور کا بہت بڑا جاہل، جھوٹا، مکار اور منافق شخص ہے۔

نوٹ: یہ آرٹیکل جب لکھ کر راقم نے شیئر کیا تو ایک میرے عالم دوست نے مجھے فرمایا کہ طارق جمیل نے صحابہ کرام کے بارے میں جو یہ بیان دیا تھا وہ شیعوں کے پاس جا کر نہیں دیا تھا بلکہ اس کلپ میں اس بیان کو سیٹ کیا گیا ہے۔ اس کا مزید یہ کہنا تھا کہ طارق جمیل نے بعد میں اپنے اس بیان سے توبہ کر لی تھی۔ لیکن راقم نے ابھی تک اس کی اس توبہ والی ویڈیو کو نہیں دیکھا ہے۔ واللہ اعلم۔

حضور علیہ السلام کی شہزادیوں کے حوالے سے شیعوں کے اعتراض کا جواب

پیشکش: صدائے قلب

26 فروری 2019ء

شیعوں کا مؤقف ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف ایک ہی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔

اہل سنت کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کل چار بیٹیاں تھیں:حضرت زینب، حضرت رقیہ،حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔شیعہ لوگ بقیہ تین بیٹیوں کا انکار کرکے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جوشان ارفع و اعلیٰ کرنا چاہتے ہیں ،یہ بات سمجھ سے بالا تر ہے کہ بلاوجہ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بقیہ شہزادیوں کا انکار کرنے میں حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کیا فضیلت ملے گی؟سیدہ کی تو ویسے ہی احادیث میں شان و عظمت موجود ہے۔بلکہ یہ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دل آزاری کا سبب ہے کہ ان کی حقیقی بہنوں کا انکار کردیا جائے۔

دراصل شیعہ فرقے کا سارا دارومدار اہل بیت پر ہے اور وہ اہل بیت میں سے بارہ اماموں کو معاذ اللہ بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کے برابر درجہ دیتے ہیں اور اہل بیت کے علاوہ کسی صحابی یا صحابیہ کی شان ان لوگوں کو ہضم نہیں ہوتی۔یہی وجہ ہے کہ آئے دن شیعہ ذاکر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے خلاف زبان درازی کرتے رہتے ہیں۔

پچھلے دنوں ایک شیعہ ذاکر کا ویڈیوکلپ دیکھا گیا جس میں اس نے تاریخ سے یہ ثابت کرنے کی انتہائی مذموم کوشش کی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ حضور علیہ السلام کی کوئی بیٹی نہیں تھی۔ اس کے کلپ کا خلاصہ یہ تھا کہ حضور علیہ السلام کی شادی اور اعلان نبوت کے درمیان اتنا وقت ہی نہیں بنتا کہ چار بیٹیاں پیدا ہوں اور ان کا نکاح بھی ہوجائے اور طلاق بھی۔

اس تحریر میں اس شعیہ ذاکر کے دلائل کا تفصیلی طور پرجواب دیا جاتا ہے تاکہ ایک سنی عاشق صحابہ و اہل بیت کا حق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ حضور علیہ السلام کی ان شہزادیوں کا دفاع کرکے دنیا و آخرت سنوارنے کا موقع مل جائے۔

سب سے پہلے شیعوں کی ان کتب کاحوالہ پیش کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے بقیہ تین شہزادیوں کا انکار کیا ہے اور اس پر عجیب و غریب دلائل دیے ہیں :

شیعوں کا مؤقف

ابوالقاسم علی بن احمد بن موسیٰ کوفی شیعہ (352ھ) نے لکھا ہے"وصح لنا فيهما ما رواه مشايخنا من أهل العلم عن الأئمة من أهل البيت عليهم السلام، وذلك أن الرواية صحت عندنا عنهم أنه كانت لخديجة بنت خويلد من أمها أخت، يقال لها هالة، قد تزوجها رجل من بنى مخزوم، فولدت بنتا اسمها هالة، ثم خلف عليها بعد أبي هالة رجل من تميم، يقال له أبو هند، فأولدها ابنا، كان يسمى هند ابن أبي هند، وابنتين، فكانتا هاتان الابنتان منسوبتين إلى رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم)، زينب ورقية"ترجمہ:ان دونوں (رقیہ اور زینب) کے بارے میں ہم اپنے اہل علم اور ائمہ اہل بیت کی اس روایت کو درست مانتے ہیں کہ حضرت خدیجہ بنت خویلد ماں کی طرف سے ایک بہن تھی جسے ہالہ کہا جاتا تھا۔ اس کی شادی بنو مخزوم کے ایک شخص سے ہوئی۔ اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، اس کا نام بھی ہالہ ہی رکھا گیا۔ ابوہالہ کے بعد خدیجہ کی بہن سے بنو تمیم کے ایک شخص ابوہند نے شادی کر لی۔ اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام ہند بن ابوہند اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ یہی دو لڑکیاں زینب اور رقیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوئیں۔ (الاستغاثۃ فی بدع الثلاثۃ:1/68)

ابن شہر آشوب (588ھ)نے لکھا ہے"يؤكد ذلك ما ذكر في كتابي الأنوار والبدع أن رقية وزينب كانتا ابنتي هالة أخت خديجة"ترجمہ:اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے جو الانوار اور البدرع نامی کتابوں میں مذکور ہے کہ رقیہ اور زینب، خدیجہ کی بہن ہالہ کی بیٹیاں ہیں۔ (مناقب آل أبي طالب:1/159)

ملا احمد بن محمد المعروف بہ مقدس اردبیلی (993ھ) نے لکھا ہے"قيل : هما رقية وزينب كانتا ابنتي هالة أخت خديجة، ولما مات أبوهما ربيتا في حجر رسول الله صلى الله عليه وسلم، كما كانت عادة العرب في نسبة المربي إلى المربي، وهما اللتان تزوجهما عثمان بعد موت زوجيهما"ترجمہ:کہا جاتا ہے کہ رقیہ اور زینب

دونوں خدیجہ کی بہن ہالہ کی بیٹیاں تھیں۔ جب ان کا والد فوت ہو گیا تو ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پرورش پائی۔(یوں ان کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو گئی)جیسا کہ عربوں کی عادت تھی کہ پرورش کرنے والے کی طرف نسبت کر دیتے تھے۔ ان دونوں کے خاوند فوت ہونے کے بعد ان سے عثمان نے شادی کر لی تھی۔ (حاشیہ زبدۃ البیان فی أحکام القرآن،ص:575)

اہل سنت کا مؤقف

اہل سنت کے مؤرخین اور محدثین کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار صاحبزادیاں حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن ہیں۔ان شہزادیوں میں کو ن بڑی ہے اور کون چھوٹی ہے اس حوالے سے کچھ اختلاف ہے۔یہ ساری اعلان نبوت سے قبل پیدا ہوچکی تھیں۔"مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر"میں محمد بن مکرم بن علی الإفریقی (المتوفی 711ھ)رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"عن ابن عباس قال: كان أكبر ولد رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ القاسم ثم زينب ثم عبد الله ثم أم كلثوم ثم فاطمة ثم رقية. فمات القاسم وهو أول ميت من ولده بمكة، ثم مات عبد الله. فقال العاص بن وائل السهمي: قد انقطع نسله فهو أبتر، فأنزل الله عزوجل ﴿إن شانئك هو الأبتر﴾ ثم ولدت له مارية بالمدينة إبراهيم في ذي الحجة سنة ثمان من الهجرة فمات ابن ثمانية عشر شهراً "ترجمہ:حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد مبارک میں بڑے حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے،پھر حضرت زینب،پھر حضرت عبد اللہ،پھر حضرت ام کلثوم،پھر حضرت فاطمہ،پھرحضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن تھیں۔حضرت ابوالقاسم فوت ہوگئے اور یہ پہلے مکہ میں فوت ہونے والے تھے،پھر حضرت عبد اللہ کا وصال ہوا تو عاص بن وائل سہمی نے کہا: آپ علیہ السلام کی نسل ختم ہوگئی اور آپ معاذ اللہ خیر سے محروم ہیں۔ تب اللہ عزوجل نے قرآن میں فرمایا:بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم

ہے۔پھر حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں مدینہ میں ذو الحجہ آٹھ ہجری کو حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے جو اٹھارہ ماہ بعد وصال فرماگئے۔

(مختصر تاريخ دمشق لابن عساكر، ذكر بنيه وبناته وأزواجه وسُرِياته، جلد2، صفحه263، دار الفكر، بيروت)

"تاریخ الخمیس في أحوال أنفس النفیس"میں حسین بن محمد بن الحسن الدیار بکری (المتوفی966ھ)لکھتے ہیں"قيل رقية اكبر من امّ كلثوم وهو الاشبه لان عثمان تزوّجها أوّلا في اوّل اسلامه ثم امّ كلثوم بعدها بعد وقعة بدر والظاهر ان الكبيرة تزوّج اوّلا وان جاز خلافه والاكثر على أن فاطمة اصغرهنّ سنا ولا خلاف ان زينب اكبرهنّ سنا "ترجمہ:کہا گیا کہ حضرت رقیہ ام کلثوم سے بڑی تھیں اور یہ زیادہ واضح ہے ، اس لیے کہ حضرت عثمان غنی نے پہلے ان سے نکاح کیا ،پھر حضرت ام کلثوم سے واقعہ بدر کے بعد۔ظاہر ہے کہ بڑی سے پہلے نکاح کیا جاتا ہے اگرچہ اس کے خلاف بھی جائز ہے۔ اکثر اس پر ہیں کہ حضرت فاطمہ سب شہزادیوں سے چھوٹی تھیں۔حضرت زینب کے سب سے بڑے ہونے میں اختلاف نہیں۔

(تاريخ الخميس في أحوال أنفس النفيس، جلد1، صفحه273، دار صادر، بيروت)

"ذخائر العقبی في مناقب ذوی القربیٰ"میں محب الدین احمد بن عبد اللہ الطبری (المتوفی694ھ)لکھتے ہیں"رواه ابن إسحق أن أولاد النبى صلى الله عليه وسلم ولدوا قبل النبوة إلا ابراهيم"ترجمہ:ابن اسحاق نے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد اعلان نبوت سے قبل پیدا ہوچکی تھی سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔

(ذخائر العقبى في مناقب ذوى القربى، صفحه26، دار الكتب المصرية، التيمورية)

باقی ان چاروں کا حضور علیہ السلام کی شہزادیاں ہونے میں اہل سنت کا اختلاف نہیں چنانچہ حافظ ابن عبدالبر(463 ھ) فرماتے ہیں"وولده صلى الله عليه وسلم من خديجة أربع بنات، لا خلاف فى ذلك"ترجمہ:آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چار بیٹیاں تھیں۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

(الاستيعاب فى معرفة الأصحاب، محمد رسول الله، جلد1، صفحه50، دار الجيل، بيروت)

حافظ عبدالغنی مقدسی(600 ھ)"الدرة المضية على السيرة النبوية"میں حافظ صفدی(696-764 ھ)،"الوافی بالوفيات"میں حافظ مزی(742ھ)،"تھذيب الكمال فی أسماء الرجال"میں اورامام نووی(676ھ)تہذیب الاسماءمیں لکھتے ہیں"فالبنات اربع بلا خلاف"ترجمہ:آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالاتفاق چار بیٹیاں ہیں۔ (تهذيب الأسماء، أبناءه وبناته صلى الله عليه وسلم، جلد1، صفحه26، دار الكتب العلمية، بيروت)

شیعوں کی کتب سے ثبوت

خود شیعوں کے بعض علماء بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار حقیقی بیٹیوں کو تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ بعض نے امام جعفر رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے"ولد لرسول الله صلى الله عليه وسلم من خديجة : القاسم، والطاهر، وام كلثوم، ورقية، وفاطمة، وزينب"ترجمہ:سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد یہ تھی : قاسم، طاہر، ام کلثوم، رقیہ، فاطمہ اور زینب رضی اللہ عنھن۔
(قرب الإسناد للحميري:3/9،بحار الأنوار للمجلسي:22/151)

ایک نے امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے"ولد لرسول الله صلى الله عليه وسلم من خديجة : القاسم، والطاهر، وهو عبدالله، وام كلثوم، ورقية، وزينب، وفاطمة"ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے اولاد یہ تھی۔ قاسم، طاہر وہی عبداللہ ہیں، ام کلثوم، رقیہ، زینب اور فاطمہ رضی اللہ عنھن۔ (الخصال لابن بابويه القمي، ص:404)

محمد باقر مجلسی (1111ھ) نے رمضان المبارک میں پڑھی جانے والی تسبیح یوں ذکر کی ہے"اللهم صل على أم كلثوم ابنة نبيك، والعن من أذى نبيك فيها، اللهم صل على رقية ابنة نبيك، والعن من أذى نبيك فيها"ترجمہ:اے اللہ ! تو اپنے نبی کی بیٹی ام کلثوم پر رحمتیں نازل فرما اور اس شخص پر لعنت فرما جس نے تیرے نبی کو ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے حوالے سے تکلیف دی۔ اے اللہ ! تو اپنے نبی کی بیٹی رقیہ پر رحمتیں نازل فرما اور اس شخص پر لعنت فرما جس نے تیرے نبی کو رقیہ کے حوالے سے تکلیف پہنچائی۔ (بحار الأنوار:95/110)

ابن ابی الحدید (656ھ) نے لکھا ہے"ثم ولدت خديجة من رسول الله صلى الله عليه وسلم : القاسم، والطاهر، وزينب، ورقية، وأم كلثوم، وفاطمة"ترجمہ:سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بیٹے، قاسم و طاہر رضی اللہ عنہما اور چار بیٹیاں، زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن تھیں۔ (شرح نہج البلاغۃ:5/132)

شیعوں کا یہ کہنا کہ سیدہ زینب،رقیہ،ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو عرفاً بیٹیاں کہا جاتا تھا،یہ دعویٰ بالکل غلط اور قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے﴿أُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّـهِ﴾ترجمہ کنزالایمان:انہیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے۔
(سورۃالاحزاب،سورۃ33،آیت5)

معلوم ہوا کہ اس آیت کے بعد کسی انسان کو اس کے باپ کے علاوہ کسی غیر کی طرف منسوب کرنا ناانصافی ہے۔ احادیث میں واضح طور پر سیدہ زینب، سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں کہا گیا ہے۔ سارے مسلمان بھی ہر دور میں ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں قرار دیتے رہے ہیں۔ اگر یہ آپ کی حقیقی بیٹیاں نہیں تھیں تو ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا ناانصافی تھی اور یہ ناممکن ہے کہ احادیث اور اجماع امت مسلمہ ناانصافی پر مبنی ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ تینوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں تھیں۔ ان کے (معاذ اللہ) کسی کافر کی اولاد ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ پھر اصول فقہ کا یہ مسلمہ قاعدہ بھی اس بات کی تائید کرتا ہے کہ جب تک حقیقت متعذر نہ ہو اور مجاز پر کوئی دلیل نہ ہو، مجازی معنٰی کی طرف انتقال جائز نہیں ہوتا۔ ان تینوں صاحبزادیوں کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی اولاد ہونے میں کوئی مانع نہیں، نہ ان کے غیر کی اولاد ہونے پر کوئی دلیل ہے۔

دوسری قرآن سے دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّـهُ غَفُورًا

رَحِيمًا﴾ترجمہ کنزالایمان:اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحبزادیو ں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں، یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورةالأحزاب،سورة33،آیت59)

یہ آیت کریمہ واضح دلیل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زائد بیٹیاں تھیں، کیونکہ اس میں"بنات"کا لفظ مستعمل ہے جو کہ"بنت"کی جمع ہے۔ عربی میں جمع کے کم سے کم تین افراد ہوتے ہیں۔ ایک فرد کے جمع ہونے کا دنیا میں کوئی بھی قائل نہیں۔ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹی صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں تو"بنات"کہنے کا کیا معنی؟؟؟

اب عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ تینوں شہزادیوں کا حضور علیہ السلام کے ہاں پیدا ہونا اور نکاح کے معاملات کو پیش کیا جاتا ہے:

سیدہ زینب رضی اللہ تعالی عنہا

سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا کے بطن سے سیدہ زینب رضی اللہ تعالی عنہا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ بعثت نبوی سے دس سال پہلے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔ اعلان نبوت کے وقت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول فرمایا تو سیدہ زینب کی عمر دس سال تھی،اپنی والدہ کے ہمراہ مشرف بہ اسلام ہوئیں۔المواہب اللدنیہ میں ہے" أما زينب فهی أكبر بناته بلا خلاف إلا ما لا يصح، وإنما الخلاف فيها وفی القاسم أيهما ولد أولا. وعند ابن إسحاق أنها ولدت فی سنة ثلاثين من مولد النبی صلى الله عليه وسلم، وأدركت الإسلام، وهاجرت، وماتت سنة ثمان من الهجرة"،ترجمہ:حضرت زینب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بلاخلاف بڑی بیٹی تھیں سوائے اس کے جو صحیح نہیں۔ اختلاف اس میں ہے کہ حضرت قاسم بڑے ہیں یا نہیں۔ابن اسحاق کے نزدیک حضرت زینب اس وقت پیدا ہوئیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک تیس(۳۰) سال تھی ۔ انہوں نے اسلام کو پایا اور ہجرت کی۔ہجرت کے آٹھویں سال دنیا سے پردہ کرگئیں۔

(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، جلد1، صفحه479، المكتبة التوفيقية، القاهرة)

سیرت و تاریخ کی کتب میں مذکور ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت ابوالعاص بن ربیع سے ہوا جو مکہ کے صاحب ثروت، شریف اور امانت دار شخص تھے۔ حضرت ابوالعاص سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے سگے بھانجے تھے۔ اعلانِ نبوت کے بعد مشرکین مکہ نے حضرت ابوالعاص کو اکسایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دو اور قبیلہ قریش کی جس عورت سے نکاح کرنا چاہو ہم پیش کر سکتے ہیں۔ حضرت ابوالعاص نے سیدہ زینب کو طلاق دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابوالعاص نے ہجرت کے چھٹے سال اسلام قبول کیا۔ شرف المصطفی میں عبد الملک بن محمد بن ابراہیم النیسابوری (المتوفی407ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "وأما زينب فتزوجها أبو العاص بن الربيع واسمه القاسم بن الربيع بن عبد العزى بن عبد شمس، وأمه هالة بنت خويلد، فهو ابن خالتها، تزوجها وهو مشرك فقالت له قريش: طلقها فنزوجك بنت سعيد بن العاص، فأبى أبو العاص، وأتت زينب رسول الله صلى الله عليه وسلم الطائف، ثم أتت رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدينة، فقدم أبو العاص المدينة بعد أربع سنين"

(شرف المصطفى، باب ذكر أولاد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصهاره، جلد2، صفحه52، دار البشائر الإسلامية، مكة)

حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ہیں جو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تین سال چھوٹی ہیں۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ ان کی پیدائش کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک تقریبا تینتیس برس تھی۔ اعلان نبوت کے بعد سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی والدہ اور بڑی بہن کے ہمراہ اسلام قبول کیا۔

کثیر مستند کتب سے ثابت ہے کہ بعثت سے قبل سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا مگر رخصتی ہونا باقی تھی۔ اعلانِ نبوت کے بعد پیغمبر اسلام کے راستہ میں رکاوٹ

ڈالنے اور پیغام حق کے مقابلہ میں کفر اور شرک کی اشاعت کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ابولہب اور اس کی بیوی کی مذمت فرمائی تو ابولہب نے اپنے بیٹے کو رقیہ بنتِ محمد سے علیحدگی اختیار کرنے پر زور دیا' اس پر عتبہ بن ابولہب نے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ اس کے بعد مکہ مکرمہ میں ہی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ میں اپنی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کردوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور ساتھ ہی رخصتی بھی کر دی۔

"الوافي بالوفيات"میں صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی (المتوفی764ھ)رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں"ولدت رقية وَعمر رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم ثَلَاث وَثَلَاثُونَ سنة "ترجمہ:حضرت رقیہ پیدا ہوئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت تینتیس برس تھی۔

(الوافي بالوفيات،ابنة النبي صلى الله عليه وسلم،جلد14،صفحه95،دار إحياء التراث،بيروت)

" الطبقات الکبری"میں ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی ابن سعد(المتوفی230ھ)اور"أسد الغابة في معرفة الصحابة" میں ابو الحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبد الکریم ابن الاثیر (المتوفی630ھ)لکھتے ہیں"وكان رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قد زوج ابنته رقية من عتبة بن أبي لهب، وزوج أختها أم كلثوم عتيبة بن أبي لهب، فلما نزلت سورة "تبت"، قال لهما أبوهما أبو لهب، وأمهما أم جميل بنت حرب بن أمية حمالة الحطب: فارقا ابنتي محمد.ففارقاهما قبل أن يدخلا بهما "ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹی رقیہ کا نکاح عتبہ بن ابی لہب سے کیا تھا اور رقیہ کی بہن ام کلثوم کا نکاح عتیبہ بن ابی لہب سے کیا تھا،جب سورۃ لہب نازل ہوئی تو ابو لہب نے اپنے ان دونوں بیٹوں اور ان کی

ماں ام جمیل بنت حرب بن امیہ لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھانے والی نے ان سے کہا کہ محمد کی دونوں بیٹیوں کو طلاق دے دو،تو ان دونوں نے رخصتی سے قبل طلاق دے دی۔

(اسد الغابة في معرفة الصحابة، رقية بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم، جلد7، صفحه114، دار الكتب العلمية، بيروت)

حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیسری بیٹی ہیں۔ یہ سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چھوٹی ہیں اور ایک قول کے مطابق یہ حضرت رقیہ سے بڑی ہیں۔ ان کی ولادت بھی سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئی۔اعلان نبوت سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح اپنے چچا ابولہب کے بیٹے عتیبہ کے ساتھ کر دیا تھا رخصتی ہونا باقی تھی کہ ابو لہب کے کہنے پر عتیبہ نے آپ کو طلاق دے دی۔سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمانِ غنی سے کر دیا۔

"ذخائر العقبی في مناقب ذوی القربیٰ"میں محب الدین احمد بن عبد اللہ الطبری (المتوفی694ھ)لکھتے ہیں"﴿فی ذکر أم کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم﴾وهی ممن عرف بکنیته ولم یعرف اسمه.وقد تقدم ذکر الخلاف فی أیهما أکبر هی أم رقیة.وهی أکبر سنا من فاطمة"ترجمہ: ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر: یہ اپنی کنیت سے مشہور ہیں ان کا نام معروف نہیں۔پیچھے ہم نے خلاف کو ذکر کیا کہ یہ حضرت رقیہ سے بڑی ہیں یا نہیں البتہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑی تھیں۔

(ذخائر العقبی في مناقب ذوی القربی، صفحه26، دار الكتب المصرية، التيمورية)

"تاریخ دمشق"میں ابو القاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ ابن عساکر(المتوفی571ھ) اورالاستیعاب في معرفة الأصحاب میں ابو عمر یوسف بن عبد اللہ القرطبی (المتوفی463ھ)لکھتے ہیں"ولدت زينب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم و رسول الله صلى الله عليه وسلم ابْن ثلاثين سنة، وولدت رقية بنت

رَسُول الله صلى الله عليه وسلم، ورسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ابن ثلاث وثلاثين سنة.وَقَالَ مصعب وغيره من أهل النسب: كانت رقية تحت عتبة بْن أبي لهب، وكانت أختها أم كلثوم تحت عتيبة بْن أبي لهب، فلما نزلت: تبّت يدا أبي لهب قال لهما أبوهما أبولهب وأمهما حمالة الحطب: فارقا ابنتي محمد.وقال أبولهب: رأسي من رأسيكما حرام إن لم تفارقا ابنتي محمد. ففارقاهما ''ترجمہ:حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت پیدا ہوئیں جب آپ علیہ السلام کی عمر تیس سال تھی اور حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت پیدا ہوئیں جب آپ علیہ السلام کی عمر مبارک تینتیس سال تھی۔ مصعب اور دیگر اہل نسب نے فرمایا کہ حضرت رقیہ عتبہ بن ابی لہب کے نکاح میں تھیں اور ان کی بہن ام کلثوم عتیبہ بن ابی لہب کے نکاح میں تھیں۔جب قرآ ن پاک میں آیا:تباہ ہوجائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ۔ابولہب نے اپنے ان دونوں بیٹوں اور ان کی ماں لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھانے والی نے کہا کے محمد کی ان دونوں بچیوں کو طلاق دے دو۔ ابولہب نے کہا: میرا سر تم دونوں کے سروں پر حرام ہے اگر تم نے ان کو طلاق نہ دی۔تب دونوں نے طلاق دے دی۔

(الاستيعاب في معرفة الأصحاب، رقية بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم، جلد4، صفحه1839، دار الجيل، بيروت)

''السیرۃ النبویۃ''میں اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی (المتوفی774ھ)لکھتے ہیں''وزعم الواقدي أن في ربيع من هذه السنة تزوج عثمان بن عفان أم كلثوم بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم''ترجمہ: واقدی کا گمان ہے کہ اسی سال(یعنی تیسری ہجری میں)حضرت عثمان بن عفان نے ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کیا۔

(السيرة النبوية، سنة ثلاث من الهجرة في أولها كانت غزوة نجد ويقال لها غزوة ذي أمر، جلد3، صفحه9، دار المعرفة، بيروت)

حاصلِ کلام

تمام تر دلائل پیش کرنے کے بعد جو خلاصہ نکلا وہ یہ ہے:

(1)حضور علیہ السلام کی چار شہزادیاں تھیں،اہل سنت کا اس بارے میں کوئی اختلا ف نہیں۔

(2)چاروں کی پیدائش اور نکاح عقلی و نقلی طور پر درست ہے۔حضرت زینب جو سب سے بڑی ہیں وہ اعلان نبوت سے دس سال پہلے پیدا ہوئیں ۔حضرت رقیہ اعلان نبوت سے سات سال پہلے پیدا ہوئیں ،حضرت ام کلثوم ان کے بعد پید ا ہوئیں ،پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔یہ سب شہزادیاں اعلان نبوت سے قبل پیدا ہوچکی تھیں ۔لہٰذاحضرت رقیہ اور ام کلثوم کے نکاح پراعتراض کرنا باطل ٹھہرا کیونکہ اعلان نبوت سے قبل نکاح ہوچکا تھا لیکن رخصتی نہیں ہوئی تھی اور نبوت کے تیسرے سال سورۃ لہب نازل ہونے کے بعددونوں کو طلاقیں ہوگئیں۔سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے:"تین برس کی اس خفیہ دعوت اسلام میں مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہوگئی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سورۂ "شعراء" کی آیت﴿وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ ﴾نازل فرمائی اور خداوند تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اے محبوب! آپ اپنے قریبی خاندان والوں کو خدا سے ڈرائیے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن کوہ صفا کی چوٹی پر چڑھ کر "یامعشر قریش" کہہ کر قبیلہ قریش کو پکارا۔جب سب قریش جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر میں تم لوگوں سے یہ کہہ دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر چھپا ہوا ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم لوگ میری بات کا یقین کر لو گے؟ تو سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہاں! ہاں! ہم یقینا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات کا یقین کر لیں گے کیونکہ ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہمیشہ سچا اور امین ہی پایا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا تو پھر میں یہ کہتا ہوں کہ میں تم لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرا رہا ہوں اور اگر تم لوگ ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب الٰہی اتر پڑے گا۔ یہ سن کر تمام قریش جن میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چچا ابو لہب بھی تھا، سخت ناراض ہو کر سب کے سب چلے گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اول فول بکنے لگے۔"

(سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صفحہ112،مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بخاری شریف میں ہے" فقال أبو لهب: تبا لك سائر اليوم، ألهذا جمعتنا؟ فنزلت: {تبت يدا أبي لهب وتب ما أغنى عنه ماله وما كسب} "ترجمہ:ابولہب نے کہا:تم تباہ ہوجاؤ تمام دن، کیا تم نے ہمیں اس لئے جمع کیا تھا اس پر یہ سورت نازل ہوئی:تباہ ہوجائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا۔

(صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن ، باب {وأنذر عشيرتک الأقربين واخفض جناحک} [الشعراء: 215] ألن جانبک ،جلد6،صفحہ111،حدیث4770،دار طوق النجاة،مصر)

اب اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کے پیدائش و نکاح اگرچہ ممکن ہے لیکن نابالغی کے حالت میں ان دونوں کا نکاح کیسے ممکن ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح نابالغہ کا بھی ہوجاتا ہے چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے"عن الحسن، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «إذا أنكح الرجل ابنه وهو كاره فليس بنكاح، وإذا زوجه وهو صغير جاز نكاحه» "ترجمہ:حضرت حسن سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:اگر کوئی شخص اپنے بچے کا نکاح کرے اور وہ اس کو ناپسند کرے تو وہ نکاح صحیح نہیں اور اگر باپ چھوٹے نابالغ کا نکاح کردے تو وہ نکاح جائز ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبة، کتاب النکاح، في رجل يزوج ابنه وهو صغير، من أجازه، جلد3، صفحہ462، مکتبة الرشد، الرياض)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:"نکاح کسی عمر میں ناجائز نہیں، اگر اسی وقت کے پیدا ہوئے بچے کا نکاح اس کا ولی کردے گا نکاح ہوجائے گا، ہاں پیٹ کے بچے کا نکاح نہیں ہوسکتا۔اذلاولایۃ علی الجنین لاحد کمافی غمزالعیون کیونکہ پیٹ میں بچے پر کسی کو ولایت نہیں، جیساکہ غمز العیون میں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد11، صفحہ261، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

بلکہ شیعوں کے نزدیک بھی نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح جائز ہے چنانچہ ایک انٹرنیٹ کی ویب سائیٹ پر لکھا ہے:باپ اور دادا اپنے نابالغ لڑکے یا لڑکی (پوتے یا پوتی) یا دیوانے فرزند کا جو دیوانگی کی حالت میں بالغ ہوا ہو ،نکاح کرسکتے ہیں۔" (/https://www.sistani.org/urdu/book/61/3649)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیشکش: صدائے قلب

29 مارچ 2019ء

بعض لوگ ایسے دیکھے گئے ہیں کہ اپنی حرکتوں کے سبب ہمیشہ ذلیل ہی ہوتے رہتے ہیں پر اپنی کرتُوتُوں سے سبق نہیں سیکھتے۔ انہی لوگوں میں سے ایک سیاسی لیڈر جوگِرگٹ کی طرح ہے کہ جس طرحِ گرگٹ رنگ بدلتی ہے یہ پارٹیاں بدلتا ہے۔ میری مراد فواد چوہدری ہے جو کبھی مسلم لیگ قاف میں ہوتا ہے، تو کبھی پیپلز پارٹی اور آج کل تحریک انصاف میں ہے۔ جب پیپلز پارٹی میں تھا تو آصف زرداری کا دفاع کرتا تھا اور اب اسی زرداری کو چور کہتا ہے۔ اس شخص کو الیکشن کے کاغذات جمع کرواتے وقت جج کے سامنے دعائے قنوت نہ پڑھنا آئی، لیکن گمانِ فاسد یہ ہے کہ اسے مفتی منیب الرحمن صاحب اور علامہ خادم حسین رضوی صاحب سے زیادہ علم ہے۔

دودن کی وزارت ملنے پر اپنی اوقات بھول گیا اور دین و علماء کے خلاف زبان درازی کرنا شروع ہو گیا۔ پہلے جس وزارتِ اطلاعات کی خاطر قادیانیت کو سپورٹ کیا، علمائے کرام کے خلاف زہر اگلا، وہ وزارت چندہ ماہ ہی رہی اور بعد میں ذلیل و خوار ہو کر وزیر سائنس و ٹیکنالوجی لگ گیا۔ آتا جاتا کچھ ہے نہیں بس علماء کے خلاف سازشیں کرتا ہے اور میڈیا پر آنے کا شوق ہے۔ وزیر سائنس ہوتے ہی دین کے اہم مسئلہ رؤیت حلال میں ٹانگ اڑانا شروع کر دی اور چاند دیکھنے کو شرعی نہیں بلکہ سائنسی مسئلہ قرار دے دیا اور قمری کیلنڈر بنانے کا اعلان کر دیا، جبکہ خوش اسلوبی کے ساتھ رؤیت حلال کمیٹی کا نظام چل رہا تھا۔ جو فتنہ باز مولوی ہر سال پشاور میں خود ساختہ چاند دیکھ کر رمضان و عید کرتا ہے اسے کنٹرول کرنے کے بجائے اختلاف کا حل قمری کیلنڈر نکالا۔ بے وقوف کو اتنا بھی پتا نہیں کہ پوپلزئی نے اس قمری کیلنڈر کو بھی نہیں ماننا اور اختلاف اسی طرح برقرار رہنا ہے۔

فواد چوہدری کو کچھ کرنا ہی تھا تو یہ کرتا کہ جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے نمازوں کے اوقات مرتب کرواتا تاکہ عوام کو نمازوں کے ساتھ ساتھ سحر و افطار کا مستند وقت معلوم ہوتا اور لوگوں کے روزے محفوظ رہتے، یہ نہ ہوتا کہ کوئی چینل کس وقت پر روزہ افطار کروا رہا ہے کوئی کس وقت پر۔

فواد چوہدری نے اس دوران یہ بھی کہا کہ علماء کرام کا تحریک آزادی میں کوئی کردار نہیں ہے۔ یہ فواد چوہدری کی تاریخ سے جہالت ہے۔ تاریخ کا مطالعہ کریں تو تحریک آزادی ہی کیا علماء اہل سنت کا ہر اہم مسئلہ پر بہترین

کردار رہا ہے، چاہے وہ عقیدے کا مسئلہ ہو یا ملک و قوم کی سلامتی کا مسئلہ ہو۔ لیکن چونکہ موضوع تحریک آزادی میں علمائے کرام کے کردار پر ہے اس لیے اس پر مختصر کلام پیشِ خدمت ہے:

1857ء کی جنگ آزادی میں شکست کے بعد انگریزوں نے ہندوستانیوں کو بے دریغ قتل کیا۔ بے شمار گاؤں دیہات جلا دیے اور کثیر دیہاتیوں کو پھانسی دے دی۔ اُس زمانے میں ہندوستان میں بینک نہیں ہوتے تھے اور امیر لوگ اپنی دولت زمین میں دفن کر دیا کرتے تھے۔ انگریزوں نے امرا کی حویلیاں بارود سے اڑادیں اور زمین کھدوا کر سارا سونا چاندی لوٹ لیا۔ انگلینڈ میں نئی فوجی بھرتی کے لیے ہمیشہ کی طرح اس جنگ کو بھی مذہب کا روپ دیا گیا۔ عیسائی پادری نے اپنے وعظ میں کہا کہ ہم نے تو کافروں کو مسیحیت اور شائستگی جیسی نعمت کی پیشکش کی تھی لیکن انہوں نے نہ صرف اسے ٹھکرا دیا بلکہ تشدد پر اتر آئے۔ اب تلوار نیام سے نکال لینی چاہیے اور ان سے ہزار گنا بڑا بدلہ لینا چاہیے۔ لندن کے اخبار "دا ٹائم" میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہاں ہر درخت کی شاخ پر باغی کی لاش ہونی چاہیے، اور پھر واقعی یہی کیا گیا۔ دہلی میں کوئی درخت ایسا نہ تھا جس سے کوئی لاش نہ لٹک رہی ہو۔ ایک سال تک ان لاشوں کو ہٹانے کی اجازت نہ تھی۔ کانپور میں ایک برگد کے درخت سے 150 لاشیں لٹک رہی تھیں۔

(https://ur.wikipedia.org/wiki/برطانوی_ایسٹ_انڈیا_کمپنی)

آزادی کی اس جنگ میں انگریزوں نے مسلمانوں پر بڑے ظلم ڈھائے، خاص طور سے دہلی کے مکینوں پر، جہاں کے ہر گلی کوچے میں خوف و ہراس کا ماحول تھا۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ صرف کوچہ چیلاں میں ایک دن کے اندر 1,400 لوگوں کو ہلاک کیا گیا۔ ایک انگریز اپنی کتاب میں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "بوڑھوں کو قتل ہوتے دیکھ کر بڑا افسوس ہوتا تھا۔"

بڑے پیمانے پر مسلمانوں نے نقل مکانی کی۔ انگریزوں نے آبادیوں کی آبادیاں جلا ڈالے اور جگہ جگہ درختوں پر مسلمانوں کو پھانسی دینا شروع کی۔ آزادی کی جنگ میں مسلمانوں خاص طور سے علماء نے بڑا اہم کردار ادا کیا تھا۔ انگریزوں کو ہمیشہ اگر کوئی خوف اور ڈر تھا تو مسلمانوں کی طرف سے تھا، نہ کہ ہندؤں کی طرف سے، جو تعداد میں مسلمانوں سے بہت زیادہ تھے۔

ایک معروف انگریز ڈاکٹر ولیم میور نے وائسرائے کو رپورٹ بھیجی کہ 1857ء کی جنگ تو صرف مسلمانوں نے لڑی ہے، ان کے دلوں میں جذبۂ جہاد ہے۔ ہم اُس وقت تک ان پر اپنی حکومت مضبوط نہیں کر سکتے جب تک ان کے جذبۂ جہاد کو ختم نہ کیا جائے، لہٰذا اس کے لیے ضروری ہے کہ علماء کو راستے سے ہٹا دیا جائے کیونکہ یہ علماء ہی ان میں جذبۂ جہاد ابھارتے ہیں۔

اس خطرناک اور زہریلے مشورے پر عمل کرتے ہوئے عام بغاوت پر قابو پانے کے لیے مسلم علماء کے خلاف انتہائی جبر اور ظلم کی پالیسی اپنائی گئی۔ وحشت اور اذیت کے ساتھ ان کا قتلِ عام شروع ہوا۔ ظلم کی وہ مثالیں قائم کی گئیں کہ آج بھی انسانی روح کانپ اٹھتی ہے۔ انگریز مؤرخ ڈاکٹر ٹامس اپنی یادداشتوں میں لکھتا ہے کہ 1864ء سے 1867ء تک تین سال ہندوستان کی تاریخ کے الم ناک ترین سال تھے۔ ان تین برسوں میں 14 ہزار علماء کو انگریزوں نے پھانسی پر لٹکایا۔ وہ لکھتا ہے کہ دلی کے چاندنی چوک سے پشاور تک کوئی درخت ایسا نہ تھا کہ جس پر علماء کی گردنیں لٹکتی نظر نہ آتی ہوں۔ علما کو خنزیر کی کھالوں میں بند کر کے جلتے تندور میں ڈال دیا جاتا تھا۔ لاہور کی شاہی مسجد میں پھانسی کا پھندا تیار کیا گیا اور ایک ایک دن 80, 80 علماء کو پھانسی پر ٹکایا جاتا۔

یہی ٹامس لکھتا ہے کہ مَیں دلی میں خیمے میں ٹھہرا ہوا تھا کہ مجھے گوشت جلنے کی بو محسوس ہوئی، میں خیمے کے پیچھے گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ انگارے دہک رہے تھے اور ان انگاروں پر چالیس علماء کو کپڑے اتار کر پاؤں باندھ کر ڈال دیا گیا۔ پھر اس کے بعد چالیس علماء لائے گئے اور ایک انگریز افسر نے ان سے کہا کہ "اے مولویو! جس طرح ان کو آگ میں ڈال کر جلایا جا رہا ہے تم کو بھی اسی طرح آگ میں جھونکا جائے گا۔ اگر تم میں سے ایک آدمی بھی یہ کہہ دے کہ ہم 1857ء کی جنگ میں شریک نہیں تھے تو تم کو چھوڑ دیا جائے گا۔" ٹامس کہتا ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ یہ علماء آگ پر پک گئے لیکن کسی ایک مسلمان عالم نے بھی انگریز کے سامنے گردن نہ جھکائی اور نہ معافی کی درخواست کی۔

(https://www.jasarat.com/sunday/2017/11/05/آزادی–کے-فراموش-اوراق)

تحریک آزادی میں ایک بہت بڑا کردار علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ کا ہے جو اپنے وقت کے بہت بڑے عالم دین تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ انگریز ہمارے ذہنوں میں چھا جائے گا۔ مسلمان کی نسل کشی کرے گا۔

ہمارے مذہب اور تشخّص کو تباہ وبرباد کر دے گا۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے 1857ء میں دہلی میں بیٹھ کر انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا۔ علامہ مشتاق احمد نظامی نے اسے اِن الفاظ میں بیان کیا کہ آخر علامہ فضل حق نے ترکش سے آخری تیر نکالا، بعد نمازِ جمعہ جامع مسجد میں علماء کے سامنے تقریر کی اور استفتاء پیش کیا، مفتی صدر الدین خان، مولوی عبد القادر، قاضی فیض اللہ، مولانا فیض احمد بدایونی، وزیر خان اکبر آبادی، سید مبارک حسین رامپوری نے دستخط کر دیئے۔ (سیرت فضل حق خیر آبادی، صفحہ 23)

جب فتویٰ مرتّب کیا سب اکابر علماء سے اس فتویٰ پر دستخط کرائے۔ سارے اکابر علماء نے اس جہاد کے فتوے پر دستخط فرمائے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا جہاد کا فتویٰ جاری کرنا تھا کہ ہندوستان بھر میں انگریز کے خلاف ایک بہت بڑی عظیم لہر دوڑ گئی اور گلی گلی، قریہ قریہ، کوچہ کوچہ، بستی بستی، شہر شہر وہ قتال و جدال ہوا کہ انگریز حکومت کی چولیں ہل گئیں۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ انگریز بڑا مکار اور خبیث ہے، اس نے اپنی تدبیر یں لڑا کر بڑے بڑے لوگوں کو خرید کر اور ڈرا دھمکا کر بے شمار لوگوں کو قتل کرنے کے بعد اس نے جنگ آزادی کی تحریک کُچل تو دی مگر حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی اور دیگر علمائے حق نے آزادی کا جو ولولہ لوگوں کے دلوں میں ودیعت کر دیا تھا اس نے بعد میں کبھی بھی انگریزوں کو چین نہ لینے دیا۔

انگریزوں کے دلوں میں یہ بات تھی کہ اگرچہ ہم نے یہ تحریک بظاہر کچل دی ہے مگر مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد نہیں نکال سکتے، یہ بہت مشکل کام ہے۔ پھر ملکہ وکٹوریہ نے ایک مکارانہ چال چلی۔ وہ مکارانہ چال یہ تھی کہ ہندوستان میں یہ اعلان کر دیا جائے کہ جتنے بھی باغی ہیں سب کو معاف کر دیا ہے۔ چنانچہ انگریزوں نے یہ اعلان کر دیا۔ علامہ فضلِ حق خیر آبادی صاحب ابھی گرفتار نہیں ہوئے تھے، وہ مجاہدین کی دہلی میں تربیت کرتے تھے۔ دہلی سے آپ علی گڑھ تشریف لے گئے۔ علی گڑھ میں آپ کچھ عرصے رہے اور وہاں مجاہدین کی مدد کرتے رہے۔ جب انگریز نے یہ اعلان کیا کہ باغیوں کو معاف کر دیا گیا ہے اور سارے مجاہدین باہر آ گئے، تو علامہ فضلِ حق خیر آبادی صاحب بھی اپنے وطن خیر آباد تشریف لے آئے۔

آپ خیر آباد پہنچے تھے کہ کچھ دنوں کے بعد مخبر نے یہ اطلاع کر دی کہ یہ وہی علامہ فضلِ حق صاحب ہیں جنہوں نے انگریز کے خلاف جہاد کا پہلا فتویٰ دیا تھا۔ چنانچہ اس سازش کے تحت آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ گرفتار کرنے کے بعد آپ کو لکھنو لے جایا گیا اور وہاں آپ پر بغاوت کا مقدمہ چلایا گیا۔ جیسے ہی کاروائی شروع ہوئی گواہ نے آپ کو پہچاننے سے انکار کر دیا۔ جس جج کے سامنے آپ پیش ہوئے، اس جج نے بھی آپ سے کچھ کتابیں پڑھیں تھیں، وہ بھی یہی چاہتا تھا کہ علامہ صاحب کسی طرح مقدمے سے نکل آئیں اور سزا سے بچ جائیں۔ چنانچہ گواہ نے کہا کہ انگریز کے خلاف جنہوں نے جہاد کا فتویٰ دیا تھا یہ وہ عالم دین نہیں ہیں۔ یہ ساری کاروائی کے بعد جب آپ کے رہا ہونے کی منزل قریب آئی تو جج نے آپ کے کان میں کہا کہ علامہ صاحب آپ صرف اتنا کہہ دیں کہ یہ فتویٰ میں نے نہیں دیا، آپ سزا سے بچ جائیں گے۔ جج یہ کہہ کر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا یہ سمجھ کر کہ علامہ صاحب میری بات سمجھ گئے ہوں گے۔

جب جج نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے انگریز حکومت کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا ہے؟ آپ نے گرج دار لہجے میں کہا کہ اس گواہ نے مروت میں آکر مجھے پہچاننے سے انکار کر دیا ہے۔ میں نے ہی انگریز حکومت کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا ہے اور اس کے عوض مجھے جو سزا ملے گی میں قبول کروں گا۔ جج اور گواہ سر پکڑ کر بیٹھ گئے آپ کو اس جرم کی سزا عمر قید سنائی گئی۔ آپ علیہ الرحمہ کو انگریزوں نے (فتویٰ جہاد اور اہلِ ہند کو انگریز کے خلاف جہاد کے لئے تیار کرنے کے جُرم میں) فسادِ ہند کے زمانے میں جزیرہ رنگون (یعنی جزیرہ انڈمان جسے کالا پانی کہا جاتا تھا) میں قید کر دیا۔ وہیں تین برس کے بعد 12 صفر المظفر 1278ھ بروز پیر بمطابق 19 اگست 1861ء کو امام حریت نے عالم کو فیضیاب فرمانے کے بعد اسیری ہی کی حالت میں جزائر انڈیمان میں جام شہادت نوش فرمایا اور وہیں آپ کا مزار شریف ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مجاہد کو انگریز سے آزادی سے پہلے ہی اپنے نیک بندے کو آزاد کر لیا۔

(تذکرہ علماء ہند فارسی، مصنفہ مولوی رحمان علی، صفحہ 165)

علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ مزید درج ذیل علمائے کرام کو کالا پانی کی سزا ہوئی: مولانا احمد اللہ عظیم آبادی، مولانا یحییٰ علی، مولانا عبد الرحیم صادق پوری، مولانا جعفر تھانیسری، مفتی احمد کاکوروی اور مفتی مظہر کریم دریا آبادی رحمھم اللہ۔ جن میں مولانا احمد اللہ عظیم آبادی، مولانا یحییٰ علی اور مولانا فضل حق خیر آبادی رحمھم اللہ وغیر ہم کا وہیں انتقال ہو گیا۔ مولانا عبد الرحیم صادق پوری رحمہ اللہ اور مولانا جعفر تھانیسری رحمہ اللہ

اٹھارہ سال کی قید بامشقت اور جلاوطنی کے بعد 1883ء میں اپنے وطن واپس ہوئے۔ مولانا جعفر تھانیسری رحمہ اللہ اپنی کتاب "کالاپانی" میں تحریر فرماتے ہیں: "ہمارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، پیروں میں بیڑیاں، جسم پر جیل کا لباس اور کمر پر لوہے کی سلاخیں تھیں۔ انگریزوں نے ہم تین علماء کے لیے خاص لوہے کے قفس تیار کروائے اور ہمیں ان میں ڈال دیا۔ اس پنجرے میں لوہے کی چونچ دار سلاخیں بھی لگوائیں، جس کی وجہ سے ہم نہ سہارا لے سکتے تھے، نہ بیٹھ سکتے تھے، ہماری آنکھوں سے آنسوں اور پیروں سے خون بہہ رہے تھے۔ 1857ء کی جنگ آزادی کو انگریزوں نے "غدر" کا نام دیا۔ غدر کے ملزمان انگریزوں کی نگاہ میں اتنے بڑے مجرم سمجھے گئے کہ غدر 1857ء میں پکڑے گئے لوگوں کو یا تو سرعام پھانسی دیدی گئی یا بہت سے لوگوں کو اسی جزیرے انڈمان میں موت سے بدتر زندگی گزارنے کے لیے بھیجا گیا۔

مولانا احمد اللہ گجراتی رحمتہ اللہ علیہ بہت بڑے عالم تھے۔ ایک انگریز نے ان سے کچھ عربی سیکھی تھی۔ وہ انگریز اس وقت ان لوگوں میں سے تھا جو مسلمان علماء کو پھانسی دے رہے تھے۔ اس نے مولانا احمد اللہ گجراتی رحمتہ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ میرے استاد ہیں، آپ صرف زبان سے کہہ دیں کہ میں اس تحریک آزادی میں شریک نہ تھا۔ میں آپ کا نام پھانسی والوں میں سے نکال دوں گا۔ احمد اللہ گجراتی نے جواب دیا کہ میں یہ بات کر کے اللہ رب العزت کے دفتر سے نام نکلوانا نہیں چاہتا۔

(https://www.zeropoint.com.pk/special-features/2017/02/01/234732)

تحریک آزادی کا جو بیج فضل حق خیر آبادی اور دیگر علمائے کرام و مجاہدین بو گئے تھے وہ رفتہ رفتہ بڑھتا گیا یہاں تک کہ ایک تناور درخت بن گیا اور انگریزوں سے نجات پانے کی تحریک بہت مضبوط ہوگئی۔ اس وقت بھی علمائے کرام نے ہی دو قومی نظریہ پیش کیا اور حصولِ پاکستان میں اہم کردار ادا کیا۔

بیسیوں صدی اوائل میں آزادی کی تحریک چلانے میں جبکہ بشمول قائد اعظم مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہندوؤں کی ہمنوا اور کانگریس کی حامی تھی، اس وقت مجددِ وقت امام احمد رضا خان علیہ رحمتہ الرحمن نے اپنے متعدد فتاویٰ میں دو قومی نظریہ کی بنیاد رکھتے ہوئے مسلمانوں کو یہ شعور دیا کہ انگریز اور ہندو دونوں ہی ہمارے دشمن ہیں۔ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں۔ جب بعض نافہم مسلم لیڈر گاندھی کو اپنا "خلیفہ "تک ماننے پر بضد تھے

اس وقت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ گاندھی جیسے ایک مشرک کو مسلمانوں کا لیڈر ماننے پر راضی نہ تھے، اور وہ گاندھی کی چالوں کو سمجھتے تھے کہ ہندو مسلمانوں کو مغلوب کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ہندو شدت پسندی کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اب جس شہر، جس قصبہ، جس گاؤں میں چاہو آزما دیکھو، اپنی مذہبی قربانی کے لئے گائے پچھاڑو۔ اس وقت (یہی ہندو) یہی تمہاری بائیں پسلی کے نکلے، یہی تمہارے سگے بھائی، یہی تمہارے منہ بولے بزرگ، یہی تمہارے آقا، یہی تمہارے پیشوا، تمہاری ہڈی پسلی توڑنے کو تیار ہوتے ہیں یا نہیں؟ ان متفرقات کا جمع کرنا بھی جہنم میں ڈالئے، وہ آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں تم سب ہندو پرستوں کا امامِ ظاہر و بادشاہِ باطن ہے، یعنی گاندھی، صاف نہ کہہ چکا کہ مسلمان اگر قربانی گاؤ نہ چھوڑیں گے تو ہم تلوار کے زور سے چھڑا دیں گے؟ اب بھی کوئی شک رہا کہ تمام مشرکینِ ہند دین میں ہم سے محارب ہیں، پھر انہیں ﴿لم یقاتلوکم فی الدین﴾ میں داخل کرنا کیا نری بے حیائی ہے یا صریح بے ایمانی بھی؟ محاربہ مذہبی ہر قوم کا اس بات پر ہوتا ہے جسے وہ اپنے دین کی رو سے زشت و منکر جانے، اسی کے ازالہ کے لئے لڑائی ہوتی ہے، اور ازالہ منکر تین قسم ہے کہ موقع ہو تو ہاتھ سے ورنہ زبان سے ورنہ دل سے۔" (فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ454، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

ہندو مسلم اتحاد کے مؤید محمد علی جوہر اور شوکت علی جب امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی تحریک خلافت میں شمولیت کی دعوت دی تو آپ نے فرمایا: "مولانا میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے۔ آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں، میں مخالف ہوں۔" اس جواب سے علی برداران کچھ ناراض سے ہو گئے تو فاضل بریلوی نے تالیف قلب کے لئے مکرر ارشاد فرمایا: " مولانا میں ملکی آزادی کا مخالف نہیں، ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں۔" (فاضل بریلوی اور ترک موالات، صفحہ45، ادارہ مسعودیہ، کراچی)

مارچ1925ء میں جامعہ نعیمیہ مراد آباد (بھارت) میں چار روزہ کانفرس ہوئی جس میں صاحبزادہ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے صدرِ مجلس استقبالیہ کی حیثیت سے خطبہ صدارت پڑھا۔ اسی کانفرنس میں "الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ" (آل انڈیا سنی کانفرنس) کی داغ بیل ڈالی گئی۔ صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اس کے ناظم اعلیٰ اور امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ، اس کے صدر

منتخب کئے گئے۔ قائدین نے شبانہ روز کوشش سے متحدہ پاک و ہند کے گوشے گوشے میں اس جماعت کی شاخیں قائم کیں، ایک طرف اہل سنت و جماعت کے علماء و مشائخ کو منظم کیا تو دوسری طرف ہندوؤں اور کانگریسی علماء کی چالوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔

1930ء میں جب شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال نے الہٰ آباد میں تقسیم ہند کی بات کی تو ہندوؤں نے اس پر بڑی ناراضگی کا اظہار کیا۔ طبقہ علماء میں سب سے پہلے حضرت صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تجویز کی پرزور تائید کی اور فرمایا: "ڈاکٹر اقبال کی رائے پر کہ ہندوستان کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا جائے۔ ایک حصہ ہندوؤں کے زیر اقتدار اور دوسرا مسلمانوں کے۔ ہندوؤں کو اس قدر اس پر غیظ آیا یہ ہندو اخبارات کو دیکھنے سے ظاہر ہو گا۔ کیا یہ کوئی ناانصافی کی بات تھی؟ اگر اس سے ایک طرف مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا تھا تو ہندوؤں کو بھی اسی نسبت سے فائدہ ملتا تھا۔ کیا چیز تھی جو اس رائے کی مخالفت پر ہندوؤں کو برانگیختہ کرتی رہی اور انہیں اس میں اپنا کیا ضرر نظر آیا؟ بجز اس کے کہ مسلمانوں کی بقا کی ایک صورت اس میں نظر آتی تھی اور انہیں تھوڑا سا اقتدار ملا جاتا تھا۔ اس حالت میں بھی مسلمان کہلانے والی جماعت (جمعیۃ العلماء ہند وغیرہ) ہندؤں کا کلمہ پڑھتی ہے اور اپنی اس پرانی فرسودہ لکیر کو پیٹا کرے، تو اس پر ہزار افسوس۔"

(تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، صفحہ 275، رضا پبلی کیشنز، لاہور)

1946ء میں علماء اہل سنت کا ایک فتویٰ شائع ہوا، جس میں کانگریس کی مخالفت اور مسلم لیگ کی تائید کی گئی تھی۔ اس فتوی پر پچاس سے زیادہ اہل سنت کے جلیل القدر علماء کے دستخط تھے، جن میں سر فہرست شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفےٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ تھے اور دیگر علماء میں سے کوئی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفہ تھا تو کوئی شاگرد۔

1946ء کے فیصلہ کن الیکشن میں حضرت مولانا محمد مصطفےٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے بریلی میں مسلم لیگ کے امیدوار کے حق میں سب سے پہلا ووٹ ڈالا۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب نے اپنے مریدوں اور مسلمانوں کو بہت سخت تاکید کی کہ وہ اپنا ووٹ مسلم لیگ کو دیں۔ 11 دسمبر 1945ء کو روزنامہ " وحدت" دہلی میں حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتوے کا اعادہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "میں فتوی دے چکا ہوں کہ

جو مسلمان مسلم لیگ کو ووٹ نہ دے اس کا جنازہ نہ پڑھو اور مسلمانوں کی قبروں میں دفن نہ کرو۔۔۔۔ فقیر اپنے فتوے کا دوبارہ اعلان کرتا ہے کہ جو مسلم لیگ کا مخالف ہے خواہ کوئی ہو اگر وہ مر جائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھا جاوے، نہ مسلمانوں کی قبروں میں دفن کیا جائے۔" (ستر باادب سوالات دینیہ ایمانیہ، صفحہ 56، پیلی بھیت، انڈیا)

علمائے اہل سنت خصوصا پیر جماعت علی شاہ صاحب نے 1946ء کو مسلم لیگ کو کامیاب کروایا۔ یہی وجہ تھی کہ محمد علی جناح صاحب پیر جماعت علی شاہ صاحب کے معتقد تھے۔ سید اختر حسین علی پوری لکھتے ہیں: "جب مسلم لیگ کو بے مثال کامیابی نصیب ہوئی تو قائد اعظم نے بمبئی میں پیر جماعت علی شاہ کے مرید صادق سیٹھ محمد علی کو مبارک باد دی اور کہا کہ یہ سب تمہارے پیر صاحب کی کوشش اور دعا کا نتیجہ ہے۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب نے قائد اعظم کو مبارک باد کا تار دیا۔ جوابا انہوں نے بھی آپ کو تار دیا اور لکھا کہ یہ سب آپ کی ہمت اور دعا کا نتیجہ ہے۔ اب یقینا پاکستان بن جائے گا۔" (سیرت امیر ملت، صفحہ 487، علی پور سیداں)

علمائے اہلسنت خصوصا امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب کی ان کوششوں کو دیکھ کر محمد علی جناح صاحب نے کہا: "میرا ایمان ہے کہ پاکستان ضرور بنے گا کیونکہ امیر ملت مجھ سے فرما چکے ہیں کہ پاکستان ضرور بنے گا اور مجھے یقین واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان کو سچا ضرور کرے گا۔"

(مجلہ برگ گل، صفحہ 1994، وفاقی اردو کالج، کراچی)

پاکستان آزاد ہونے کے بعد بھی اس ملک کی سلامتی و بہتری کے لیے علمائے کرام نے ہمیشہ بہترین کردار ادا کیا۔ پرویز مشرف کے دور کے بعد جب فواد چوہدری کا نام ونشان نہیں تھا اور کئی مرتبہ الیکشنز میں عبرتناک شکست کھا چکا تھا، اس وقت ملک میں دہشت گردی شروع ہوئی اور جگہ جگہ خودکش حملے ہونا شروع ہوگئے۔ اس وقت علمائے کرام نے ان خودکش حملوں کو حرام قرار دیا اور اس پر باقاعدہ فتاویٰ جاری کیے، اسی فتویٰ کی وجہ سے شہید پاکستان حضرت مفتی سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کیا گیا۔ مزید دہشت گردوں کے خلاف پاک فوج کی کاروائی بنام "ضربِ عضب" کی علمائے کرام نے بھرپور تائید کی۔ جس فواد چوہدری کا دماغ صرف اس بارے چلتا ہے کہ مستقبل میں کس پارٹی میں شامل ہونا ہے وہ جاہل شخص علمائے کرام کی کردار کشی کرنے کی کوشش کرتا ہے اور علماء کے خلاف بول کر کفار اور سیکولر لوگوں کو خوش کرنا چاہتا ہے، لیکن وہ جانتا نہیں کہ تاریخ میں ایسے کئی غدار شخص آئے جنہوں

نے دین و علماء کو دبانا چاہا لیکن تاریخ کی کتب میں ذلیل لوگوں کی فہرست میں اپنا نام شامل کر کے چلے گے اور ان عبرتناک انجام ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
علماء کے دشمن
پیشکش: صدائے قلب
21 مئی 2019ء

کافی عرصہ سے اس بات کو محسوس کیا جارہاہے کہ پاکستان میں دن بدن سیکولر اور لبرل لوگ طاقتور ہورہے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے سیاستدان، میڈیا اینکرز، پروفیسرز، ججز اور دیگر صاحب ثروت و منصب لوگوں کی ایک تعداد سیکولر اور لبرل ازم کی طرف نہ صرف بڑھ رہی ہے بلکہ ان کے نمائندہ بن کر علماء کو ہدف بنارہے ہیں۔ ہر کوئی میڈیا پر کفار کے حقوق بیان کرکے علماء کو شدت و قدامت پسند ثابت کرکے کفار کا منظورِ نظر بننے کی کوشش میں ہے۔ حکومت پاکستان اور ملک کے اہم ادارے جن کا فرض بنتا ہے کہ وہ قوم کے عقائد و نظریات کی حفاظت کریں لیکن وہ اپنے اس فریضہ سے یکسر غافل ہیں بلکہ بعض سیاسی لیڈر تو ملک کو سیکولر بنانے کے خواہشمند ہیں۔ تمام باطل قوتیں مل کر اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کررہی ہیں لیکن اسلام کا نام واضح طور پر نہیں لی سکتیں اس لیے علماء کو بدنام کررہی ہیں کیونکہ علماء ختم ہوں گے تو مذہبِ اسلام خود بخود ختم ہوجائے گا۔

پاکستان کے مستقبل کے حوالے سے غور کیا جائے تو یہ فکر لاحق ہوجاتی ہے کہ آج کے سیاسی لیڈر، صاحب منصب اور امیر لوگ جن سکول، کالجوں میں اپنے بچوں کو تعلیم دلوارہے ہیں وہ سیکولر قسم کے ہیں، کل جب یہ بچے پریکٹیکل فیلڈ میں اہم پوسٹوں پر آئیں گے تو دین و علماء کے ساتھ بدترین سلوک کرتے ہوئے سیکولرازم کو ہی فروغ دیں گے۔

ان حالات میں اگر حضور علیہ السلام کی پیشین گوئیوں کا مطالعہ کیا جائے تو کئی ایسے فرامین موجود ہیں جس سے ثابت ہوتاہے کہ دین و علماء کی حالت بہت پتلی ہوجائے گی۔ اس حوالے سے تین احادیث پیش کرکے ان کو موجودہ اور مستقبل کے حالات پر منطبق کرنے کی کوشش کی جاتی ہے:

(1) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اتخوف على أمتي اثنتين : يتبعون الارياف والشهوات ، ويتركون الصلاة والقرآن ، يتعلمه المنافقون يجادلون به أهل العلم" ترجمہ: میں اپنی امت پر دوباتوں پر خوف کرتا ہوں، وہ وسعت اور شہوت کی اتباع کریں گے اور نماز و قرآن کو چھوڑ دیں گے۔ منافق قرآن کو سیکھ کر اہل علم کے ساتھ جھگڑا کریں گے۔

(كنزالعمال، كتاب الفتن والاهواء والاختلاف، الفصل الثاني في الفتن والهرج، جلد11، صفحہ116، حدیث30842، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس مذکورہ حدیث کی ہم تصدیق دیکھ رہے ہیں عوام نماز و قرآن کو چھوڑ کر شہوت و سعت کی طرف جارہی ہے۔ جاہل اینکرز اور اردو ترجمے پڑھ کر جاوید غامدی اور انجینئر مرزا جیسے لوگ ائمہ مجتہدین، صوفیا عظام اور علمائے کرام پر طعن و تشنیع کرتے اور خود کو بہت علم والا اور صحیح علماء کو جاہل ثابت کر رہے ہیں۔ آزاد خیالی دن بدن بڑھ رہی ہے۔ فقہ میں کسی ایک امام کے مقلد ہونے کو کم علمی تصور کیا جارہا ہے۔

(2) المستدرک کی حدیث پاک ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''يأتي على العلماء زمان الموت أحب إلى أحدهم من الذهب الاحمر'' ترجمہ: علماء پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ انکے نزدیک موت سرخ سونے سے زیادہ پسندیدہ ہوگی۔

(المستدرک على الصحيحين، كتاب الفتن والملاحم، أما حديث أبي عوانة، جلد4، صفحہ563، حدیث8581، دار الكتب العلمية، بيروت)

جب معاشرے میں بے حیائی اور بے دینی عام ہو جائے تو علمائے حق اس پر پریشان حال ہوتے ہیں۔ فی زمانہ بھی اہل علم حضرات ان حالات و واقعات پر فکر مند ہیں اور مستقبل میں لگ رہا ہے کہ حکومت سطح، میڈیا اور سرکاری ادارے مل کر علماء کرام کو اس قدر تنگ کریں گے اور بے دینی کو اس قدر فروغ دیں گے کہ اہل حق علماء اپنی اس بے بسی پر مر جانے کو پسند کریں گے۔

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''يأتي على الناس زمان يقتل فيه العلماء كما تقتل الكلاب'' ترجمہ: لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ علماء کو ایسے قتل کیا جائے گا جیسے کتوں کو قتل کیا جاتا ہے۔

(جامع الأحاديث، حرف الياء، ياء النداء مع الياء، جلد23، صفحہ464، حدیث26438)

اگر سیکولر لوگوں کی تاریخ پڑھیں تو انہوں نے حکومتی سطح پر علماء پر ایسے ہی ظلم و ستم کیے ہیں۔ موجودہ دور میں بھی مسلمانوں کے ہی ملک پاکستان میں گستاخِ رسول آسیہ کی رہائی کے خلاف احتجاج کرنے والے علماء پر دہشت گردی کا الزام لگا کر انتہائی ذلت کے ساتھ ان کو انکی مساجد میں گرفتار کر کے کر جیلوں میں ڈالا گیا۔ سیکولر میڈیا کا یہ حال ہے کہ کافروں کا کتا بھی مر جائے تو اس کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں اور علماء اور دین دار طبقہ کے ساتھ جتنا

مرضی ظلم ہو اس پر ان کو خوشی ہوتی ہے اور بجائے ہمدری کے اس کے خلاف ایسا پروپیگنڈہ کرتے ہیں جیسے وہ اسی ظلم کے مستحق ہیں۔ایسا لگتا ہے کہ مستقبل میں اگر مسلمانوں کا سرعام ناحق قتل عام بھی کیا جائے گا تو میڈیا یہی کہے گا کہ دہشت گردوں کے خلاف آپریشن ہو رہا ہے۔

سیکولرازم کی اس متحد اور طاقتور فوج کے مقابل دینداروں کی فوج ہے جس کے سپاہ سالار علمائے عظام ہیں، لیکن انتہائی افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ اہل علم حضرات کی ایک تعداد بجائے سیکولر قوتوں کے خلاف لڑنے کے اپنے ہی دیندار طبقہ کے خلاف لڑنے میں مگن ہے اور انجانے میں سیکولر لوگوں کا جو مشن علماء کو بدنام کرنے کا ہے اسی کو تقویت دے رہی ہے۔اس کی ایک جھلک پیش خدمت ہے:

☆بدمذہب اور گمراہ فرقوں کے علاوہ اہل سنت کے بعض حضرات نئے سے نئے نظریات کو لے کر فتنہ و فساد بھرپا کر رہے ہیں جن میں سرفہرست حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن و تشیع،ایمان ابی طالب کا مسئلہ ہے۔اہل سنت کے متفقہ عقائد و نظریات کو چھوڑ کر نیا عقیدہ پیش کر کے ایک نئی بحث چھیڑ دیتے ہیں، جس سے عام عوام بد ظن ہوتی ہے۔

☆ایک تعداد وہ ہے جو متشدد قسم کی ہے جو فروعی مسائل میں اپنے ہی اہل سنت کے لوگوں کو گمراہ و کافر قرار دیتی ہے۔

☆ایک تعداد وہ ہے جن کا نہ مطالعہ ہے نہ تحقیق،بس خود کو علامہ کہلوانے کا شوق ہے اور جن مولویوں نے چند کتابیں لکھی ہیں اگرچہ ان کے مصنفین گمراہ ہیں ان سے متاثر ہو کر ان سے اندھی عقیدت رکھتے ہیں اور ان کو دین کا خدمتگار سمجھتے ہیں۔اپنے ان مولویوں کے خلاف کوئی تحقیق قبول نہیں کرتے،بلکہ عام عوام کو یہ باور کرواتے ہیں کہ یہ اعتراض کرنے والے مولوی جاہل وحاسد ہیں۔

☆ایک گروہ ایسا ہے جو قابل ہونے کے باوجود اپنی قابلیت فقط اپنے ہی اہل سنت کے علماء پر تنقیدیں کر کے اپنی مریدین و محبین و مقتدیوں کو علماء اہل سنت سے بد ظن کر رہا ہے۔

☆ایک سب سے خطرناک گروہ صلح کلیوں کا ہے جو میڈیا اور بڑے لیول پر آکر خود کو ماڈرن اور دیگر علماء کو جاہل و شدت پسند ثابت کرتے ہیں اور بات بات پر علماء پر طعن کر کے سیکولرازم کو مضبوط کر رہے ہیں۔ جب بھی ناموس رسالت اور ختم نبوت کا مسئلہ ہو گا یہ اس وقت بجائے مسلمانوں کے ساتھ ملنے کے بے دینوں کی صف میں کھڑے ہوں گے۔ مسلمانوں کے ساتھ پوری دنیا میں ہونے والے ظلم و ستم کے خلاف بولنے کی بجائے کفار کی دینی رسموں میں شامل ہو رہے ہوتے ہیں اور اپنی ان ناپاک حرکات کو اسلامی تعلیمات ٹھہراتے ہیں۔ صلح کلی لوگ اپنی اس طرح کی دوغلا پالیسی سے سمجھتے ہیں کہ کفار ہم سے راضی ہو کر ہم کو دنیاوی منصب سے نوازیں گے جبکہ کفار ایسے لوگوں کو اپنی سازشوں میں استعمال کرتے ہیں اور بعد میں ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا۔ اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو پہلے ہی فرما دیا ہے ﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَه﴾ ترجمہ: اور ہرگز تم سے یہود اور نصاریٰ راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو۔ (سورۃالبقرۃ،سورۃ2،آیت120)

اہل علم حضرات کی بارگاہ میں عرض ہے کہ سیکولر اور لبرل طبقہ کی قوت اور دینی لوگوں کی حالت پر غور کریں اور اس دین اسلام کے لیے ہر کوئی اپنی استطاعت کے مطابق کوشش کر کے اپنا فرض ادا کرے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "ایسے نازک وقت میں کہ ہر چہار طرف سے دین حق پر حملے ہو رہے ہیں اور بیخ کنان سخت یکبارگی ٹوٹ پڑے ہیں کیا علمائے اہلسنت پر واجب نہیں کہ اپنے علم کو ظاہر کریں اور میدان میں آکر تحریرا و تقریرا احیاء سنت اماتت بدعت و نصرت ملت فرمائیں، اگر ایسا نہ کریں سکوت و خاموشی سے کام لیں تو کیا اس حدیث شریف کے مورد نہ ہوں گے جو فتاوٰی الحرمین میں مذکور ہے "قال الامام ابن حجر المکی فی الصواعق المحرقة ان الحامل الداعی لی علی التالیف فی ذٰلك وان کنت قاصرا عن حقائق ماھنالك ما اخرجه الخطیب البغدادی فی الجامع وغیرہ انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم قال اذا ظهرت الفتن او قال البدع وسب اصحابی فلیظهر العالم علمه فمن لم یفعل ذٰلك فعلیه لعنة اللہ والملئکة والناس اجمعین لایقبل اللہ منه صرفا ولاعدلا اھ" امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں واضح ہو کہ اس تالیف پر میرے لئے باعث و سبب اگرچہ میرا ہاتھ یہاں کے حقائق سے کوتاہ ہے وہ حدیث ہوئی جو خطیب بغدادی نے جامع میں اور ان کے سوا اور محدثین نے

روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب فتنے یا فرمایا بدمذہبیاں ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کو برا کہا جائے تو واجب ہے کہ عالم اپنا علم ظاہر کرے جو ایسا نہ کرے گا اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول فرمائے نہ نفل۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد14، صفحہ590، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

ضرورت اس بات کی ہے کہ علماء وائمہ کرام منبر و محراب کو مضبوط کریں، آپس میں ایک دوسرے پر فضول تنقیدیں کرنے کی بجائے اتحاد و اتفاق کی فضا قائم کریں تا کہ عوام بدظن نہ ہو، جو لوگ بدمذہبوں اور سیکولر لوگوں کا رد کر رہے ہیں ان کی نہ صرف حوصلہ افزائی کریں بلکہ ممکنہ ساتھ دیں، عوام کو دین کے قریب لایا جائے، ان سے رابطہ میں رہا جائے، درس و بیانات کے سلسلے ہوں، بڑے پیمانے پر شخصیات میں اہم موضوعات پر سیمینار منعقد کیے جائیں، دینی چینلز کھولے جائیں اور سوشل میڈیا کے ذریعے عوام الناس کو دین اسلام کا صحیح پیغام پہنچایا جائے۔

آخر میں عوام الناس سے درخواست ہے کہ میڈیا اور سیکولر لوگوں کے پروپیگنڈہ میں آکر علماء کے بارے میں سوئے ظن سے بچیں۔بعض داڑھی والوں اور جعلی پیروں کی حرکات علماء کے کھاتے میں ڈالنا مناسب نہیں۔ علماء کے ساتھ رابطہ میں رہ کر اپنے اور اپنی آنے والی نسلوں کے ایمان کی حفاظت کریں۔ یہ علماء ہی ہیں کہ ہر دور میں امت کے عقائد و نظریات کی حفاظت میں کمربستہ رہے ہیں۔ناموس رسالت اور ختم نبوت کے مسئلہ میں انہی ہستیوں نے کفار اور سیکولر قوتوں کا مقابلہ کیا۔ علماء نہ ہوتے تو آج جگہ جگہ جھوٹے نبوت کے دعویداروں نے مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکے ڈالنے تھے اور سیکولر لوگوں کے لائے ہوئے بے حیائی کے سمندر نے ہماری غیرت کو بہا لے جانا تھا۔

بریانی اچھی بناتی تھی

پیشکش: صدائے قلب

06 جولائی 2019ء

مُنو کی بیوی میں ہر عیب تھا بس ایک خوبی تھی کہ وہ بریانی اچھا بناتی تھی۔ سسرال والے اس عورت کی گھر گرستی صحیح نہ ہونے پر اس پر سخت نالاں تھے کہ نہ سلائی کڑھائی کا سلیقہ، نہ بچوں کی صحیح پرورش، نہ ان کو کھانا دینا، نہ کوئی اور سکون، سسرال کے نام پر لوگوں سے قرض لے کر پورے سسرال کو مقروض سے مقروض تر کر دیا تھا اور ان قرض کے پیسوں کو بھی وہ اپنے سسرال پر خرچ نہیں بلکہ خفیہ جمع کرتی رہی، محلے کا مولوی بھی اس کی زبان درازی اور دینی معاملات میں طعن و تشنیع سے تنگ تھا، جن لوگوں کی مُنو سے دشمنی تھی اس کی بیوی کے ان لوگوں کے ساتھ اچھے مراسم تھے۔ ہر کوئی منو کو اس کی بیوی کی کرتوتیں سناتا تھا، پر منو کے کان پر جوں نہیں رینگتی تھی، وہ ساری باتیں سننے کے بعد آخر میں یہی کہتا تھا کہ جو تم کہہ رہے وہ سب ٹھیک ہے پر جو بھی ہے "بریانی اچھا بناتی ہے" کیونکہ منو کے دماغ میں یہ بات گھس چکی تھی کہ گھر گرستی کا سارا دارومدار اچھی بریانی بنانے پر ہے۔

ایک دن منو کی بیوی بے وفائی کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے سب سسرال والوں کو سخت مقروض کر کے ،بچوں کا مستقبل تباہ کر کے اور سارا گھر برباد کر کے گھر سے بھاگ گئی اور جو دولت اس نے لوگوں سے سسرال کے نام پر قرض لے کر اکٹھی کی تھی اس دولت پر عیش کرنے لگ گئی۔

اس سب کے باوجود جب منو کے سامنے کی اس کی بیوی کے عیب بیان ہوتے اور ہر کوئی اس کے ہاتھوں روتا تو منو کا یہی قول ہوتا کہ موجودہ عورتوں میں سے میری بیوی بریانی اچھا بناتی تھی۔ لوگ منو کو طعن کرتے اور اس کی عقل پر حیران ہوتے کہ کیا ایک عورت کے اچھے ہونے کا دارومدار فقط اچھی بریانی بنانے پر ہے۔ منو جاہل نہ تھا، ایک پڑھا لکھا ذی شعور انسان تھا، پر اس مسئلہ میں نکما ثابت ہوا۔

قارئین محترم! یہ منو اور اسکی بیوی والا حال ہمارے ملکِ پاکستان کے سیاسی لیڈر اور ان کے ووٹروں کا ہے۔ یہ نالائق لیڈر، بے دین، غدار، عیاش، کفار نواز، ملک کو لوٹ کر کفار سے قرض لے کر اپنے غیر ملکی بینک اکاؤنٹوں میں رکھ کر عوام کا کونڈا کر کے آرام سے باہر کے ملک بھاگ کر لوٹی دولت پر عیاشی کرتے ہیں اور ہماری بھولی عوام سب کچھ ثابت ہونے کے باوجود منو کی طرح یہ کہہ رہی ہوتی ہے "جیسا بھی تھا سڑکیں اور پل بناتا تھا" کوئی کہتا ہے "یار کھاتا تھا تو کچھ ملک پر لگاتا بھی تو تھا۔" ان لیڈروں کے اکاونٹ میں اربوں روپے ملنا ثابت ہونا، ملک سے غداری کرنا، ناموس

رسالت اور ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنا، سب کے سامنے عیاں ہوتا ہے لیکن ہماری عوام پھر بھی اس کے کالے کرتوتوں پر فضول تاویلات کر رہی ہوتی ہے اور ان کی اندھی محبت اُسی طرح ان غدار لیڈروں کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لیڈر بار بار برسراقتدار آکر عوام کا مزید استیصال کرتے ہیں، ملک میں بے حیائی و بے دینی کو فروغ دیتے ہیں اور چند دین فروش اینکروں کو خرید کر اپنے حق اور دوسرے کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے پر لگا دیتے ہیں۔ پھر ان لیڈروں کو سپورٹ کرنے والے سارے جاہل نہیں بلکہ وہ پڑھے لکھے اور خود کو بہت سمجھدار سمجھنے والے ہیں، جو دینی معاملات میں ائمہ کرام کی تقلید، طریقت سے وابستگی اور حق جماعت اہل سنت کے ساتھ وابستگی کو جہالت و تنگ نظری سمجھتے ہیں اور خود اپنا حال یہ ہے کہ اپنے لیڈر کے متعلق ساری کرپشن ثابت ہونے کے باوجود تجاہل عارفانہ کا ارتکاب کرتے ہوئے اور اس کو کامل مرشد کی طرح اپنا راہنما سمجھتے ہیں۔

ان اندھے جیالوں کی اپنے لیڈروں سے اندھی وابستگی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ پچھلے دور کے حکمران نواز شریف نے قادیانیوں کو بھائی کہا، ہندوؤں کے پاس جاکر ان کے مذہبی تہوار میں شرکت کی اور ہندوؤں کا جنت میں جانا بھی جائز کہہ دیا، غازی ملک ممتاز قادری کو پھانسی دی اس کے علاوہ اربوں روپے ہڑپ کر کے، ملک کے ساتھ غداری کی لیکن آج بھی ان کے جیالے اس حقیقت سے نظریں چراتے ہیں۔ ملک ممتاز قادری کو جب نواز شریف نے صدر ممنون حسین پر زور دے کر ممتاز قادری کا کیس اوپن کروا کر اسے پھانسی دلوائی تو ان کے سپورٹروں کا کہنا تھا کہ اس میں نواز شریف کا کیا قصور یہ تو کورٹ نے کیا ہے۔ اب جب عمران خان کی حکومت میں کورٹ نواز شریف کو جیل میں ڈالا تو کبھی چیف جسٹس کو بُرا بھلا کہا تو کبھی اب عمران خان کو گالیاں دیتے ہیں، اب یہ نہیں کہتے کہ عمران خان کا کیا قصور یہ تو کورٹ کا فیصلہ تھا۔

یہی حال عمران خان کا ہے کہ آسیہ کو رہا کروا کر باہر کے ملک فرار کروادیا اور خود بھولا بن کر کہتا ہے کہ اس میں حکومت کا کوئی ہاتھ نہیں اس کو رہا تو کورٹ نے کیا ہے، لیکن جب نیب نے مسلم لیگ کے لیڈروں کو پکڑا تو فورا میڈیا پر آکر اپنے نمبر بنانا شروع ہوگیا کہ یہ میرا کمال ہے۔ اب ان سے کوئی پوچھے کہ یہ سب تو نیب نے کیا ہے عمران خان کا اس میں کیا ہاتھ ہے؟

آج عمران خان کی حکومت نیب کے ہر فیصلے کو درست مان رہی ہے جیسے نواز شریف اور اس کے سپورٹر اپنے دور میں کورٹ کے فیصلوں کو درست مانتے تھے۔ عمران خان کی حکومت کے بعد جب اسی نیب نے تحریک انصاف کی کرپشن پر گرفت کرنی ہے تو انہوں ہی نے نیب کی مذمت کرنا ہے۔ کیونکہ عمران کے ساتھ جو لیڈر وابستہ ہیں وہ کونسے ایماندار حاجی نمازی ہیں، ایک بڑی تعداد وہی وزراء بنی ہوئی ہے جس نے پچھلی حکومتوں میں بر سر اقتدار آکر ملک کا ستیاناس کیا تھا۔ فواد چوہدری جو پرویز مشرف اور آصف زرداری کا حمایتی رہا ہے اور تاریخ کا بڑا لوٹا ہے، آج تحریک انصاف میں شامل ہو کر آئے دن بکواسات کر کے ذلیل وخوار ہوتا ہے، کل اس نے کسی اور تحریک کے ساتھ مل کر عمران خان کی مذمت کرنی ہے۔

اس مضمون کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ جب تک ہماری عوام اپنے ووٹ کا صحیح استعمال نہ جانے گی اور حق و باطل، دین وبے دینی، وفاو غداری میں فرق نہیں کرے گی، منو کی طرح اپنے لیڈروں کی ایک آدھ اچھی بات کو ہی دلیل بنا کر ان کو ووٹ دیتی رہے گی، یہ ملک اسی طرح برباد ہوتا رہے گا اور بے دین وغدار بھولی عوام کی اندھی تقلید سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ ہمیں یہ سوچنا ہو گا کہ کونسا لیڈر دین دار ہے، قرآن وحدیث پر عمل پیرا ہونے والا، ناموس رسالت کا محافظ اور ختم نبوت کا پاسبان ہے، ایماندار، محب وطن کون ہے اور بے دین سیکولر لبرل ذہن رکھنے والا، قادیانی نواز، انگریزوں کا غلام کون ہے۔ جب تک ہم یہ معیار نہیں بنائیں گے زرداری، نواز شریف اور عمران خان جیسے لوگ اسی طرح بر سر اقتدار آکر لوٹ مار اور دین فروشی کرتے رہیں گے اور فواد چوہدری جیسے بے دین، لوٹے لوگ دین وعلماء کے خلاف زہر اگلتے رہیں گے اور قادیانی، سیکولر ولبرل لوگ ان لیڈروں اور حرام خور اینکروں کے ذریعے ہماری اور ہماری آنے والی نسلوں کا دین وایمان خراب کرتے رہیں گے۔

ملک کی ترقی کنٹینروں میں تقریریں کرنے اور عوام کو تبدیلی کا سبز باغ دکھا کر، بر سر اقتدار آتے ہی گستاخ رسول آسیہ کی پشت پناہی کر کے، قادینوں کی سپورٹ کر کے کبھی نہیں آنی بلکہ اللہ عزوجل کا عذاب ہی آنا ہے۔

ترقی تب ہی آئے گی جب دین دار، قرآن وسنت کے پابند سیاسی لیڈر، ایماندار افسران، محب وطن لوگ کرسیوں پر بیٹھ کر اپنی خدمات سرانجام دیں گے اور یہ سب اسی وقت ممکن ہے جب ہم لوگ ووٹ ڈالتے وقت لیڈروں کے دین

اور ان کی وطن سے وفا کر مد نظر رکھیں۔ہماری اولین ترجیح دین ہونی چاہیے اور سیاسی لیڈروں میں دینداری دیکھنا چاہیے کہ جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نہ ہوا وہ کبھی بھی ملک و عوام کا وفادار نہیں ہو سکتا۔ہمیں ان لیڈروں کی ایک آدھ اچھی بات کو چھوڑ کر ان کے مکمل کردار کو دیکھنا چاہیے۔اندھی محبت و عقیدت میں ان کے ناجائز و حرام افعال کی تاویلات کر کے خود گناہ گار نہیں ہونا چاہیے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے"حبك الشيئ يعمى ويصم"ترجمہ:شے کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دے گی۔

(مسند احمد، باقی حدیث ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ،جلد45،صفحہ533،حدیث27548،مؤسسة الرسالة،بیروت)

سیاسی لیڈروں سے اندھی محبت کی ایک نحوست یہ دیکھی گئی ہے کہ ان کی پارٹی کے ممبران جو مرضی گستاخی کریں،کفر بکیں،گستاخوں کو سپورٹ کریں،بے حیائی،سیکولرازم کو فروغ دیں یہ لوگ حضور علیہ السلام کی محبت میں اپنی پارٹی کے ممبران کی مخالفت نہیں کریں گے،ان کی عقیدت اپنے لیڈروں سے اس طرح برقرار رہتی ہے،لیکن جب ان لیڈروں کی کرپشن ثابت ہونے پر ان کو سزا ملے تو یہ سراپا احتجاج بنتے ہوئے روڈوں پر نکل آتے ہیں۔آپ غور فرمالیں کہ فواد چوہدری جیسے بے باک شخص نے کئی مرتبہ علماء کرام کے خلاف بکواس کی،عمران خان نے صحابہ کرام کے متعلق نازیبا الفاظ کہے،عامر لیاقت نے اپنی پارٹی کے خلاف بولنے پر بلاول بھٹو کے متعلق کفریہ جملہ بولا ،لیکن مجال ہے کہ کسی تحریک انصاف کے ممبر یا سپورٹر نے اپنے ان لوگوں کی مذمت کی ہو۔ایسے لوگوں کو غور کرنا چاہیے کہ بے دینوں اور غدار لیڈروں سے محبت کا کہیں یہ انجام نہ ہو کہ ملک بھی برباد ہو،دنیا بھی نہ سنورے اور آخرت میں ان لیڈروں کے ساتھ حشر ہو۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں"المرء مع من احب"ترجمہ:آدمی کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب،باب المرء مع من احب،جلد4،صفحہ2032،حدیث2640،دار إحياء التراث العربي،بیروت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کہیں آپ اس لعنت کے مستحق تو نہیں؟

پیشکش: صدائے قلب

02 دسمبر 2019ء

مسند الفردوس کی حدیث پاک ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں"إِذا ظَهرت الْبدعُ فِی أمتِی فليظهر الْعَالم علمَه فَإِن لم يفعل فَعَلَيهِ لعنةُ الله "ترجمہ: جب میری امت میں گمراہیاں ظاہر ہوں تو عالم کو چاہیے کہ وہ اپنا علم ظاہر کرے (یعنی اپنے علم سے ان گمراہوں کا مقابلہ کرے) اگر اس عالم نے ایسا نہ کیا تو اس پر اللہ عزوجل کی لعنت۔ (الفردوس بماثور الخطاب، جلد1، صفحہ321، حدیث1271، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

اس حدیث پاک میں ہر عالم دین پر لازم کیا گیا کہ وہ فتنوں کے دور میں اپنا علم ظاہر کرے اور معاشرے میں بڑھتی ہوئی گمراہیوں کو حسبِ استطاعت روکنے کی کوشش کرے۔ **اپنے علم کو اپنی عبادت تک محدود رکھنا یا اس خوف سے گمراہ فرقوں کی قرآن و حدیث کی روشنی میں تردید نہ کرنا کہ لوگ مجھے کہیں شدت پسند یا فرقہ واریت پھیلانے والا نہ کہیں، یہ عالم کی شان نہیں۔**

ہر ذی شعور جانتا ہے کہ دن بدن فتنے بڑھ رہے ہیں۔ اس وقت جن مسائل کا سامنا ہے وہ درج ذیل ہیں:

☆قرآن وحدیث کے نام پر مسلمانوں کو فقہ حنفی سے دور کرنا اور کرامات اولیاء کا منکر بنانا، فقہ حنفی اور عقائد اہل سنت کی تائید میں موجود احادیث کو ضعیف ثابت کرنا۔

☆نام نہاد اسلامی اسکالرز جن میں جاوید غامدی، مرزا انجینئر سر فہرست ہیں۔ جاوید غامدی سیکولر ولبرل قسم کا شخص ہے اور احادیث کا منکر ہے، یہ عقلی دلائل دے کر لوگوں کو شرعی احکامات کا منکر بناتا ہے۔ انجینئر مرزا اردو ترجمے پڑھ کر اسکالر بنا بیٹھا ہے اور اہل سنت کے عقائد و نظریات اور بزرگان دین کی کرامات کا مذاق اڑاتا ہے۔ سوشل میڈیا پر مرزا کی آئے دن نئی سے نئی ویڈیو گمراہی پر مبنی عام ہو رہی ہوتی ہے۔

یہ دونوں لوگوں کو فقہ و مسلک سے آزاد ہو کر سوچنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عام عوام فرقہ واریت سے بدظن ہو کر خود کو اہل سنت بھی نہیں کہتی بلکہ کہتی ہے کہ ہم بس مسلمان ہیں، حالانکہ سب جانتے ہیں کہ حدیث پاک میں واضح کر دیا گیا ہے کہ ایک فرقہ جنت میں جائے گا۔ صحابہ و تابعین سے اہل سنت و جماعت کا جنتی ہونا ثابت ہے۔ خود کو مسلمان تو ہر گمراہ شخص کہتا ہے بلکہ قادیانی بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔

☆سیکولر اور لبرل طبقہ کو سرکاری اور میڈیا کی سپورٹ ہے اور دن بدن یہ علماء اور مدارس کے خلاف پروپیگنڈہ کررہے ہیں۔عام عوام میں دن بدن علماءاور مدرس کے متعلق منفی تاثر بڑھ رہا ہے ، آئے دن فواد چوہدری، حسن نثار جیسے لوگ دین کے خلاف زہر اگلتے ہیں۔

☆دہریت کا یہ حال ہے کہ فیس بک پر نام مسلمانوں والے ہیں لیکن اللہ عزوجل کی ذات کا انکار کررہے ہیں، اسلامی احکامات پر اعتراضات اور گستاخانِ رسول کی تائید کررہے ہوتے ہیں۔

☆شیعہ فرقہ دن بدن تبرا(صحابہ کرام کو گالیاں دینے) میں بڑھتا جارہاہے اور اس کی ایک وجہ اہل سنت میں موجود نیم رافضی مولویوں اور صلح کلی لوگوں کا ہونا ہے۔اہل تشیع کی کئی ویب سائیٹس اور فیس بک آئی ڈیز ہیں جن میں وہ خلفاء ثلاثہ (حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی) اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بے ادبیاں کررہے ہیں۔ایک کلپ میں شیعہ ذاکر نماز میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت حفصہ اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا نام لے کر ان پر معاذ اللہ لعنت بھیج رہا تھا۔

طاہر القادری، حنیف قریشی اور ریاض حسین جیسے مولوی عام عوام کو یہ تاثر دے رہے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دفاع کرنے والے ناصبی اوراہل بیت کے گستاخ ہیں۔ کئی جاہل و نالائق گدی نشین پیری فقیری کے نام پر شیعہ عقائد و نظریات کو تقویت دے کر نہ صرف خود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن و تشنیع کررہے ہیں بلکہ اپنے مریدین کا بھی بیڑہ غرق کررہے ہیں۔

ان تمام حالات میں علمائے کرام کو چاہیے کہ وہ گمراہ فرقوں، سیکولرولبرل لوگوں کے نظریات کی تردید کرنے کے ساتھ ساتھ خاص طور پر شیعوں اور جو مولوی اہل سنت کے نام پر مسلمانوں کو امیر معاویہ کا گستاخ بنارہے ہیں ان کا محاسبہ کریں۔ عام عوام کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کا گستاخ بننے سے روکیں۔ آج حضرت امیر معاویہ کی گستاخیاں ہورہی ہیں، **اگر ان کو بروقت نہ روکا گیا تو عنقریب دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی بھی کردار کشی شروع ہوجائے گی** جیسا کہ شیعہ فرقہ میں سوائے چار صحابہ کرام کے تمام صحابہ کو بُرا کہا جاتا ہے۔ جس طرح جاہل پیر اور گمراہ

مولوی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گفتگو کرتے ہیں، **ڈر ہے کہ کچھ عرصہ بعد یہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شیعہ عقیدہ کی طرح تمام صحابہ کرام سے افضل نہ کہہ دیں**، جبکہ کتب فقہ میں مذکور ہے کہ جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل کہے وہ گمراہ ہے۔ ملاحظہ ہو خزانۃ المفتین، فتح القدیر، حاشیۃ الشلبی، فتاویٰ بزازیہ، مجمع الانہر اور رد المحتار۔

بد عقیدہ لوگوں کے عقائد کی تردید کرنا فرقہ واریت اور شدت پسندی نہیں بلکہ یہ بہت بڑی نیکی اور اہم فریضہ ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "جب کوئی گمراہ بد دین رافضی ہو یا مرزائی، وہابی ہو یا دیوبندی وغیرہم خذلہم اللہ تعالیٰ اجمعین (اللہ تعالیٰ ان کو بے یارو مددگار چھوڑے۔) **مسلمانوں کو بہکائے فتنہ وفساد پیدا کرے تو اس کا دفع اور قلوب مسلمین سے شبہات شیاطین کا رفع فرض اعظم ہے** جو اس سے روکتا ہے" یصدون عن سبیل اللہ ویبغونہا عوجا "میں داخل ہے کہ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں۔۔۔ **مسلمانوں پر فرض ہے کہ ایسے گمراہوں، گمراہ گر، وبے دینوں کی بات پر کان نہ رکھیں، ان پر فرض ہے کہ روافض ومرزائیہ اور خود ان بے دینوں یا جس کا فتنہ اٹھتا دیکھیں سدباب کریں، وعظ علماء کی ضرورت ہو وعظ کہلوائیں، اشاعت رسائل کی حاجت ہو اشاعت کرائیں، حسب استطاعت اس فرض عظیم میں روپیہ صرف کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔** حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں" لما ظہرت الفتن اوقال البدع فلیظہر العالم علمہ ومن لم یفعل ذلک فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا" جب ظاہر ہوں فتنے یا فساد یا بد مذہبیاں اور عالم اپنا علم اس وقت ظاہر نہ کرے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے۔ اللہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 256، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دعا ہے کہ اللہ عزوجل علمائے کرام کے علم و عمل میں برکت دے اور ان کو دین متین کی خدمت کرنے اور دفاع اسلام و صحابہ میں اپنی خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ امت مسلمہ کو علمائے کرام کے ساتھ وابستگی و عقیدت نصیب کرے۔ ہمیں اور ہماری نسلوں کو بد عقیدگی اور صحابہ کرام کا گستاخ ہونے سے بچائے۔ آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
میں جنتی گروہ
میں سے ہوں
پیشکش: صدائے قلب
11 دسمبر 2019ء

آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیشین گوئی کی تھی "لا تقوم الساعۃ حتی تناکر القلوب ویختلف الأقاویل ویختلف الإخوان من الأب والأم فی الدین "ترجمہ: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ لوگوں کے دل ایک دوسرے سے غیر مانوس ہو جائیں گے، ایک دوسرے سے اقوال مختلف ہوں گے اور ایک ماں باپ سے بھائی دین میں الگ الگ ہو جائیں گے۔

(کنز العمال، کتاب القیامۃ، أشراط الساعۃ الکبری، جلد14، صفحہ297، حدیث38597، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

آج یہ پیشین گوئی حقیقت بن کر سامنے آگئی ہے کہ ایک ملک، شہر، علاقہ، محلہ تو کیا ایک گھر کے افراد ایک دوسرے سے مانوس نہیں، دلی اتحاد و یکجہتی نہیں، ہر ایک فرد کی اپنی ایک الگ ہی رائے ہے، دو حقیقی بھائیوں کا مذہب ایک نہیں کوئی کسی فرقے میں ہے تو کوئی کسی۔ کوئی **جاوید غامدی** کی لیکچر سن کر **احادیث کا منکر** ہو رہا ہے اور کوئی سیکولر لبرل وغیرہ۔

فرقہ واریت کی بنیادی وجہ: دن بدن یہ فرقہ واریت بڑھتی جا رہی ہے اور نئے نئے فرقے مختلف عقائد و نظریات لے کر وجود میں آرہے ہیں اور عام عوام ان کے پیروکار بن کر صراطِ مستقیم سے بھٹک رہی ہے۔ فرقہ واریت کی سب سے بڑی بنیادی وجہ **آزاد خیالی** ہے کہ ایک بندہ جب دو چار کتابیں پڑھ لے یا اسے کوئی دنیاوی مال و منصب مل جائے تو بعض اوقات شیطان اسے بہکا دیتا ہے اور وہ خود کو اپنے افعال اور عقائد میں آزاد سمجھتا ہے تو یہ اس کی گمراہی کا پہلا دروازہ ہوتا ہے۔ شروع شروع میں وہ کہتا ہے **"میں کسی فرقہ میں نہیں میں بس مسلمان ہوں"** رفتہ رفتہ میڈیا اور سیکولر لبرل لوگ اس کو مدارس، علماء اور دین دار لوگوں سے بدظن کر کے سیکولر ازم کی طرف لے جاتے ہیں۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ اس کو اسلامی احکامات اور اسلامی سزائیں عقل و انسانیت کے منافی لگنا شروع ہو جاتی ہیں اور وہ ان پر اعتراض کرنا شروع ہو جاتا ہے۔ ناموس رسالت، ختم نبوت جیسے اہم مسائل میں بھی وہ دخل اندازی کرتا ہے اور بعض اوقات کفر میں جا گرتا ہے۔ کئی سیکولر، لبرل لوگ دہریے بن کر اللہ عزوجل کی ذات کے منکر ہو جاتے ہیں۔

خود کو فرقہ واریت سے آزاد کر کے مسلمان کہنا کیسا: "میں کسی فرقہ میں نہیں، میں بس مسلمان ہوں" بھولی عوام یہ جملہ بھول کر خود کو فرقہ واریت سے آزاد سمجھتے ہوئے اپنے ذہن کے مطابق بڑی سمجھداری کا مظاہرہ کر رہی ہوتی ہے، لیکن حقیقت میں یہ ان کے بھولے پن اور کم علمی کی دلیل ہے۔ احادیث میں صراحت کے ساتھ کہا گیا ہے کہ ایک فرقہ جنتی ہے چنانچہ جامع ترمذی کی حدیث پاک ہے "إِنَّ بنی إسرائيل تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي" ترجمہ: یقینا بنی اسرائیل بہتر ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی۔ سوائے ایک ملت کے سب دوزخی ہیں۔ لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ کون سا فرقہ (جنتی) ہے؟ فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

(جامع ترمذی، أبواب الإيمان عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ما جاء فيمن يموت وهو يشهد أن لا إله إلا الله، جلد4، صفحہ323، حدیث2641، دار الغرب الإسلامي، بیروت)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح کر دیا کہ تہتر73 فرقوں میں سے ایک فرقہ جنتی ہے۔ بہتر72 فرقے جو دوزخ میں جائیں گے وہ اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتے ہوں گے۔ اس لیے تمام فرقوں سے بیزاری کرتے ہوئے فقط خود کو مسلمان کہنا مناسب نہیں۔ خود کو مسلمان قادیانی، رافضی، منکرین حدیث، سیکولر لوگ بھی کہتے ہیں۔ ہمیں خود کو اس فرقہ سے منسوب کرنا چاہیے جو جنتی ہے۔

جنتی فرقہ کی پہچان: آج لوگوں کو اصلی اور نقلی نوٹ کو پہچاننے کے کئی طریقہ پتہ ہیں لیکن حق و باطل کی پہچان نہیں اور نہ ہی اس کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقط تہتر ۷۳ فرقے ہونے کا فرما کر اپنی امت کو بے آسرا نہیں چھوڑا بلکہ آپ علیہ السلام نے دیگر احادیث میں اس جنتی فرقہ کی نشاندہی بھی کی ہے۔ پھر صحابہ کرام، تابعین، صوفیائے کرام و علمائے عظام نے صراحت کے ساتھ اس گروہ کے جنتی ہونے کا اور بقیہ فرقوں کے جہنمی ہونے کا کہا ہے ملاحظہ ہو شیخ عبد القادر جیلانی کی کتاب "غنیۃ الطالبین" وغیرہ۔ جنتی گروہ کی پہچان کے دو طریقے ہیں:

(1)اس جنتی فرقے کی تائید احادیث اور اقوال صحابہ سے ہو، ائمہ کرام، محدثین، علمائے کرام وصوفیائے عظام نے اس کو جنتی فرقہ کہا ہو۔

(2)اس جنتی فرقہ کے تمام عقائد و نظریات قرآن و حدیث کے مطابق ہوں کوئی عقیدہ ایسا نہ ہو جس کی حدیث پاک میں مذمت کی گئی ہو۔

فیصلہ: ان دونوں باتوں کو ذہن میں رکھ کر سوچیں گے تو بالکل واضح ہو گا کہ سوائے اہل سنت وجماعت کے کوئی فرقہ ایسا نہیں جس کی احادیث میں حق ہونے کی نشاندہی ہو اور اہل سنت وجماعت کا کوئی ایسا عقیدہ نہیں جس کی حدیث پاک میں نفی موجود ہو۔ اہل سنت وجماعت کے علاوہ بقیہ فرقوں کے باطل ہونے کی نشاندہی احادیث، صحابہ کرام، تابعین اور علمائے اسلاف سے واضح ہے۔ بلکہ ان کے عقائد ہی ایسے ہیں کہ ایک عقل و شعور رکھنے والا شخص خود ہی جان جائے گا کہ یہ عقیدہ غیر اسلامی ہے۔

اہل سنت کے جنتی فرقہ ہونے پر دلائل پیش خدمت ہیں:

تفسیر درمنثور میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ قرآن پاک کی اس آیت ﴿یَوۡمَ تَبۡیَضُّ وُجُوۡہٌ وَّتَسۡوَدُّ وُجُوۡہٌ﴾(ترجمہ کنز الایمان: جس دن کچھ منہ اونجالے (روشن) ہوں گے اور کچھ منہ کالے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں" وَأخرج الْخَطِيب فِي رُوَاة مَالك والديلمي عَن ابْن عمر عَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فِي قَوْله تَعَالَى {يَوْم تبيض وُجُوه وَتسود وُجُوه} قَالَ: تبيض وُجُوه أهل السّنة وَتسود وُجُوه أهل الْبدع وَأخرج أَبُو نصر السجْزِي فِي الْإِبَانَة عَن أبي سعيد الْخُدْرِيّ أَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَرَأَ {يَوْم تبيض وُجُوه وَتسود وُجُوه} قَالَ: تبيض وُجُوه أهل الْجَمَاعَات وَالسّنة وَتسود وُجُوه أهل الْبدع والأهواء "ترجمہ: امام خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک و دیلمی رحمہما اللہ سے روایت کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ عزوجل کے اس فرمان: "جس دن کچھ منہ روشن ہوں گے اور کچھ منہ کالے۔" کے متعلق فرمایا: **اہل سنت** کے چہرے سفید اور گمراہ لوگوں کے سیاہ ہوں گے۔ ابو نصر سجزی رحمۃ اللہ علیہ نے "ابانہ" میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ نے یہ آیت تلاوت کی "جس دن کچھ منہ روشن ہوں گے اور

کچھ منہ کالے" فرمایا: اہل سنت وجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت اور گمراہ لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ (درمنثور، جلد2، صفحہ291، دار الفکر، بیروت)

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح الفاظ میں اہل سنت وجماعت کو جنتی قرار دیا ہے چنانچہ ابو الفتح محمد بن عبد الکریم الشہرستانی (المتوفی 548) رحمۃ اللہ علیہ "الملل والنحل" میں لکھتے ہیں "أخبر النبی علیه السلام: ستفترق أمتی علی ثلاث وسبعین فرقة، الناجية منها واحدة، والباقون هلكى. قيل: ومن الناجية؟ قال: أهل السنة والجماعة. قيل: وما السنة والجماعة؟ قال: ما أنا عليه اليوم وأصحابي" ترجمہ: نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے خبر دی کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ایک فرقہ جنتی ہو گا باقی جہنمی۔ کہا گیا کون سا جنتی ہے؟ فرمایا: اہل سنت وجماعت۔ پوچھا گیا: اہل سنت وجماعت کون ہے؟ فرمایا جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں۔ (الملل والنحل، جلد1، صفحہ11، مؤسسة الحلبی)

اس فرمان میں اہل سنت کے جنتی ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی صراحت ہے کہ وہ جنتی گروہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام کا نقش قدم پر ہو گا۔ ہم دیکھتے ہیں کے تابعین و تبع تابعین وبعد کے بزرگان دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے انہی عقائد کو اختیار کیا جس پر صحابہ کرام علیہم الرضوان تھے۔ اہل سنت کے علاوہ جتنے بھی فرقے نکلے ان کی تاریخ چند سال یا چند صدیوں پر محیط ہو گی اور وہ فرقے عموما جس شخص سے نکلے اسی شخص سے منسوب ہوں گے لیکن اہل سنت نام کسی شخص سے منسوب نہیں۔

دوسری جگہ اس جنتی فرقہ کی ایک نشانی یہ ارشاد فرمائی کہ وہ بڑا گروہ ہو گا چنانچہ ابوداؤد شریف کی حدیث میں ہے "سَبْعُونَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ" ترجمہ: بہتر ۷۲ فرقے دوزخی اور ایک جنتی ہے اور وہ بڑا گروہ ہے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب السنة، باب شرح السنة، جلد4، صفحہ198، حدیث4597، المکتبة العصریة، بیروت)

یعنی جو جنتی گروہ ہو گا وہ تمام امت مسلمہ میں سب سے بڑا ہو گا۔ اسی بڑے گروہ کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم ہے۔ ابن ماجہ کی حدیث میں فرمایا "إِنَّ أُمَّتِي لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ، فَإِذَا رَأَيْتُمُ اخْتِلَافًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ

"ترجمہ: میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ جب تم اختلاف (فرقہ واریت) دیکھو تو تم پر بڑے گروہ کی اتباع لازم ہے۔ (ابن ماجة، كتاب الفتن، باب السواد الأعظم، جلد2، صفحہ1303، حدیث3950، دار إحياء الكتب، الحلبی)

اس وقت پوری دنیا میں مسلمان کی اکثریت اہل سنت ہے۔ آپ ویکیپیڈیا میں موجود رپورٹ میں دیکھ سکتے ہیں کہ پوری دنیا کے اسلامی ممالک میں اہل سنت کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ بقیہ تمام فرقے مل کر بھی اہل سنت و جماعت کی تعداد کے نصف تک نہیں پہنچ سکتے۔

جس طرح احادیث میں ایک جنتی فرقے کی نشانیاں آئی ہیں اسی طرح احادیث میں جہنمی فرقوں کی بھی نشانیاں آئی ہیں چنانچہ گستاخ صحابہ شیعوں کے متعلق امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع الجوامع میں، علامہ ابن منظور رحمۃ اللہ علیہ نے "مختصر تاریخ دمشق" میں، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے "الشفاء" میں اور خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ بغداد" میں حدیث پاک نقل کی۔ حدیث یوں ہے "عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَإِنَّهُ يَجِيئُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَسُبُّونَ أَصْحَابِي فَإِنْ مَرِضُوا فَلا تَعُودُوهُمْ، وَإِنْ مَاتُوا فَلا تَشْهَدُوهُمْ، وَلا تُنَاكِحُوهُمْ، وَلا تَوَارَثُوهُمْ، وَلا تُسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ، وَلا تُصَلُّوا عَلَيْهِمْ "ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے اصحاب کو گالی نہ دو۔ آخری زمانہ میں ایک قوم آئے گی جو میرے صحابہ کو گالیاں دے گی، اگر ایسے لوگ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر مر جائیں تو جنازہ میں شرکت نہ کرو، ان سے نکاح نہ کرو، ان کو وارث نہ بناؤ، ان سے سلام نہ کرو، ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھو۔

(تاریخ بغداد، حرف الواو، الحسين بن الوليد أبو عبد الله القرشي النيسابوري، جلد8، صفحہ725، حدیث2659، دار الغرب الإسلامي، بيروت)

جہاد کے نام پر مسلمانوں کو ہی قتل کرنے والے اور اسلام کو بدنام کروانے والے خارجیوں کے متعلق ابن ماجہ کی حدیث ہے "عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْخَوَارِجُ كِلَابُ النَّارِ "ترجمہ: حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خارجی جہنم کے کتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ، باب فی ذکر الخوارج، جلد1، صفحہ61، دار إحياء الكتب العربية)

جاوید غامدی، پرویزی، چکڑالوی اور دیگر منکرینِ حدیث کے متعلق سنن الدارمی، ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد کی حدیث پاک ہے ''عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِی كَرِبَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ، وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ، وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ، وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ۔ '' ترجمہ: حضرت مقدام بن معدیکرب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جان لو کہ مجھے قرآن بھی دیا گیا اور اس کا مثل بھی۔ خبردار! قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا اپنی مسہری پر کہے کہ صرف قرآن کو تھام لو اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو حرام پاؤ اسے حرام سمجھو۔ حالانکہ رسول اللہ کا حرام فرمایا ہوا ویسا ہی حرام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حرام فرمانا۔ دیکھو! تمہارے لئے نہ تو پالتو گدھا حلال ہے اور نہ کیل والا درندہ جانور۔

(سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، جلد4، صفحہ200، حدیث4604، المکتبة العصریة، بیروت)

یونہی دیگر گمراہ فرقوں کے متعلق احادیث موجود ہیں، جن میں اہل سنت کے علاوہ دیگر گمراہ فرقوں کی عقائد و نظریات کی مذمت ہوتی ہے اور مسلمانوں کو ان سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن افسوس کہ امت مسلمہ کے بعض لوگ بجائے گمراہ فرقوں سے دور رہنے کے اہل سنت وجماعت سے بھی بیزاری کا اظہار کردیتے ہیں۔

نئے فرقوں میں کون سے لوگ شامل ہورہے ہیں: اگر اس بات کی تحقیق کی جائے کہ جتنے بھی نئے فرقے بنے ہیں اور بن رہے ہیں ان میں کون سے لوگ شامل ہورہے ہیں تو باآسانی یہ ثابت ہوگا کہ عام سیدھے سادھے دینی تعلیم سے دور صحیح العقیدہ مسلمان (جن میں دنیاوی تعلیم یافتہ افراد بھی شامل ہیں) ان فرقوں میں جارہے ہیں اور گمراہ فرقوں کے لوگ فرقہ واریت کی مذمت کا ڈھونگ رچا کر بھولے مسلمانوں کو گمراہ کررہے ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ ہر مسلمان پیدائشی طور پر اہل سنت وجماعت والے عقائد پر ہوتا ہے، لیکن اپنی کم علمی اور بُری صحبت کی وجہ سے وہ دیگر فرقوں کے عقائد اپنالیتا ہے۔ آپ کسی بھی غیر سنی کو دیکھ لیں، اس کے والدین یا آباؤ اجداد سنی ہی ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض علمائے کرام اہل سنت وجماعت کو فرقہ نہیں کہتے کیونکہ فرقہ واریت اسے کہا جاتا ہے جس میں قرآن

وحدیث کے بر خلاف عقائد و نظریات بنائے جائیں، جبکہ اہل ست و جماعت کے وہی نظریات ہیں جو قرآن وحدیث اور صحابہ علیہم الرضوان سے ثابت ہیں۔ لیکن چونکہ تہتر 73 فرقوں میں سے ایک کے جنتی ہونے کا کہا گیا ہے اس لیے اس طور پر اہل سنت وجماعت کو فرقہ کہنا درست ہے۔

یہ بھی غور فرمالیں کہ فرقہ واریت کی مذمت بھی سب سے زیادہ عام سیدھے سادھے سنی مسلمان ہی کرتے ہیں کیونکہ گمراہ فرقوں سے وابستہ لوگ ہمیشہ اپنے آپ کو اپنے فرقہ سے نسبت دیں گے اور اسے ہی حق پر سمجھیں گے۔

امتِ مسلمہ کو امام احمد رضاخان کی وصیت: آج سے سو سال پہلے چودھویں صدی کے عظیم مجدد، اہل سنت وجماعت کے عظیم عالم دین حضرت امام احمد رضاخان رحمۃ اللہ علیہ نے کثیر موضوعات پر تقریبا ایک ہزار کتابیں لکھیں جن میں سائنس، حدیث، تفسیر اور فقہ کے ساتھ ساتھ عقائد پر بہترین تحقیقات امت مسلمہ کو پیش کیں۔ سب سے زیادہ آپ نے جس موضوع پر لکھا وہ ناموس رسالت، ختم نبوت، دفاع صحابہ کرام اور بدعقیدہ فرقوں کی مذمت ہے۔ آپ نے ہندوؤں اور دیگر مذاہب والوں کے اسلام پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیے، قادیانیوں کے خلاف سب سے بڑا کام یہ کیا کہ مکہ مدینہ کے چالیس جید علمائے کرام سے ان پر کفر کا فتویٰ لگوایا۔ جن لوگوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کی تھیں ان کی شدید مذمت فرمائی اور امت مسلمہ کو ان لوگوں سے دور رہنے کا حکم دیا۔ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں وصیت کرتے ہوئے فرمایا: ”پیارے بھائیو! مجھے معلوم نہیں کہ میں کتنے دن تمہارے اندر ٹھہروں۔ تین ہی وقت ہوتے ہیں: بچپن، جوانی، بڑھاپا۔ بچپن گیا، جوانی آئی، جوانی گئی، بڑھاپا آیا، اب کون سا وقت آنے والا ہے جس کا انتظار کیا جائے، ایک موت ہی ہے۔ اللہ قادر ہے کہ ایسی ہزار مجلسیں عطا فرمائے اور آپ سب لوگ ہوں، میں ہوں اور میں آپ سب لوگوں کو سناتا ہوؤں، مگر بظاہر اب اس کی امید نہیں۔

اس وقت میں دو وصیتیں آپ لوگوں کو کرنا چاہتا ہوں: ایک تو اللہ ورسول (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اور دوسری خود میری۔ تم مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑیں ہو۔ بھیڑئے تمہارے چاروں

طرف ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ تم کو بہکا دیں تمہیں فتنے میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم لے جائیں۔ ان سے بچو اور دور بھاگو! دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فرقے ہوئے اور ان سب سے نئے گاندھوی ہوئے، جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا۔ یہ سب بھیڑیے ہیں۔ تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں۔ ان کے حملوں سے اپنے ایمان کو بچاؤ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رب العزت جل جلالہ کے نور ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ روشن ہوئے، ان سے تابعین روشن ہوئے، تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے، ان سے مجتہدین روشن ہوئے۔ ان سے ہم روشن ہوئے، اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لے لو۔ ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو۔ وہ نور یہ ہے کہ اللہ و اس کے رسول کی سچی محبت ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور انکی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت، جس سے خدا اور رسول کی ادنیٰ سی توہین پاؤ، پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ، جس کو بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ میں مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔

میں پونے چودہ برس کی عمر سے یہی بتاتا رہا اور اس وقت پھر یہی عرض کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حمایت کے لیے کسی بندے کو کھڑا کر دے گا، مگر معلوم نہیں میرے بعد جو آئے کیسا ہو اور تمہیں کیا بتائے، اس لیے ان باتوں کو خوب سن لو حجۃ اللہ قائم ہو چکی، اب میں قبر سے اٹھ کر تمہارے پاس بتانے نہ آؤں گا۔ جس نے اسے سنا اور مانا قیامت کے دن اس کے لیے نور و نجات اور جس نے نہ مانا اس کے لیے ظلمت و ہلاکت۔ یہ تو خدا اور رسول کی وصیت ہے۔ جو یہاں موجود ہیں سنیں اور مانیں اور جو یہاں موجود نہیں تو حاضرین پر فرض ہے کہ غائبین کو اس سے آگاہ کریں۔" (الوصایا، صفحہ 7۔۔، مرتبہ مولانا شاہ حسنین رضا خان قادری نوری)

آخری گذارش: اس تمام تحریر کو پڑھ کر اگر کوئی مسلمان اس مضمون سے متفق نہ ہو اور اس کا یہی موقف ہو کہ اپنے آپ کو اہل سنت و جماعت سے منسوب کرنا بھی فرقہ واریت ہے، تو اس سے ایک گذارش ہے کہ جب حدیث پاک میں آگیا ہے کہ تہتر 73 فرقوں میں سے ایک جنت میں جائے گا تو پھر آپ کس دلیل سے کہہ رہے ہیں کہ "میرا کسی فرقہ سے تعلق نہیں" آپ کیا حق و باطل کو اکٹھا کر رہے ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ اہل سنت و جماعت کے حق

ہونے کی نفی کر کے ایک نیا فرقہ بنا رہے ہیں، جو فرقہ یہ کہتا ہے کہ "ہم مسلمان ہیں" اس فرقہ میں وہ لوگ شامل ہیں جن کے اپنے ہی عجیب و غریب عقائد ہیں؟ جی ہاں جو یہ کہہ رہے ہیں ہم بس مسلمان ہیں بعض اوقات ان کے عقائد و نظریات باطل قسم کے ہوتے ہیں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ میرا دل اس مضمون کو درست نہیں مانتا تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ دل اگر کسی چیز کو نہ مانے تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ چیز غلط ہے بلکہ نفس و شیطان ہمیشہ حق کے انکار اور بُرائی کی طرف ابھارتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے ﴿اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے۔ (سورۃ یوسف، سورۃ 12، آیت 53)

کتاب: "تذکرہ علمائے ہندوستان"

کا تنقیدی جائزہ

پیشکش: صدائے قلب

14 جنوری 2020ء

کچھ عرصہ پہلے ایک کتاب بنام''تذکرہ علمائے ہندوستان'' شائع ہوئی۔یہ کتاب سید محمد حسین بدایونی(المتوفی1918ء)نے لکھی تھی، لیکن وہ ایک مسودہ کی شکل میں تھی،ڈاکٹر خوشتر نورانی نے اسی مسودے پر PHD کا مقالہ لکھ کر سند حاصل کی اور بعد میں اس مقالہ کو چھاپ دیا۔اس کتاب کے منظر عام پر آتے ہیں علمائے اہل سنت کی طرف سے شدید ردعمل سامنے آیا۔سب سے پہلا اعتراض یہ ہوا کہ اس کتاب میں قادیانیوں کو بھی علماء میں شامل کرلیا گیا ہے۔پھر جس نے جتنی کتاب پڑھی اسی حساب سے اپنے اعتراضات تحریری شکل میں سوشل میڈیا پر وائرل کیے۔

اس کتاب کے مصنف محمد حسین بدایونی کے حوالے سے کلام کیا جائے تو یہ اہل سنت کی معتبر شخصیت نہیں بلکہ صلح کلی لگتا ہے کیونکہ کثیر سنی علماء کی سیرت میں اس نے لکھا کہ وہ ردبدمذہب کرتے تھے، لیکن خود انہوں نے بدمذہبوں کارد نہیں کیابلکہ ان کی تعریفات ہی کیں۔

اس کتاب کو چھاپنے اور اس پر حاشیہ لگانے والے خوشتر نورانی صاحب ہیں، جن کی نسبت فخر اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہے۔خوشتر نورانی صاحب نے اس کتاب کے دفاع میں علمائے اہل سنت کے اعتراضات کے جوابات دینے کی کوشش کی لیکن علمی طور پر ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ایک دواور شخصیات نے بھی اس کتاب کو پاک وصاف کرنے کی اور اعتراضات کرنے والے کو جاہل ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔آج کل سیکولر اور لبرل لوگوں کی طرح صلح کلیوں میں بھی یہ وباعام ہے کہ یہ خود کو آزاد سمجھ کر ہر طرح کی جائز وناجائز باتیں کرتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ اتحادوامن کے داعی،شدت پسندی کے مخالف ہیں، لیکن جب علمائے حق ان کے افعال کی شرعی گرفت کرتے ہیں تو فوراًاپنے دعوے بھول کر ان پر شدت پسند، قدامت پسند اور تکفیری مولوی کے الزامات لگاناشروع ہوجاتے ہیں۔

اس کتاب کو چھاپنے والے ناشر مقصود بھائی جو پاکستان میں رہتے ہیں، بعض حضرات کی طرف سے یہ خبر ملی ہے کہ اگر دلائل کے ساتھ ان کو سمجھایا جائے تو امید ہے کہ یہ اپنی غلطی تسلیم کرلیں گے۔مقصود بھائی سے جب اس

حوالے سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے ملنے سے تو انکار کر دیا لیکن اتنا کہہ دیا کہ آپ اس کتاب پر جو شرعی حکم بنتا ہے وہ لکھ دیں۔

ان حالات میں راقم نے مناسب سمجھا کہ اس کتاب کا مکمل مطالعہ کر کے جو شرعی اغلاط ہیں وہ علمائے کرام اور عوام الناس کے سامنے پیش کی جائیں اور خوشتر نورانی صاحب اور مقصود بھائی سے درخواست کی جائے کہ آپ اس تحریر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے شرعی نقطہ نظر سے غور و فکر کریں اور اپنے عمل سے رجوع کریں۔

اس کتاب میں کل چار شرعی قباحتیں ہیں:

(۱)اس کتاب کو بغور پڑھنے کی بجائے سرسری بھی پڑھا جائے تو جگہ جگہ اس میں صلح کلیت نظر آتی ہے۔ وہی صلح کلی مولویوں والا انداز کہ غیروں کے ساتھ میٹھے اور اپنوں کو نظر انداز کرنا۔ چاندپوری اور عبد الحیر ائے بریلی(صاحب نزہۃ الخواطر) جیسے لوگ جنہوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان اور سنیت کے خلاف لکھا، ان لوگوں کا ذکر بھی مصنف اور محشی نے بڑے احترام سے کیا ہے۔

(۲) کتاب کا نام ”تذکرہ علمائے ہندوستان“ رکھا، یہ نام ایسا ہے کہ قاری اسے پڑھ کر یہی تصور جماتا ہے کہ اس میں صحیح العقیدہ علمائے کرام کی سیرت بیان ہو گی جنہوں نے ملک و قوم کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا، لیکن اس کتاب میں مرتدین کو اہل علم کے طور پر پیش کیا گیا۔

(۳) گمراہ اور مرتدین کا ذکر خوب تعریفی اور تعظیمی کلمات کے ساتھ کیا۔

(۴) گمراہ اور مرتدین کے حالات زندگی صحیح طرح بیان نہ کیے بلکہ تصویر کا فقط ایک رخ دکھایا کہ وہ کس قدر علمی قابلیت کے حامل تھے۔ یہ واضح نہ کیا کہ ان کے باطل عقیدے کیا تھے اور انہوں نے اپنے ان باطل عقیدوں کی ترویج کے لیے کیا فتنہ و فساد بھرپا کیے۔ حالانکہ مصنف اور محشی اچھی طرح جانتے تھے کہ ان کے عقائد کیا تھے۔ لیکن اس اہم بات سے صرفِ نظر کیا گیا۔ اس کا نقصان یہ ہوا کہ گمراہ فرقوں کے لوگوں کے ہاتھ میں ایک تحریری سند دی کہ اہل سنت کے پلیٹ فارم سے ان کے مولویوں کی تعظیم و تعریف کی گئی ہے۔ مصنف نے مرزا غلام احمد قادیانی کا ذکر اس طور پر کیا کہ وہ عیسائی اور دیگر اسلام مخالفین سے مناظرے کرتا رہا۔ جسے پڑھ کر قاری یہ سمجھے

گا کہ مرزا نے دین اسلام کی خدمت کی ہے۔اس کے دعویٰ مجدد، مہدی اور نبی کو صحیح طرح ذکر ہی نہیں کیا فقط اتنا کہا کہ "آخر پر نزول وحی کے مدعی ہوئے" خوشتر نورانی نے حاشیہ میں لکھا: "مرزا صاحب کے مذکورہ دعوے کے پیش نظر جمہور علمائے اسلام نے اس گروہ کو کافر قرار دیا ہے۔" (تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ 688، دارالنعمان پبلیشرز)

یہاں لفظ جمہور عجیب ہے کہ اس کا متبادل یہ بنتا ہے کہ بعض علما اس کی تکفیر کے قائل نہ تھے۔

قادیانیوں کے خلیفہ اول نورالدین قادیانی کو مرتد نہ کہا بلکہ اس کے نام کے ساتھ مولانا لکھا اور کہا: "حکیم خلیفہ نور الدین مرزائی، آپ شاگرد اور مرید و خلیفہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ہیں، گویا مرزا صاحب کے خاص دست راست ہیں۔" (تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ 394، دارالنعمان پبلیشرز)

نورالدین قادیانی کے متعلق خوشتر نورانی کا حاشیہ ملاحظہ ہو: "مرزا صاحب کی اس دنیا سے رخصتی کے بعد ۲۷ مئی کو مولانا نورالدین کو متفقہ طور پر پہلا خلیفہ منتخب کیا گیا۔۔۔مولانا کے عہد میں اس فرقے نے کافی ترقی کی، نئے اخبارات کا اجرا ہو، تصانیف کا شعبہ قائم ہوا اور درجنوں تصانیف لکھی گئیں، بڑے پیمانے پر لائبریری قائم کی گئی اور انگریزی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ ہوا، نیز لندن میں پہلا احمدیہ مشن قائم ہوا۔ مولانا نے ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ کو قادیان، ضلع گورداس پور میں اس دار فانی سے کوچ کیا۔"

(تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ 821، دارالنعمان پبلیشرز)

کتاب "تذکرہ علمائے ہندوستان" کی تائید کرنے والوں کے دلائل

خوشتر نورانی اور اس کتاب کی تائید کرنے والوں پر جب تنقید کی گئی تو انہوں نے اپنے دفاع میں دو مغالطے دینے کی کوشش کی:

(۱) اہل حق و باطل سب کے ساتھ لفظ مولانا لکھنا "تذکرہ علمائے ہندوستان" ہی میں نہیں بلکہ اور بھی کئی اہل سنت کی مستند شخصیات میں پایا جاتا ہے۔

(۲) تاریخ لکھنے کا یہ انداز ہوتا ہے کہ ہر ایک کے متعلق مواد پیش کر دیا جائے اگرچہ اس کے نظریات جیسے بھی ہوں۔

پہلے مغالطے کا جواب

پہلے مغالطے کا جواب یہ ہے کہ اعتراض یہ نہیں کہ گمراہ مولویوں کے ساتھ مولانا لکھنا مطلقاً حرام ہے کیونکہ لفظ مولوی یا مولانا عرفی طور پر بطور حکایت گمراہوں کے ساتھ لکھ دیا جاتا ہے جس میں تعظیم مقصود نہیں ہوتی۔ اصل اعتراض یہ ہے کہ ایک کتاب علمائے ہندوستان کے عنوان سے لکھ کر اس کے اندر نہ صرف گمراہ و مرتد مولویوں کا ذکر کیا گیا بلکہ ان کے ساتھ تعظیمی کلمات لکھے گئے ہیں جیسے "حضرت"، "ولادت باسعادت"، مرحوم، زید اللہ برکاتہ وغیرہ۔ نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اہل سنت کے علماء سے زیادہ بدمذہبوں کے ساتھ لکھا دیکھا گیا۔ ایک بندہ اگر صوفیائے ہندوستان نامی کتاب لکھ کر جعلی پیروں کا بھی اس میں تعظیمی کلمات کے ساتھ ذکر کرے تو یقیناً اس کے اس فعل کی مذمت کی جائے گی۔ یونہی اگر کوئی ایک کتاب بنام "حکماء عرب" لکھے جس میں ابوجہل کا بھی بطور "حکیم" ذکر کرے تو یہی کہا جائے گا کہ مصنف نے کافروں کے سردار، دشمن رسول کو عزت دی۔

کتاب کے چند حوالے ملاحظہ ہوں:

سید احمد مجاہد بریلوی کے متعلق لکھا: "سید احمد مجاہد رائے بریلوی رحمۃ اللہ علیہ وبرد اللہ مضجعہ اگرچہ بظاہر یہ ذات ہلکی صفات، زمرہ علمائے کرام میں شامل نہیں ہے، مگر بباطن اس زمرے کے علما کے باعث افتخار ہیں۔۔۔ بعزم جہاد فی سبیل اللہ ہجرت فرمائی اور 24 ذی قعدہ 1246 ہجری کو متصل بالاکوٹ، واقع ملک پنجاب، شربت شہادت نوش فرمایا۔" (تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ 103، دارالنعمان پبلیشرز)

اسماعیل دہلوی کا ذکر کئی مقامات پر جب کیا تو اس کے ساتھ شہید لکھا اور ایک جگہ لکھا: "مولوی اسماعیل شہید مرحوم دہلوی" (تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ 303، دارالنعمان پبلیشرز)

مصنف نے اسماعیل دہلوی کے زندگی پر جب لکھا تو تعریف زیادہ اور تنقید کم کی، کچھ جملے ملاحظہ ہوں: "حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی۔۔۔ اپنے خاندانی علما و اساتذہ سے تحصیلِ علوم و تکسیبِ فنون، بوجہ اتم و اکمل کی۔۔۔ پیر و مرشد کے اوصاف ظاہری و باطنی اور محامد و مناقب میں کتاب "صراط مستقیم" بزبان فارسی لکھی۔ اہل اسلام میں تفرقہ ڈالا۔۔۔ پنجاب میں متصل بالاکوٹ۔۔۔ شربت شہادت نوش فرمایا۔"

(تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ 333، دارالنعمان پبلیشرز)

یہاں اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کا بالکل ذکر نہ کیا اور صراط مستقیم کو بھی مرشد کے اوصاف ظاہری و باطنی قرار دے دیا۔ حاشیہ میں خوشتر نورانی نے بھی کچھ زیادہ واضح کھل کر اسماعیل دہلوی کے فتنوں کا ذکر نہ کیا۔

پاک وہند کا کونسا عالم ہو گا جو ''حسام الحرمین'' کے متعلق نہ جانتا ہو۔ مصنف اور محشی دونوں نے حسام الحرمین کو نہ صرف نظر انداز کیا بلکہ دیابنہ اربعہ کی خوب تعریف و تعظیم کی۔ قاسم نانوتوی کے متعلق لکھا: ''حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی'' (تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ 241، دارالنعمان پبلیشرز)

ایک جگہ لکھا: ''مولانا محمد قاسم نانوتوی مرحوم کے شاگرد رشید ہیں۔''

(تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ 364، دارالنعمان پبلیشرز)

مصنف نے جب قاسم نانوتوی کے متعلق لکھا تو اس میں اس کی کتاب ''تحذیر الناس'' اور اس سے ہونے والے جھگڑوں کا بالکل ذکر نہ کیا، بلکہ قاسم نانوتوی کی تعریفات سے کلام شروع کیا اور عیسائی پادری اور پنڈت سے مناظرے کے ذکر پر بات ختم کر دی۔ ملاحظہ ہو ''مولانا محمد قاسم نانوتوی۔۔۔علامہ عصر، فہامہ دہر، فاضل متبحر، مباحث و مناظر، خوش تقریر، محرر بے نظیر، معقولات کے شیدائی تھے۔ عہد طفلی سے ہی ذہین و فطین، طباع، بلند ہمت، وسیع حوصلہ، جفا کش اور جری تھے۔ خوشنویسی کا بچپن سے ہی شوق تھا۔ تحریر نظم کا حوصلہ بڑھا ہو ا تھا۔۔۔ مولانا حاجی شاہ امداد اللہ کے مرید و خلیفہ ہو کر فیوض ظاہری و باطنی سے بہرہ اندوز ہوئے۔ شاہ صاحب اکثر فرمایا کرتے کہ محمد قاسم کو خداوند عالم نے میری زبان بنایا تھا۔۔۔۔''

(تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ 356، دارالنعمان پبلیشرز)

اشرف علی تھانوی کے متعلق لکھا: ''حاجی، حافظ، قاری، مولوی اشرف علی تھانوی ابن شیخ عبدالحق صاحب، ولادت باسعادت آپ کی۔۔ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر ہوئی۔۔۔ اس ذات منبع البرکات، جامع الحسنات کی تصانیف یہ ہیں۔'' (تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ 108، دارالنعمان پبلیشرز)

حسن عسکری فتح پوری کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا: ”کتب صحاح، اول سے آخر تک حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے تمام ہوئیں۔“ (تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ 146، دارالنعمان پبلیشرز)

رشید گنگوہی کے متعلق لکھا: ”مولوی، عالم، فاضل، استاذ الاساتذہ، رشید احمد محدث حنفی گنگوہی کے فضل و کمالات کا عام طور پر تمام میں شہرہ ہے۔ اکثر علما کو آپ کی شاگردی کا فخر ہے۔“

(تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ 167، دارالنعمان پبلیشرز)

حاجی امداداللہ مہاجر مکی صاحب کے مریدوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا: ”خلفائے راشدین: مولوی رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی۔۔۔ حضرت مولوی حاجی اشرف علی تھانوی۔۔۔ زاد اللہ برکاتہم سراوعلانیہ۔“

(تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ 117، دارالنعمان پبلیشرز)

ایک جگہ مصنف نے لکھا اور محشی نے اس کا ترجمہ یوں کیا: ”جو بھی اس فقیر سے محبت و عقیدت اور ارادت رکھتے ہیں ان میں مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی محمد قاسم نانوتوی جملہ کمالات ظاہری و باطنی کے جامع ہیں۔ یہ حضرات فقیر سے اپنے آپ کو مدارج و کمالات میں کم شمار کرتے ہیں جب کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یہ حضرات میری اور میں ان کی جگہ پر ہوں اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھتا ہوں۔ ایسے حضرات اس زمانے میں نایاب بلکہ کمیاب ہیں۔ ان کی صحبت و خدمت سے فیض اٹھانا چاہیے۔“ (تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ 788، دارالنعمان پبلیشرز)

ثناء اللہ امرتسری کے متعلق لکھا: ”ولادت باسعادت اس نیک ذات ستودہ صفات“

(تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ 134، دارالنعمان پبلیشرز)

صدیق حسن بھوپالی کے متعلق لکھا: ”ماشاءاللہ جیسے نور علم سے سیرت منور تھی، اسی طرح ظاہری خوبصورتی میں بھی لاجواب تھے۔“ (تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ 194، دارالنعمان پبلیشرز)

نذیر حسین دہلوی کے متعلق لکھا: ”حافظ سید نذیر حسین سورج گڑھی دہلوی زید اللہ فیوضہ۔۔۔ یہ ذات ستودہ صفات۔۔۔ جلوہ گر ہوئی۔۔۔ شیخ المحدثین و رئیس المفسرین میں شمار ہے۔ نامی گرامی علما کو اس ذات بابرکات کی شاگردی کا فخر ہے۔“ (تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ 382، دارالنعمان پبلیشرز)

محمد ابراہیم آروی کے متعلق لکھا ہے:''مولوی محمد ابراہیم زیداللہ فیوضہ ابن مولوی حکیم شیخ عبد العلی آروی (ضلع شاہ آباد)، آپ عامل بالحدیث غیر مقلد ہیں، خیالات آپ کے ہر وقت اصلاح قوم و بہبودی پر ہیں۔ مدرسہ احمدیہ آرہ آپ کے ہی فیوض کا سرچشمہ ہے۔''

(تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ88، دارالنعمان پبلیشرز)

عبدالحی رائے بریلی دیوبندی جس نے نزھۃ الخواطر، جلد8، صفحہ 1181 میں امام احمد رضا خان کے متعلق خوب **بغض** کا اظہار کیا چنانچہ لکھا ''كان متشدداً في المسائل الفقهية والكلامية، متوسعاً مسارعاً في التكفير، قد حمل لواء التكفيروالتفريق في الديار الهندية۔۔۔وكان لا يتسامح ولا يسمح بتأويل في كفر ومن لا يوافقه على عقيدته۔۔۔ثم انصرف إلى تكفير علماء ديو بند، كالإمام محمد قاسم النانوتوي والعلامة رشيد أحمد الكنكوهي والشيخ خليل أحمد السهارنفوري ومولانا أشرف علي التهانوي ومن والاهم، ونسب إليهم عقائد، هم منها برآؤ، ونص على كفرهم وأخذ على ذلک توثيقات علماء الحرمين الذين لا يعرفون الحقيقة ''اس عبدالحی کے **متعلق** مصنف محمد حسین بدایونی نے لکھا:''**اس ذات ستودہ صفات کی ولادت باسعادت۔۔۔ تصانیف آپ کی مفید ثابت ہوئی ہیں۔**''

(تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ222، دارالنعمان پبلیشرز)

خوشتر نورانی نے نزہۃ الخواطر میں موجود امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کے تعارف کا حوالہ دیا لیکن ایک جملہ بھی عبدالحی کی تردید میں نہ لکھ سکے۔ تھوڑی اپنے مسلک کے ساتھ وفاداری بھی ہونی چاہیے۔

سرسید احمد خاں کا کثیر مقامات پر جب تذکرہ کیا تو اسے ''نجم الہند'' کہا۔ اس کا تعارف کچھ یوں پیش کیا:''نجم الہند سید احمد دہلوی ثم علی گڑھی، ابن سید محمد متقی ابن سید محمد ہادی 17 اکتوبر 1817ء کو آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔۔۔عالم، عاقل، مدبر، منتظم بالخصوص مسلمانوں کے ہمدرد و خیر خواہ مونس و جاں نثار تھے۔۔۔اس میں بڑا بھاری اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا سید صاحب نے اپنے خیالات سے (جو زمانے کی رفتار پر بہ نیت بہبودی و ترقی قوم کی خاطر تھے) توبہ کی یا نہیں، لیکن میری تحقیقات سے یہی امر بخوبی پایہ ثبوت کو پہنچا ہے کہ آپ نے بصدق دل بگریہ و

زاری توبہ کی اور کلمہ طیبہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ بآواز بلند پڑھا۔۔۔اکثر ضروریات دین کے منکر تھے اور اسی باعث تفسیر بالرائے لکھی جس سے آخر میں تائب ہوئے، خدا ان کی توبہ قبول کرے۔"

(تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ 93،95، دار النعمان پبلیشرز)

یہاں مصنف نے عجیب و غریب انداز میں سرسید کو پاک وصاف کرنے کی کوشش کی ہے۔ سب سے پہلے تو یہ اپنے پاس سے بات کہہ دی کہ سرسید کے جو بھی باطل عقائد تھے وہ قوم کی ترقی کی خاطر تھے۔ کیا نیچریت میں قوم کی ترقی ہے، جنت اور حوروں کا مذاق اڑانا، معجزات کا انکار کرنے میں کونسی قوم کی بہتری ہے؟ مزید اپنے طور پر کہہ دیا کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ انہوں نے توبہ کرلی تھی، لیکن یہ واضح نہیں کیا کہ وہ ثبوت کیا تھا، مصنف کی خود اپنی حیثیت مستند نہیں تو کیسے ایک نیچری شخص کے متعلق مان لیں کہ اس نے توبہ کرلی ہوگی۔ اس طرح تو کسی بھی گمراہ و مرتد کے بارے میں کوئی مصنف ایسا لکھ دے تو کیا ہمیں ماننا ہوگا؟

یہ چند حوالے قارئین کے سامنے پیش کیے ہیں جسے پڑھ کر ہر ذی شعور صحیح العقیدہ شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ کس طرح بدمذہبوں اور مرتدین کی تعظیم و تعریف کی گئی ہے۔ شرعی طور بدمذہب کی تعظیم حرام اور اس کی گمراہی کو چھپانا دوسرا حرام فعل ہے، جو اس کتاب میں کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "من سلم علی صاحب بدعة اولقیه بالبشر اواستقبله بما یسره فقد استخف بما انزل علی محمد" ترجمہ: جو کسی بدمذہب کو سلام کرے یا اس سے بکشادہ پیشانی ملے یا اس کا ایسا استقبال کرے جس سے وہ خوش ہو تو اس نے اس چیز کو ہلکا سمجھا جو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر نازل کی گئی۔

(تاریخ بغداد ، ترجمه عبد الرحمن ابن عوف، جلد10،صفحه264،دار الفکر، بیروت، ماخوذ از فتاوی رضویه ،جلد21،صفحه190)

ایک حدیث میں ہے "من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام" ترجمہ: جس نے کسی بدعتی و بدمذہب آدمی کی تعظیم کی اس نے بلاشبہ اسلام کے گرانے (مٹانے) پر امداد کی۔

(المعجم الاوسط، باب المیم من اسمه: محمد، جلد7، صفحه35، حدیث6772، دار الحرمین، القاهرة)

شعب الایمان کی حدیث پاک ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں''اذامدح الفاسق غضب الرب واھتز لذٰلک العرش''ترجمہ: جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب عزوجل غضب فرماتا ہے اور عرش الٰہی ہل جاتا ہے۔

(شعب الایمان باب فی حفظ اللسان، جلد6، صفحہ511، حدیث4544، مکتبۃ الرشد، الریاض)

فاسق وفاجر، گمرو مرتدین کی تردید وتوہین تاحدِ مقدور فرض ہے۔ حدیث شریف میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں''اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفه الناس اذکروا الفاجر بمافیه یحذرہ الناس''ترجمہ: کیا تم فاجر کے ذکر سے گبھراتے ہو، لوگ کب اسے جانیں گے؟ فاجر کے فجور کا ذکر کرو تاکہ لوگ اس سے محفوظ رہیں۔

(تاريخ بغداد، جارود بن يزيد أبو الضحاك النيسابوري، جلد8، صفحہ194، حدیث2380، دار الغرب الإسلامي، بيروت)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا کہ کافر، مرتد، مبتدع، بدمذہب اور فاسق کو ابتداء سلام کہنا یا ان سے خندہ پیشانی سے پیش آنا، ہنسنا بولنا، ایسی دوستی رکھنا جیسے دنیادار ہنسنے بولنے کے لئے رکھتے ہیں اس سلسلہ میں انہیں تحائف روانہ کرنا یا ان کی ایسی تعظیم کرنا کہ وہ آئیں تو کھڑے ہوگئے یا تحریراً تقریراً انہیں عنایت فرمایا کریم، مشفق مہربان، یاجناب صاحب لکھنا وغیرہ جائز ہے کہ نہیں؟ خلاصہ یہ کہ ایسے لوگوں سے ایسا برتاؤ کرنا جس سے وہ خوش ہوں یا اس میں اپنی تعظیم جانیں اگرچہ فاعل (کرنے والے) کی نیت اس تعظیم یا خوش کرنے کی ہو یا نہ ہو، کیسا ہے؟(مختصراً)

اس سوال کے جواب میں امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:''ان لوگوں کو بے ضرورت و مجبوری ابتداء سلام حرام اور بلا وجہ شرعی ان سے مخالطت اور ظاہری ملاطفت بھی حرام، قرآن عظیم میں قعود معھم(یعنی ان کے پاس بیٹھنے) سے نہیں صریح موجود اور حدیث میں بخندہ پیشانی ملنے پر قلب سے نور ایمان نکل جانے کی وعید، افعال تعظیمی مثل قیام(کھڑا ہونا) تو اور سخت تر ہیں یوہیں کلمات مدح(یعنی تعریفی کلمات کہنا) حدیث میں ہے اذا مدح الفاسق غضب الرب و اھتزله عرش الرحمن(جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو اللہ عزوجل غضب فرماتا ہے اور رحمن عزوجل کا عرش ہل جاتا ہے)....باقی دنیوی مراسم جن میں تعظیم واختلاط نہ ہو ان میں

فاسق کا حکم آسان ہے مصالح دینیہ پر نظر کی جائے گی اور مرتد و مبتدع سے بالکل ممانعت اور ضروریات شرعیہ ہر جگہ مستثنٰی۔'' (احکام شریعت، صفحہ324، نظامیہ کتاب گھر، لاہور)

علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ مبتدع تو مبتدع فاسق بھی شرعا واجب الاہانۃ ہے اور اس کی تعظیم ناجائز چنانچہ علامہ حسن شرنبلالی مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں''الفاسق العالم تجب اهانته شرعا فلا يعظم''ترجمہ: فاسق عالم کی شرعاتوہین ضروری ہے اس لیے اس کی تعظیم نہ کی جائے۔
(مراقی الفلاح ،فصل فی بیان الاحق بالامامۃ، صفحہ115، المکتبۃ العصریۃ)

امام علامہ فخر الدین زیلعی تبیین الحقائق، پھر علامہ سید ابو السعود ازہری فتح المعین، پھر علامہ سید احمد مصری حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں''قد وجب علیهم اهانته شرعا''ترجمہ: ان پر اس کی اہانت ضروری ہے۔
(طحطاوی علی الدر المختار، باب الامامۃ، جلد1، صفحہ243، دار المعرفۃ، بیروت)

علامہ محقق سعد الملۃ والدین تفتازانی مقاصد و شرح مقاصد میں فرماتے ہیں'' حكم المبتدع البغض والعداوة والاعراض عنه والاهانة والطعن واللعن''ترجمہ: بد مذہب کے لیے حکم شرعی یہ ہے کہ اس سے بغض و عداوت رکھیں، روگردانی کریں، اس کی تذلیل و تحقیر بجالائیں۔ اس سے لعن طعن کے ساتھ پیش آئیں۔
(شرح مقاصد، المبحث الثامن، حکم المومن، جلد2، صفحہ270، دار المعارف النعمانیہ، لاہور)

دوسرے مغالطے کا جواب

یہ کہنا کہ تاریخ اسی طرح لکھی جاتی ہے، یہ بات بھی شرعا اور تاریخی اعتبار سے درست نہیں۔ تاریخ و تراجم لکھنے کا اصل مقصد و فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ہر شخصیت کے متعلق لوگوں کو صحیح معلومات فراہم کی جائے کہ اصلاح امت میں اس کا کردار منفی تھا یا مثبت، تاکہ عوام الناس کو حق و باطل کی تمیز ہو سکے۔ کمال بات یہ ہے کہ ''تذکرہ علمائے ہندوستان'' کے مقدمہ میں یہی بات خوشتر نورانی صاحب نے مصنف محمد حسین بدایونی کے حوالے سے نقل کی ہے چنانچہ لکھا:''تاریخ ہی ایسی چیز ہے، جس سے عبرت انگیز اور فرحت آمیز حادثات وواقعات کا علم ہوتا ہے، زمانے کے نشیب و فراز سمجھ آتا ہے، حق و باطل میں تمیز کرنے کا مادہ پیدا ہوتا ہے، تجربہ حاصل ہوتا ہے، ترغیب و ترہیب

اس سے بخوبی حاصل ہوتی ہے۔ قدرت کے عجائبات و غرائبات کے مشاہدے سے قادر مطلق کی قدرت سے عارف باللہ ہونے کا عمدہ ذریعہ ہے۔ نیک و بد کاموں کے نتائج جانے جاتے ہیں۔"

(تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ 68، دار النعمان پبلیشرز)

اگر قصداً گمراہ و مرتدین کی خباثتوں کو ذکر نہ کیا بلکہ ان کو اس انداز سے پیش کیا کہ وہ بہت علامہ و فہامہ اور دین کے خدمتگار تھے تو یہ مصنف کی خیانت ہے جس کا اعتراف خود سید محمد حسین نے کیا ہے چنانچہ لکھا ہے: "تاریخی حالات، تحقیقی راست، بلا کم و کاست، من و عن لکھنا مؤرخ کا فرض منصبی ہے۔"

(تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ 76، در النعمان پبلیشرز)

اسلاف نے جو تاریخ و سیرت اور تراجم کی کتابیں لکھی ہیں ان میں جابجا ایسے جزئیات موجود ہیں جن میں واضح طور پر گمراہ و مرتدین کے عقائد و نظریات کی نشاندہی کر کے ان کی تردید کی ہے اور ان لوگوں کے متعلق سخت کلمات کہے ہیں تاکہ لوگ ان کے فتنوں سے آگاہ ہو سکیں۔ اگر تاریخ و تراجم لکھنے والے پچھلے لوگ محمد حسین بدایونی اور خوشتر نورانی صاحب جیسے ہوتے تو آج امت محمدیہ کو یہ نہ معلوم ہو تا کہ ابو جہل دشمن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا، کیونکہ انہوں نے ابو جہل کی بہادری اور سرداری کو پیش کر کے اسے عظیم شخصیت ثابت کر دینا تھا۔ یونہی تراجم کی کتب لکھتے تو تمام راویوں کو عادل ثابت کر دیتے کہ کسی کے فسق وغیرہ کو ذکر ہی نہ کرتے فقط اس کی تعریفیں ہی کر دیتے۔

چند حوالے تاریخ و تراجم کی کتب سے پیش خدمت ہیں کہ انہوں نے گمراہ و مرتدین کا ذکر اپنی کتابوں میں کیسے کیا:

بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب میں عمر بن احمد بن ھبۃ اللہ (المتوفی 660ھ) نے لکھا "اسحاق الذي تنسب اليه الاسحاقية من النصارى: **رجل لعين**، ممن غير دين المسيح عليه السلام عند ظهور الشعوب واختلافهم، ظهر بعد مرسواري اللعين الذي ادعى ان المسيح رب العالمين"

(بغية الطلب في تاريخ حلب، جلد 3، صفحہ 1548، دار الفكر، بيروت)

تاریخ الإسلام وَوَفیات المشاھیر وَالأعلام میں شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (المتوفی748ھ) لکھتے ہیں ’’ عطاء المقنع **شيخ لعين**، خرساني، كان يعرف السحر والسيمياء، فربط الناس بالخوارق والمغيبات، وادعى الربوبية من طريق المناسخة‘‘

(تاريخ الإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام، جلد4، صفحه458، دار الغرب الإسلامي)

البدایۃ والنھایۃ میں ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی (المتوفی774ھ) نے لکھا ’’قال أبو شامة: في سنة سبع وخمسين وستمائة مات شخص **زنديق** يتعاطى الفلسفة والنظر في علم الأوائل، وكان يسكن مدارس المسلمين، وقد أفسد عقائد جماعة من الشبان المشتغلين فيما بلغني، وكان أبوه يزعم أنه من تلامذة ابن خطيب الري الرازي صاحب المصنفات. حية ولد حية‘‘

(البداية والنهاية، جلد13، صفحه218، دار الفكر، بيروت)

تاریخ ابن خلدون میں عبد الرحمن بن محمد ابن خلدون (المتوفی808ھ) نے لکھا ’’كان ماني الثنويّ **الزنديق**‘‘

(ديوان المبتدأ والخبر في تاريخ العرب والبربر ومن عاصرهم من ذوي الشأن الأكبر، جلد2، صفحه203، دار الفكر، بيروت)

النجوم الزاھرۃ في ملوک مصر والقاھرۃ میں یوسف بن تغری بردی بن عبد اللہ الظاہری الحنفی (المتوفی874ھ) لکھتے ہیں ’’وكان أبو زرعة الرازيّ يقول: بشر بن غياث **زنديق**‘‘

(النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة، جلد2، صفحه228، وزارة الثقافة والإرشاد القومي، دار الكتب، مصر)

تھذیب التھذیب میں ابو الفضل احمد بن علی حجر العسقلانی (المتوفی852ھ) لکھتے ہیں ’’كان ابن معين يقول يوسف الستي **زنديق** وعائذ بن حبيب **زنديق**‘‘

(تهذيب التهذيب، جلد5، صفحه88، مطبعة دائرة المعارف النظامية، الهند)

مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان میں ابو محمد عفیف الدین عبد اللہ الیافعی (المتوفی768ھ) لکھتے ہیں ’’وفيها توفي الحاكم بأمر الله أبو علي منصور بن العزيز بن نزار بن المعز العبيدي صاحب مصر والشام والحجاز والمغرب، فقد في شوال وله ست وثلاثون سنة. جهزت أخته ست الملك عليه من قتله، وكان **شيطاناً مهيباً خبيث النفس متلون الاعتقاد**‘‘

(مرآة الجنان وعبرة اليقظان في معرفة ما يعتبر من حوادث الزمان، جلد3، صفحه20، دار الكتب العلمية، بيروت)

المعارف میں ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبۃ الدینوری (المتوفی 276ھ) لکھتے ہیں ”وكان ابن قتيبة **خبيث اللسان** يقع في حق كبار العلماء“ (المعارف، صفحہ 85، الهيئة المصرية العامة للكتاب، القاهرة)

المعرفة والتاریخ میں یعقوب بن سفیان بن جوان الفارسی (المتوفی 277ھ) لکھتے ہیں ”بلغني عن ابن معين قال: نوح بن دراج **كذاب خبيث**“ (المعرفة والتاريخ، جلد 3، صفحہ 56، مؤسسة الرسالة، بيروت)

المنتظم في تاريخ الأمم والملوک میں جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمن الجوزی (المتوفی 597ھ) لکھتے ہیں ”جرول بن مالک ۔۔۔ وكان **خبيث اللسان** كثير الهجاء“

(المنتظم في تاريخ الأمم والملوک، جلد 5، صفحہ 307، دار الكتب العلمية، بيروت)

تاریخ الإسلام ووفیات المشاهیر والأعلام میں شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد الذہبی (المتوفی 748ھ) معبد جہنی بصری کے متعلق لکھتے ہیں ”قال مرحوم العطار: حدثني أبي وعمي قالا: سمعنا الحسن يقول: إياكم ومعبدا الجهني، فإنه **ضال مضل**. وقال جرير بن حازم، عن يونس بن عبيد، قال: أدركت الحسن وهو يعيب قول معبد، يقول: هو **ضال مضل**“

(تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام، جلد 6، صفحہ 201، دار الكتاب العربي، بيروت)

شذرات الذهب في أخبار من ذهب میں عبد الحی بن احمد بن محمد الحنبلی (المتوفی 1089ھ) لکھتے ہیں ”والجعد هذا من أوّل من نفى الصّفات، وعنه انتشرت مقالة الجهميّة، إذ ممن حذا حذوه في ذلک الجهم بن صفوان، عاملهما الله تعالى بعدله. قال الذّهبيّ في «المغني»: الجعد بن درهم **ضالّ مضلّ**، زعم أن الله تعالى لم يتخذ إبراهيم خليلا“

(شذرات الذهب في أخبار من ذهب، جلد 2، صفحہ 112، دار ابن كثير، بيروت)

میزان الاعتدال في نقد الرجال میں شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد الذہبی (المتوفی 748ھ) لکھتے ہیں ”عبد الله بن سبأ من **غلاة الزنادقة. ضال مضل**“

(ميزان الاعتدال في نقد الرجال، جلد 2، صفحہ 426، دار المعرفة للطباعة والنشر، بيروت)

توضیح المشتبہ في ضبط اسماء الرواۃ میں محمد بن عبد اللہ الشافعی (المتوفی 842ھ) لکھتے ہیں ”لقبه قشيلة **فاسق رافضي**“

(توضيح المشتبه في ضبط أسماء الرواة وأنسابهم وألقابهم وكناهم، جلد7، صفحه104، مؤسسة الرسالة، بيروت)

یونہی امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ''المنتظم فی تاریخ الامم والملوک'' میں مانی اور یونس بن فروہ کو **زندیق** کہا۔ پھر آگے ایک جگہ ان الفاظ کی ہیڈنگ بنائی ''أحمد بن يحيى بن إسحاق أبو الحسين الريوندى **الملحد الزنديق**'' امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام'' میں لکھا ''وإسحاق بن محمد بن أبان النخعي الأحمر **الزنديق الإلحادى**'' پھر آگے یوں لکھتے ہیں ''أبو جعفر بن أبي العزاقر الشلمغانى **الزنديق**'' امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ طبری کی ساتویں جلد میں کئی مقامات پر صاحب الزنج کو **فاسق و خبیث** لکھا ہے۔ ایک شخص کے متعلق یوں لکھتے ہیں ''جعفر بن أحمد خال ابن **الخبيث الملعون**'' ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ ''الکامل فی التاریخ'' میں لکھتے ہیں ''جعفر بن إبراهيم المعروف بالسجان وكان من ثقات **الخبيث**'' امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ''تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام'' میں لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو ان الفاظ کے ساتھ خبیث کہا ''قدمت أخبرت أحمد بن حنبل فقال قاتله الله **الخبيث**''

کتاب ''تذکرہ علمائے ہندوستان'' کی شرعی حیثیت

اس کتاب کے متعلق راقم کا یہ مؤقف ہے کہ اس کتاب میں کئی شرعی قباحتیں ہیں جس کی وجہ سے اس کا چھاپنا شرعاً جائز نہیں۔ ایسی کتاب اشاعت فاحشہ میں سے ہوتی ہے جس میں کفار، گمراہ و مرتدین کی تعظیم و تعریف ہو۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے جب ہندو دیوتاؤں اور ان کے مذہبی پیشواؤں کے متعلق تعظیمی کلمات چھاپنے کا سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: ''ایسے اقوال کے قائم ہادی نہیں ہوسکتے بلکہ مضل ہیں یعنی گمراہ کرنے والے اور گمراہی پھیلانے والے اور مسلمانوں کو گمراہی کی طرف بلانے والے، اور جو ایسے اقوال کو شائع کرتے ہیں وہ مسلمانوں میں اشاعت فاحشہ کے محب اور ان قائلوں کی طرح غضب جبار و عذاب قہار کے مستوجب ہیں بزرگان اسلام کے مناقب کو دنت کتھا یعنی بے اصل افسانہ کہنا ہی گمراہی کے لئے کافی تھا مگر کفار کے مذہبی جذبات اور ان کے دیوتاؤں اور پیشواؤں کو عزت دینا صریح کلمہ کفر ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ، جلد14، صفحہ624، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

اس کتاب سے بعض علمائے کرام کے متعلق کچھ معلومات تو مل جائے گی لیکن بد مذہبوں اور مرتدین کا ذکر جس انداز سے کیا گیا ہے اس کا نقصان اہل سنت کو زیادہ ہے کہ گمراہ فرقے اور قادیانی اس کتاب کے حوالے اہل سنت پر بطور حجت پیش کریں گے اور حسام الحرمین کے حوالے سے جس طرح پہلے ساز شیں کرتے ہیں اب مزید کریں گے۔

آخری عرض

خوشتر نورانی صاحب اور اس کتاب کا دفاع کرنے والے دیگر احباب سے عرض ہے کہ اس مسئلہ کی حساسیت کو سمجھیں اور اسے اپنی ”انا“ کا مسئلہ نہ بنائیں۔ اس کتاب سے ہونے والے نقصانات کی طرف نظر کریں اور بالخصوص ”صلح کلیت“ کے مفاسد کو بھی سمجھیں کہ آج سے پہلے بھی کئی مولویوں نے صلح کلیت کا پرچار کرکے اپنے کیے کرائے پر پانی پھیرا اور اہل سنت میں رخنہ ڈالا ہے۔

خوشتر نوارنی صاحب! جس ہستی کے ساتھ آپ کی نسبت ہے اس نے ساری زندگی رد بد مذہب کرکے اہل سنت کا دفاع کیا ہے، آپ اس کے الٹ چل کر اہل سنت پر تنقیدیں کرکے بد مذہبوں کو تقویت نہ دیں۔ اپنے مسلک کے ساتھ وفاداری کریں جس کے صدقے آپ کو یہ سب عزت ملی ہے۔ علمائے اہل سنت آپ کو صلح کلی کہنا شروع ہو چکے ہیں اور جام نور کے طرز عمل پر بھی تنقید کررہے ہیں۔ دوماہی الرضا میں ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد کا مضمون ”تحریک ندوہ سے تحریک جام نور تک“ کا خلاصہ پیش خدمت ہے: ”**جام نور کا حال بھی ”ندوہ“ سے مختلف نہیں**، وہ بہار کا جھونکا بن کر آیا، بادل بن کر برسا، مگر مقبولیت کے نصف النہار پہ پہنچتے پہنچتے عصبیت، تشکیک، تفسیق اور اپنے ہی لفظوں میں ”عدم برداشت، تشدد اور جدال وپیکار“ کا شکار ہو گیا۔ کون سوچ سکتا تھا کہ پہلے شمارہ سے ہی علماء و مشائخ، مرید و مرشد، استاذ و شاگرد، امام و مقتدی اور عوام وخواص پہ چھا جانے والا رسالہ ایک دہائی سفر کرتے کرتے ”اے آب خاک شو کہ تر آبونہ ماند“ کا مصداق بن جائے گا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جام نور نے صحافت کے ذریعہ متنوع جہات پہ اپنی خدمات کے گہرے نقوش چھوڑے ہیں، جماعت کی مقتدر شخصیات حضرت سید محمد اشرف میاں، حضرت بحر العلوم، علامہ شبنم کمالی، حضرت سید وجاہت رسول قادری، علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی، علامہ محمد احمد

مصباحی، مفتی نظام الدین رضوی، حضرت سید نجیب حیدر قادری، مولانا کوکب نورانی اکاڑوی، پیر زادہ اقبال احمد فاروقی، پروفیسر سید شاہ طلحہ رضوی برق، مفتی عبدالحلیم رضوی، پروفیسر فاروق احمد صدیقی، ڈاکٹر شرر مصباحی، سید اجمل اشرفی، ڈاکٹر شکیل اعظمی، مولانا یسین اختر مصباحی وغیرہ کی حوصلہ افزا تحریریں اس کی واضح مثالیں ہیں جو جام نور کے شماروں میں موجود ہیں۔ مگر چاند میں دھبہ کی مانند کچھ بات تو ایسی ضروری ہوئی جس سے بعض اہل نظر کے دل میں کھٹک کا احساس ہوا، یہ کھٹک خدشہ و تشویش کی راہوں سے گزرتی ہوئی "جرأت اظہار" تک پہنچی اور "ازالہ خدشات" سے مایوسی کے سبب معاملہ "دارالافتاء پہ دستک" تک جا پہنچا۔۔۔ اگست 2015 سے جام نور کے جو شمارے منظر عام پہ آئے ہیں اس کا "جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتح زمانہ" والے جام نور سے کوئی علاقہ نہیں، کہنے کو اس میں فکر و نظر، روبرو، پس منظر و پیش منظر، حالات حاضرہ، تذکار، دیوان عام اور جہان ادب سارے جلووں کی یکجائی ہے مگر اس حسن سولہ سنگار کو محبت بھری نظروں سے دیکھنے والی آنکھیں نہیں ہیں، ایک ایک کرکے سارے وابستگان "ندوہ کی طرح" اس سے علیحدہ ہوگئے، نہ شہزادگان مارہرہ کی شرکت باقی رہی، نہ بزرگان بریلی کی شمولیت، نہ مشائخ کچھوچھہ کا اس سے کوئی علاقہ رہا، نہ علمائے اشرفیہ کا اس سے تعلق۔۔۔ اب جو افراد اس سے وابستہ ہیں (ایک دو کو چھوڑ کر وہ وابستہ کم چمٹائے ہوئے زیادہ ہیں) ان میں غالب اکثریت دو طرح کے افراد کی ہے:

(۱) غیر معروف و مبتدی قلمکار، جو مآل سے بے نیاز، فکر افراد سے آزاد اور عصبیت کے شکار ہیں۔

(۲) کچھ (کالج اور یونیورسیٹی کے) دانشور کہے جانے والے افراد، جن کی شمولیت اکابر علما کی لاتعلقی کا کفارہ نہیں بن سکتی۔

مسئلہ ان کا نہیں جو جان و دل بچا کر کنارہ کش ہوگئے بلکہ ان کی کنارہ کشی کیا پیغام دے رہی ہے اسے سمجھنے اور سمجھانے کا ہے۔

اگست ۲۰۱۵ سے لے کر فروری ۲۰۱۶ تک شائع ہونے والے رسالے کی مشمولات و مندرجات پہ سنجیدگی سے غور کریں تو محسوس ہوگا کہ:

(۱)شروع کے پانچ شماروں(اگست یا دسمبر ۲۰۱۵)میں جماعت اہل سنت کے علما،مفتیان عظام اور طلبہ مدارس اسلامیہ کو ہدف تنقید و تضحیک بناتے ہوئے ساری حدیں پار کر دی گئی ہیں۔

(۲)جنوری ۲۰۱۶ کے شمارہ کو حالی ''حیات جاوید'' کی طرح کلی طور پر پاک وہند کے معتوب و مغضوب ڈاکٹر طاہر القادری کی مکمل مدح سرائی کا مجموعہ بنادیا گیا اور (۳)فروری کا شمارہ ہندوستانی مسلمانوں کے سیاسی مستقبل کا سودا کرنے والی ''ورلڈ صوفی کانفرنس'' کی بازار ساز ہے۔ان میں سے کوئی رخ ایسا نہیں جس کی علمائے اہل سنت اور قول و عمل میں یکسانیت رکھنے والے مشائخ و صوفیہ تحسین کر سکیں۔۔۔۔

ڈاکٹر طاہر القادری کے علاوہ ابن تیمیہ کے حوالے سے بھی جام نور کی نرم روی اس کے صلح کلیت کا غماز ہے۔۔۔آج یہی جام نور بالواسطہ و بلاواسطہ ابن تیمیہ کو شیخ محسن، مصلح، متورع، مجتہد ، متقی، صوفی، صاحب روحانیت، متبع سنت اور کیا کیا بنانے پر آمادہ ہے، آپ یہ کہہ کر جان نہیں چھڑا سکتے کہ یہ ساری باتیں جام نور میں نہیں، جام نور کی ''مفتخر و مقتدر'' ٹیم کے تو ہیں، جسے آپ جام نور کی دس سالہ خدمات کا حاصل سمجھتے ہیں۔ بیچارے اسٹیج کے ''گویا'' اور ''مداری'' پر تو آپ کا تیشہ اصلاح خوب چلا، مگر جس فکر و نظر کے اظہار سے عقیدے میں فتور اور صلح کلیت کی راہ ہموار ہو رہی ہے وہاں خاموشی ہی نہیں جرأت مندانہ حمایت ''ہیں کو اکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ'' نہیں تو اور کیا ہے؟''

(دوماہی الرضا،انٹرنیشنل،پٹنہ،صفحہ6۔۔۔،مارچ اپریل ۲۰۱۶ء)

گزارش ہے کہ آپ اس بارے میں غور وفکر کریں۔بدمذہبوں کو خوش کرنے کے چکر میں اپنے اہل سنت محبین کے عقیدے پلپلے نہ کریں،انہی جیالوں نے آپ کا مزار بنا کر ہر سال عرس منانا ہے،اس لیے اور کچھ نہیں تو ان کو صحیح راہ پر تو چلا جائیں۔ صلح کلیت کوئی بہت بڑا کارنامہ نہیں بلکہ صلح کلی کا حال دھوبی کے کتے کی طرح ہوتا ہے جو نہ گھر کا رہتا ہے نہ گھاٹ کا۔وقتی طور پر چاپلوسی کرنے والے یہی باور کرواتے ہیں کہ آپ مجددانہ کام کر رہے ،اتحاد امت کے داعی ہیں لیکن کچھ عرصہ بعد سوائے ذلت کے کچھ ہاتھ نہیں آتا،عام طور پر بدمذہبوں کی اصلاح نہیں ہوتی ،البتہ اہل سنت کا خوب نقصان ہو جاتا ہے۔ صلح کلی کے محب ساری زندگی اپنے قائد کی اندھی تقلید میں اس کی گمراہ کن عبارتوں کی تاویلاتِ باطلہ کرتے ہیں۔

ناشر مقصود بھائی سے بھی عرض ہے کہ اپنے تھوڑے نقصان کو مد نظر رکھ کہ اس کتاب کا دفاع کرتے ہوئے علمائے اہل سنت سے بد ظن نہ ہوں۔ چند پیسوں کے لیے اپنی آخرت خراب نہ کریں۔ امید ہے کہ آپ اس بارے میں غور کریں گے۔ اللہ عزوجل ہم سب کے عقائد کی حفاظت فرمائے اور اہل سنت و جماعت کے عقیدے پر موت نصیب کرے۔ آمین۔

اس آرٹیکل کے کچھ عرصہ بعد جب دیگر علمائے کرام کی طرف سے بھی شدید تنقید ہوئی تو اس کتاب کے ناشر مقصود صاحب کا رجوع نامہ شائع ہوا جو کچھ یوں ہے۔

کتاب "تذکرہ علمائے ہندوستان" کے ناشر مقصود صاحب کا رجوع نامہ

پچھلے دنوں ایک کتاب بنام "**تذکرہ علمائے ہندوستان**" کے ناشر کا رجوع نامہ اخبار میں چھپا، جس کو پڑھ کر فقط اتنا ہی کہا جاسکتا ہے کہ مقصود صاحب کو اپنے عمل پر ندامت و شرمندگی ہوئی ہے، جو کہ اچھی بات ہے، پہلے تو مصنف، ناشر اور اس کے مؤیدین کا یہ مؤقف تھا کہ تاریخ اسی طرح لکھی جاتی ہے۔

اس رجوع نامہ کو اگر شرعی نقطہ نظر سے پرکھا جائے تو اس میں کئی نقائص ہیں جو درج ذیل ہیں:

(1) رجوع نامہ میں فقط قادیانیوں کے نام شامل کرنے سے ندامت کا اظہار ہے۔

اس کتاب میں فقط قادیانیوں کا نام شامل کرنے پر اعتراض نہ تھا بلکہ دیگر کئی مرتدین اور گمراہ لوگوں کا نام شامل کرنے پر کلام تھا۔ قادیانیوں کا نام شامل کرنے پر دو اعتراض ہیں: ایک اعتراض یہ ہے کہ ہندوستان کے علماء کا ذکر کرتے ہوئے قادیانیوں کو اس میں شامل کیا۔ دوسرا یہ کہ ان مرتدین کا ذکر اچھے کلمات کے ساتھ کیا۔ جبکہ ایک بدمذہب کو علمائے دین میں شامل نہیں کیا جاسکتا اور اس کے متعلق تعریفی کلمات بھی نہیں کہے جاسکتے چہ جائیکہ مرتدین کے ساتھ یہ معاملہ کیا جائے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "یہ اوپر بتا دیا گیا اور واجب اللحاظ ہے کہ عالم دین وہی ہے جو سنی صحیح العقیدہ ہو، بدمذہبوں کے علماء علمائے دین نہیں۔ یوں تو ہندوؤں

میں پنڈت اور نصاریٰ میں پادری ہوتے ہیں اور ابلیس کتنا بڑا عالم تھا جسے معلم الملکوت کہا جاتا ہے قال اللہ تعالیٰ ﴿اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ﴾ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ نے اسے باوصف علم کے گمراہ کیا۔)

ایسوں کی توہین کفر نہیں بلکہ تاحدِ مقدور فرض ہے، حدیث شریف میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفه الناس اذکروا الفاجر بمافیه یحذره الناس “کیا تم فاجر کے ذکر سے گھبراتے ہو جب لوگ اسے جانتے ہوں فاجر کے فجور کا ذکر کرو تاکہ لوگ اس سے محفوظ رہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد14، صفحہ613، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

مرتدین کے متعلق فرماتے ہیں: ”جو ان کو عالم دین یا پیر وسنت سمجھے قطعاً کافر و مرتد ہے۔ شفائے امام قاضی عیاض و ذخیرۃ العقبیٰ بحر الرائق و مجمع الانہر و فتاویٰ بزازیہ و در مختار و غیرہا معتمدات اسفار میں ہے ” من شك فی عذابه وکفره فقد کفر “جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ جب ان کو مسلمان سمجھنا درکنار ان کے کفر میں شک کرنا موجب کفر ہے تو معاذاللہ انہیں عالم دین یا پیر وسنت سمجھنا کس قدر اخبث کفر ہو گا۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد14، صفحہ405، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

(2) محمد حسین بدایونی کو اہل سنت کا ثقہ عالم دین کہا۔

محمد حسین بدایونی اہل سنت کا ثقہ عالم دین نہیں بلکہ اس کا صلح کلی ہونا اس کی تحریرات سے ثابت ہے۔

(3) رجوع میں کہا ہے: ”مرزا قادیانی کے تذکرہ پر ڈاکٹر خوشتر نورانی نے حاشیہ لکھتے ہوئے جدید تحقیقی اسلوب اختیار کرتے ہوئے ”End Note“ میں مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں کے متعلق علمائے اسلام کا واضح حکم تکفیر ذکر کیا ہے۔“

خوشتر صاحب نے تو واضح طور پر تکفیر کا ذکر نہیں کیا بلکہ مصنف حسین بدایونی نے مرزا غلام احمد قادیانی کا ذکر اس طور پر کیا کہ وہ عیسائی اور دیگر اسلام مخالفین سے مناظرے کرتا رہا۔ جسے پڑھ کر قاری یہ سمجھے گا کہ مرزا نے دین اسلام کی خدمت کی ہے۔ اس کے دعویٰ مجدد، مہدی اور نبی کو صحیح طرح ذکر ہی نہیں کیا فقط اتنا کہا کہ ”آخر پر نزول وحی کے مدعی ہوئے “خوشتر نورانی نے حاشیہ میں لکھا: ”مرزا صاحب کے مذکورہ دعوے کے پیش نظر جمہور **علمائے اسلام نے اس گروہ کو کافر قرار دیا ہے۔“**

(تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ688، دارالنعمان پبلیشرز)

قادیانیوں کے خلیفہ اول نورالدین قادیانی کو مرتد نہ کہا بلکہ اس کے نام کے ساتھ مولانا لکھا اور کہا: ''حکیم خلیفہ نور الدین مرزائی، آپ شاگرد اور مرید و خلیفہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ہیں، گویا مرزا صاحب کے خاص دست راست ہیں۔'' (تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ394، دارالنعمان پبلیشرز)

نورالدین قادیانی کے متعلق خوشتر نورانی کا حاشیہ ملاحظہ ہو: **''مرزا صاحب کی اس دنیا سے رخصتی کے بعد ۲۷ مئی کو مولانا نورالدین** کو متفقہ طور پر پہلا خلیفہ منتخب کیا گیا۔۔۔ **مولانا کے عہد میں اس فرقے نے کافی ترقی کی**، نئے اخبارات کا اجرا ہو، تصانیف کا شعبہ قائم ہوا اور درجنوں تصانیف لکھی گئیں، بڑے پیمانے پر لائبریری قائم کی گئی اور انگریزی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ ہوا، نیز لندن میں پہلا احمدیہ مشن قائم ہوا۔ مولانا نے ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ کو قادیان، ضلع گورداس پور میں **اس دار فانی سے کوچ کیا۔''**

(تذکرہ علمائے ہندوستان، صفحہ821، دارالنعمان پبلیشرز)

مرزا غلام قادیانی کے متعلق لکھا کہ جمہور علمائے اسلام نے اس گروہ کو کافر کہا۔ لفظ ''جمہور'' یہ شبہہ ڈالتا ہے کہ بعض علماء نے اس کی تکفیر نہیں کی تھی جبکہ کسی ایک بھی مستند عالم سے ثابت نہیں جس نے بعد ازم علم مرزا غلام قادیانی کی تکفیر میں سکوت کیا ہو۔ اس کے علاوہ عبدالماجد بھاگل پوری قادیانی کی تعریف و توصیف پر مشتمل تذکرہ کے حاشیہ میں خوشتر نورانی صاحب نے کوئی وضاحتی نوٹ نہیں لکھا۔

(4) لکھا ہے: ''اشاعت کے وقت مجھے چاہیے تھا کہ پاکستان کے معروضی حالات کے پیش نظر مرزا قادیانی کے متعلق حکم تکفیر ''End Note'' کی بجائے ''Foot Note'' یعنی اس صفحہ پر جہاں مرزا قادیانی کا تذکرہ تھا، شائع کرتا لیکن میری اس جانب توجہ نہیں گئی۔''

مقصود صاحب کے اس بیان سے لگ رہا ہے کہ اگر پاکستان میں علمائے اہل سنت اس پر گرفت نہ کرتے اور یہاں معاذ اللہ سیکولر ازم عام ہوتی تو اس جیسی کتاب چھپنے پر کوئی حرج نہ تھا۔ دوسرا یہ کہ فٹ نوٹ ہو یا اینڈ نوٹ ہر صورت قادیانیوں اور دیگر مرتدین کا تعارف غلط انداز میں موجود ہے اور ان کی تکفیر میں نہ صرف سکوت ہے بلکہ ان کی تعریفات ہیں۔

(5)رجوع میں لکھا ہے:''آئندہ کتاب میں مرزا قادیانی، حکیم نورالدین بھیروی قادیانی اور عبد الماجد بھاگل پوری قادیانی کا تذکرہ کو حذف کرنے یا ان پر مزید واضح اور مفصل حواشی کا اضافہ کرنے کے لیے بالکل تیار ہوں۔''

یہ ناشر کا واضح آئندہ کا ارادہ ہے کہ وہ معمولی سی ترمیم کر کے اس کتاب کو دوبارہ شائع کرنا چاہتے ہیں، جبکہ علمائے اہل سنت اس پر راضی نہ ہوں گے۔اس کتاب میں فقط قادیانیوں کے تعارف ہی پر اعتراض نہیں بلکہ دیگر کئی گمراہ اور مرتدین کے تعارف پر اعتراضات ہیں جن کو راقم نے اپنے آرٹیکل میں واضح کیا ہے۔

مقصود صاحب سے گزارش: مقصود صاحب! ہم آپ کے دشمن نہیں کہ ہاتھ دھو کر آپ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، ہم آپ کے عمل سے پریشان ہیں کہ آپ پھر یہ کتاب چھاپنے کے لیے پُر عزم ہیں جو مستقبل میں دین و سنیت کے لیے فتنہ ہے۔بدمذہب و مرتدین اس کتاب کے حوالے لے کر اہل سنت پر حجت قائم کریں گے کہ آپ کے مسلک کے ایک شخص نے اس کتاب میں ہمارے مولوی کی یہ شان بیان کی ہے اور آپ ہی کے مسلک کے بندے نے اس کو چھاپا ہے۔

مقصود صاحب! یہ بات آپ ہمیشہ یاد رکھیئے گا کہ علمائے اہل سنت دیوبندیوں کی طرح اکابر پرست نہیں کہ اپنے مولویوں کی غلط حرکات کی باطل تاویلات کرتے پھریں، الحمدللہ عزوجل علمائے اہل سنت کا وتیرہ ہے کہ اپنا ہو یا پرایا حق گوئی اور شرعی حکم بیان کرنے میں توقف نہیں کرتے۔اگر آپ اس طرح کی کتب چھاپ کر صلح کلیت کا ثبوت دیں گے تو آپ کے خلاف جو شرعی حکم بنتا ہو گا، اسے بیان کیا جائے گا۔آپ نے اس سے پہلے بھی ایک کتاب شائع کی تھی جو **شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی** کی تھی بنام **''حضرت مجدد اور ان کے ناقدین''** اس میں لکھا ہے:''تیسری تحریک مولانا محمد الیاس کی ہے۔ان کی تحریک انگریزوں کی غلامی کے دور میں ہوئی۔حدیث صحیح ہے: ''تم میں سے کوئی منکر کو دیکھے تو پوری قوت سے اس کو مٹائے، اگر قوت استعمال نہیں کر سکتا تو اپنی زبان سے کام لے اور اگر زبان بھی نہیں ہلا سکتا تو دل سے متنفر ہو۔'' **مولانا محمد الیاس** نے دیکھ لیا کہ نہ ہاتھ ہلانے کا موقع ہے، نہ زبان کا۔لہٰذا کام اسی صورت میں کیا جاسکتا ہے کہ کسی کا نہ جواب دیا جائے، نہ اس سے اُلجھا جائے۔صرف اپنے برادرانِ

اسلام کو قادیانیوں، پادریوں، شدھیوں اور بے دینوں سے بچایا جائے۔ برادرانِ ملت میں سے جو بھٹک گئے تھے ان کو راہِ ہُدا پر لانے کی کوشش کی اور بالکل خاموشی سے اپنا کام کرتے رہے۔

بہرحال حضرت مجدد کی تحریک اصلاح ہو یا مولانا سید احمد شہید کی یا مولانا محمد الیاس کی، یہ تینوں تحریکیں اسلامی اور مذہبی تحریکیں ہیں۔ تینوں مخلص تھے، تینوں کا مطمح نظر اسلام کی خدمت تھا۔ تینوں نے احوال کو دیکھ کر جدوجہد کی، ان کو ان کی جدوجہد کا اجر رب العزت دے گا۔ رحمہم اللہ ورضی عنہم اجمعین۔''

(حضرت مجدد اور ان کے ناقدین، صفحہ 225، ورلڈ ویو پبلشرز)

مقصود صاحب! سید احمد اور تبلیغی جماعت کے متعلق آپ کا بھی یہی نظریہ ہے؟ اگر جواب نہیں میں ہے تو پھر آپ نے اس غلط و باطل نظریہ کی حامل کتاب شائع کیوں کی؟ اگر بوقتِ اشاعت کتاب لاعلمی کا عذر پیش کرتے ہیں تو اب تو آپ کو اس کتاب میں موجود خطرناک غلطی کا علم ہو گیا ہے۔ کیا اس اطلاع کے بعد بھی آپ کتاب کو فروخت کریں گے؟

آپ نے ایک کتاب بنام ''حرمت تکفیر مسلم'' بھی چھاپی جو ایک دیوبندی مولوی ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی کی لکھی ہوئی تھی۔ اس کتاب میں کئی مقامات پر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اور دیگر اہل سنت کے علماء پر تنقید کی گئی ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے: ''خاص طور پر اہل سنت کے ان فتاویٰ تکفیریہ کا شکار ان کے اپنے ہی ہوتے ہیں، جن کو سنیت یا اسلام سے خارج کرتے انہوں نے اپنی تعداد کو کافی کم کر لیا ہے۔ یہاں تک کہ حضور ضیاء الامت پیر کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ جیسے صاحب علم و ورع کو بھی کافر قرار دیا گیا۔ شب و روز اسلام کی خدمت کا صلہ ہم اپنے ہی اکابر کو اختتام زندگی پر ''تکفیر'' کی صورت میں دیتے ہیں۔''

(حرمت تکفیر مسلم، صفحہ 36، ورلڈ وی پبلشرز)

آپ کا یہ انداز صلح کلیت کی طرف رجحان کی واضح دلیل ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ صلح کلی شخص نہ صرف اپنا بیڑہ غرق کرتا ہے بلکہ مسلک اہل سنت کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ آپ تو فقط ناشر ہیں، آپ سے پہلے چند مولویوں نے کئی کتب لکھیں لیکن صلح کلیت کی بیماری نے ان کو کیے کرائے پر پانی پھیر دیا اور وہ نہ ہمارے رہے نہ بدمذہبوں کے۔ آپ اپنی روش پر غور کریں کہ آپ کس طرف جا رہے ہیں۔

آخر میں معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ شاید آپ اس خوش فہمی میں ہیں کہ **''تذکرہ علمائے ہندوستان''** کوئی بڑی نایاب کتاب ہے، جسے چھاپنے سے آپ دین کی بڑی خدمت کر رہے ہیں اور آپ کو سرمایہ بھی کافی ملے گا۔ آپ تھوڑی تحقیق کریں آپ کو پتہ چل جائے گا چند علماء کرام کے علاوہ بقیہ کئی ایسے علماء ہیں جن کے حالات اس سے بہتر انداز میں دیگر کئی کتابوں میں موجود ہیں۔ مذکورہ کتاب میں معلومات کم اور ایمان کو خطرہ زیادہ ہے۔

باغ فدک

کے متعلق ایڈووکیٹ سیفی علی خان کا باطل مؤقف

پیشکش: صدائے قلب

20 فروری 2020ء

پچھلے دنوں ٹی وی چینل " اب تک نیوز " کے ایک پروگرام میں ایک خاتون وکیل سیفی علی خان نے کہا: " مجھے اکثر لوگ کہتے ہیں کہ میڈم مجھے انصاف نہیں ملتا۔ تو میں انہیں کہتی ہوں کہ قیامت تک ملے گا بھی نہیں۔ اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ ناانصافی اور ہماری جوڈیشری کا بیڑہ غرق اس دن ہو گیا تھا جس دن سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انصاف لینے دربار گئیں اور انہیں انصاف نہیں ملا اور انکی گواہی کو جھٹلایا گیا۔ اس جوڈیشری کا اسی دن بیڑہ غرق ہو گیا تھا۔"

عام عوام کو تو سیفی علی خان کے بیان کے متعلق علم نہیں ہوا ہو گا کہ اس نے یہ اعتراض کس ہستی پر کیا ہے ، کیونکہ ہماری عوام کی علمی و دینی حالت بڑی پتلی ہے۔ ان کے دماغ میں یہ بات ڈال دی گئی ہے کہ فرقہ بندی سے دور رہو اور کسی کو بُرا نہ کہو۔ یہی وجہ ہے کہ گمراہ فرقوں والے بالخصوص شیعہ لوگ سرعام میڈیا پر صحابہ کرام علیہم الرضوان پر طعن کرنے لگے ہیں اور عوام دفاع صحابہ کرنے کی بجائے شیعوں کو بھائی بھائی کہنے میں مصروف ہے۔ لیکن علمائے دین جن کا کام دین کی حفاظت اور ناموس رسالت اور صحابہ واہل بیت کا دفاع ہے ، وہ فوراً سمجھ گئے کہ سیفی علی خان نے اشاروں میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تبرا کیا ہے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ ایک عام سے وکیل عورت نے میڈیا پر بیٹھ کر اتنی بڑی بات کہہ دی ہے ، لیکن نہ حکومت نے اس پر ایکشن لیا اور نہ ہی وکلاء حضرات نے اس پر احتجاج کیا۔ سیفی علی خان میڈیا پر بیٹھ کر لوگوں کو عدالتی نظام کے خلاف اکسا رہی ہے ، یقیناً عدالتی نظام میں خامیاں ہوں گی لیکن سیفی خان کا کہنا ہے کہ اس نظام عدل میں انصاف مل ہی نہیں سکتا تو پھر سوال یہ ہے کہ سیفی خان کو جب نظام عدل پر اعتماد ہی نہیں ہے تو پھر وہ روز وکیل کا کوٹ پہن کر عدالتوں میں کیا کرنے جاتی ہیں؟ ہمارے ادارے تحقیق کریں کہ اس خاتون نے وکالت کی ڈگری کس مقصد کے تحت حاصل کی ہے؟ اس کا اصل ایجنڈا کیا ہے؟ اس گستاخی کے بعد فوری طور پر فول پروف سیکورٹی کی درخواست بھی دائر کر دی ہے ، کہیں اس کا یہی مقصد تو نہیں تھا کہ پہلے مسلمانوں کی دل آزاری کرواور پھر جب ردِ عمل آئے تو فول پروف سیکورٹی حاصل کرو ، اس پروگرام میں وہ اس بات کا خود تذکرہ کرتی ہیں " بیشک مجھ پر

فتوے لگ جائیں لیکن مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔" یعنی وہ بات کی حساسیت سے واقف تھیں، انہوں نے جان بوجھ کر اس حساس مسئلے کو چھیڑا ہے، تو اس پر ہمارے اداروں کو تحقیق ضرور کرنی چاہیے۔

جب سیفی علی خان کے رد میں عاشقانِ صحابہ نے شدید ردِ عمل کیا تو سیفی علی خان کی طرف سے ایک آڈیو میسج عام ہوا جس میں اس نے یہ اعلان کیا کہ وہ اس کیس کو کورٹ میں لے کر جائے گی اور جس جس عالم دین نے اس کے خلاف بیان دیا ہے اسے سزا دلوائے گی۔ یعنی چوری اور سینہ زوری۔ ایک طرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی کی اور دوسری طرف اس کا رد کرنے والے علماء و عشاق کے خلاف کاروائی کا مذموم ارادہ۔

اخبارات کے مطابق سیفی علی خان کے اس بیان کے بعد شیعوں کو اس کی بڑی خوشی ہوئی اور باقاعدہ شیعوں کا ایک وفد اسے شاباشی دینے اور اس کی مدد کرنے کے لیے اس کے پاس بھی پہنچا۔

دراصل شیعوں کا شروع سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ الزام ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ بننے کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے پاس اپنے والد کی وراثت میں سے ایک "فدک" نامی باغ بطور وارث لینے کے لیے آئیں، لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدہ کو کچھ نہ دیا۔ سیفی علی خان کی جہالت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ یہ وکیل ہے لیکن اسے گواہی اور دعویٰ میں فرق ہی معلوم نہیں۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گواہی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھٹلائی ہی نہیں کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گواہی دی ہی نہیں تھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تو وارث ہونے کا دعویٰ کیا تھا، حضرت ابو بکر صدیق نے حدیثِ رسولِ پاک پیش کی کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی جائیداد کا کوئی بھی وارث نہیں ہوتا۔ حضرت فاطمہ نے اس حدیث پاک پر عمل کرتے ہوئے اپنا دعویٰ ترک کر دیا تھا۔

باغ فدک کا مسئلہ ایک عرصہ دراز سے زیر بحث ہے اور علمائے اہل سنت نے احادیث کی روشنی میں شیعوں کے اعتراضات کے جوابات دیے ہیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا احسن طریقے سے دفاع کیا ہے۔

سیفی علی خان کے اس بیان کے بعد ایک عاشقِ صحابہ نے اپنے خط میں درج ذیل سوالات کے جوابات مانگے:

(1) سیفی علی خان نے کسی کا نام نہیں لیا، اس کے باوجود اس کا مندرجہ بالا بیان کیا سیدنا صدیق اکبر و دیگر خلفاءراشدین کی توہین کے زمرے میں آتا ہے؟

(2) مذکورہ بالا ساری صورتِ حال میں سیفی علی خان حق پر ہے یا اس کے خلاف احتجاج کرنے والے علماء حق پر ہیں؟

(3) باغ فدک کی مختصر حقیقت کیا ہے؟ کیا وہاں واقعتاً سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نا انصافی ہوئی تھی؟

(4) کیا مقدمہ فدک میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب سے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے تاحیات ناراض ہو گئیں تھیں؟

(5) کیا مسئلہ فدک میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کو جلایا گیا تھا۔ دروازے کو دھکا دے کر انہیں دروازے کے نیچے دے کر اوپر سے گھوڑے دوڑائے گئے تھے اور اس کے نتیجے میں سیدنا محسن و سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت واقع ہو گئی تھی یا یہ من گھڑت روایت ہے؟

جواب نمبر 1۔ سیفی علی خان نے سیدنا صدیق اکبر کی توہین کی یا نہیں؟

سیفی علی خان نے خلفائے راشدین کی توہین کی ہے۔ جس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل ہیں۔ کیونکہ اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہزادی رسول حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو باغ فدک نہ دے کر معاذ اللہ ظلم کیا تھا تو بقیہ خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے دورِ خلافت میں وہی باغ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ورثہ کو نہ دے کر بھی معاذ اللہ وہی کیا۔

جواب نمبر 2۔ سیفی علی خان کے خلاف احتجاج درست ہے یا نہیں؟

سیفی علی کا مؤقف بالکل باطل اور اس کے خلاف احتجاج کرنا بالکل حق ہے اور یہ احتجاج عام عوام سے زیادہ وکلاء حضرات کو کرنا چاہیے اور سیفی علی خان کے خلاف کیس کر کے اسے سزا دلوائیں اور اس کا وکالت کا لائسنس کینسل کروائیں۔ وکلاء حضرات اگر اپنے ذاتی مفاد کے لیے احتجاج کریں اور خلفائے راشدین کی ناموس کی ان کو کوئی پرواہ نہ ہو تو یہ ان کی سخت دلی کی نشانی ہو گی۔ جب کوئی شخص عظیم ہستیوں کے خلاف زبان درازی کرے تو جس طرح علمائے کرام اپنا حق سمجھتے ہوئے اس شخص کے اوپر شرعی حکم لاگو کرتے ہیں اگرچہ وہ کسی بھی مسلک سے تعلق رکھتا ہو تو وکلاء کو بھی چاہیے کہ جب دین کی اور عظیم ہستیوں کے ناموس کی بات آئے تو اس بات کی پرواہ نہ کریں کہ یہ گستاخی کرنے والا ہمارے شعبے کا ہے یا کسی اور شعبہ سے تعلق رکھتا ہے، بلکہ قانون کا استعمال کرتے ہوئے اسے سزا دلوائیں تاکہ کوئی اور شخص ایسی جرأت نہ کرے۔ ورنہ سیفی علی خان جیسے اور کئی وکیل مشہور ہونے یا اپنے وکالت چمکانے کے لیے آئے دن معتبر ہستیوں کے خلاف زبان درازی کریں گے اور دین کو ذاتی مفاد کے لیے استعمال کریں گے۔

جواب نمبر 3۔ باغ فدک کی حقیقت

فدک ایک باغ ہے جس کو کفار نے بغیر لڑائی کئے مغلوب ہو کر مسلمانوں کے حوالے کر دیا تھا۔ اس باغ کی آمدنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل و عیال، ازواجِ مطہرات وغیرہ پر صَرف فرماتے تھے۔ اسکے علاوہ تمام بنی ہاشم کو بھی اس کی آمدنی سے کچھ مرحمت فرماتے تھے، مہمان اور بادشاہوں کے سفراء کی مہمان نوازی بھی اس آمدنی سے ہوتی تھی، اس سے غریبوں اور یتیموں کی امداد بھی فرماتے تھے، جہاد کا سامان تلوار، اونٹ اور گھوڑے وغیرہ اس سے خریدے جاتے تھے اور اصحاب صفہ کی حاجتیں بھی اس سے پوری فرماتے تھے۔ ظاہر ہے کہ فدک اور اس قسم کی دوسری زمینوں کی آمدنی مذکورہ بالا تمام مصارف کے مقابلہ میں بہت کم تھی۔ اسی سبب سے بنی ہاشم کا جو وظیفہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر فرمادیا تھا وہ زیادہ نہیں تھا۔ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حد سے زیادہ پیاری تھیں مگر آپ ان کی بھی پوری کفالت نہیں فرماتے تھے جس سے ثابت

ہوا کہ اس قسم کی زمینوں کی آمدنی مخصوص مدوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا مال اسی کی راہ میں خرچ فرماتے تھے۔

پھر جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بھی فدک کی آمدنی کو انہیں تمام مدوں میں خرچ کیا جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرچ فرمایا کرتے تھے۔ فدک کی آمدنی خلفائے اربعہ کے زمانہ تک اسی طرح صرف ہوتی رہی۔یعنی حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت مولیٰ علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سب نے فدک کی آمدنی کو انہیں مدوں میں خرچ کیا جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرچ کیا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد باغ فدک امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبضہ میں رہا پھر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اختیار میں رہا۔ ان کے بعد علی بن حسین اور حسن بن حسن کے ہاتھ آیا۔ ان کے بعد زید بن حسن بن علی برادر حسن بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تصرف میں آیا۔ پھر مروان اور مروانیوں کے اختیار میں رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ آیا تو انہوں نے باغ فدک حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کے قبضہ و تصرف میں دے دیا۔ باغ فدک کی اس تاریخ سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ معاملہ کچھ بھی نہیں تھا مگر لوگوں نے بلاوجہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام لگا کر ان کو مطعون کیا۔

(ملخص، فتاویٰ فیض الرسول، جلد1، صفحہ90تا91، شبیر برادرز، لاھور)

باغ فدک کا مال فے میں سے ہونا

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ باغ فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بطور وراثت کیوں نہ دیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہا درجہ کے فیاض تھے جو کچھ آتا تھا سب غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم فرما دیتے تھے کچھ اپنے پاس باقی نہیں رکھتے تھے۔ باغ فدک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتی ملکیت میں نہ تھا۔ باغ فدک مال "فے" سے تھا اسی لئے محدثین کرام فدک کی حدیث کو "باب الفیئ" میں لائے ہیں اور فے کسی کی ملکیت نہیں ہوتا اس کے مصارف کو خدائے تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود بیان فرمایا ہے﴿مَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَىٰ رَسُوْلِهٖ

مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے۔ (سورۃ الحشر، سورۃ 59، آیت 7)

نبی کا مال وراثت نہیں ہوتا

اگر باغ فدک کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت مان بھی لیا جائے پھر بھی اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی بلکہ وہ صدقہ ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس باغ فدک اور خیبر کے حصے کے لئے آئیں تو آپ نے فرمایا ''سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول﴿لا نورث ما ترکنا صدقة﴾إنما یأکل آل محمد فی هذا المال واللہ لقرابة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أحب إلی أن اصل من قرابتی''ترجمہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ہم گروہِ انبیاء علیہم السلام کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے، جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہے۔ اس مال کو آل محمد کھایا کرے گی۔ خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار مجھے اپنے قرابت داروں سے زیادہ پیارے ہیں۔
(صحیح بخاری، کتاب المغازی، حدیث بنی النضیر، جلد 5، صفحہ 90، دار طوق النجاۃ، مصر)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصدیق

صحیح بخاری کی ایک اور حدیث ہے ''قال عمر اتئدوا أنشدکم باللہ الذی بإذنه تقوم السماء والأرض، هل تعلمون أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم﴿لا نورث ما ترکنا صدقة﴾یرید بذلك نفسه قالوا: قد قال ذلك، فأقبل عمر علی عباس، وعلی فقال أنشدکما باللہ، هل تعلمان أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد قال ذلك قالا: نعم''ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سامنے فرمایا: قسم دیتا ہوں میں تم کو اس خدا کی جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہے۔ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہمارا مال وراثت نہیں، جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ سب نے کہا ہاں ایسا ہی فرمایا ہے۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عباس اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے

اور ان سے بھی کہا کہ تم کو رب تعالیٰ کی قسم ہے کیا تم جانتے ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے؟ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ہاں۔

(صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر، جلد5، صفحہ89، دار طوق النجاۃ، مصر)

یہی روایت شیعوں کی کتاب (شرح نهج البلاغة، الفصل الاول، فیما ورد من الاخبار و السیر المنقولة من افواه اهل الحدیث و کتبهم، جلد17، صفحہ327، دار الکتاب الغربی، بغداد) میں موجود ہے۔

باغ فدک میں سے ازواج مطہرات کو بھی کچھ نہ ملا

پتہ چلا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو باغِ فدک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے سبب نہ دیا، معاذ اللہ آپ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کوئی ذاتی بغض نہ تھا۔ اگر یہ فعل کسی بغض کی وجہ سے ہوتا تو پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں، آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کو باغِ فدک کیوں نہیں دیا؟ دیگر ازواجِ مطہرات کو کیوں نہیں دیا؟ صاف ظاہر ہے آپ نے حدیث پر عمل کرتے ہوئے اپنی بیٹی سمیت کسی کو بھی اس باغ میں سے کچھ نہیں دیا بلکہ جس طرح پہلے اس باغ کا نفع تقسیم ہوتا تھا ویسے ہی جاری رہنے دیا۔ خود شیعہ ذاکر ابن ابی حدید نے اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں "ارسل ازواج النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عثمان بن عفان الی بکر یسال لھن میراثھن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مما افاء اللہ علیہ حتی کنت اردھن عن ذلك فقلت الا تتقین اللہ، الم تعلمن ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کان یقول: لا نورث ماترکناہ صدقة، یرید بذلك نفسه انما یاکل آل محمد من ھذا المال فانتھی ازواج النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم الی ما امرتھن به" ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات نے حضرت عثمان بن عفان کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھیجا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو مال فے اللہ عزوجل نے عطا کیا ان میں سے ہمیں میراث

دینے کے حوالے سے بات کریں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ان ازواج کو روکا اور کہا کہ تم اللہ عزوجل سے ڈرتی نہیں ہو! کیا تم نہیں جانتیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ ہم انبیاء علیہم السلام کسی کو وارث نہیں بناتے، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ اس فرمان سے آپ علیہ الصلاۃ والسلام اپنی ذات مراد لیتے تھے۔ آل محمد اس مال میں سے کھاتے ہیں۔ تو ازواج مطہرات اس بات کو سن کر رک گئیں۔

(شرح نہج البلاغة، الفصل الاول، فیما ورد من الاخبار و السیر المنقولة من افواہ اہل الحدیث و کتبھم، جلد 17، صفحہ 328، دار الکتاب الغربی، بغداد)

حضرت علی المرتضیٰ کا فرمان کہ مجھے باغ فدک لیتے ہوئے شرم آتی ہے

بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں بھی اس باغ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جائیداد سمجھ کر اس پر قبضہ نہیں کیا۔ خود شیعوں کی کتابوں میں یہ مذکور ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باغ فدک کو حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اتباع میں نہ لیا چنانچہ شرح نہج البلاغہ میں ابن ابی حدید رافضی لکھتا ہے "فلما وصل الامر الی علی بن ابی طالب کلم فی رد فدك فقال انی لاستحیی من الله ان ارد شیئا منع منه ابو بکر و امضاه عمر" ترجمہ: جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکومت ملی تو کسی نے باغ فدک لینے کا کہا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اللہ عزوجل سے حیا کرتا ہوں کہ وہ چیز لوٹاؤں جسے ابو بکر نے منع کیا اور عمر فاروق اعظم نے اِسی حکم کو نافذ رکھا۔

(شرح نہج البلاغة، الفصل الاول، فیما ورد من الاخبار و السیر المنقولة من افواہ اہل الحدیث و کتبھم، جلد 17، صفحہ 347، دار الکتاب الغربی، بغداد)

ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کو مان لیا تھا۔

شیعوں کی اپنی کتاب سے ثابت ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا مال وراثت نہیں بنتا

خود شیعوں کی کتب میں یہ روایت موجود ہے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام میراث نہیں چھوڑتے ہیں، ان کا مال وراثت نہیں بنتا۔ چنانچہ شیعوں کی معتبر ترین کتاب اصول کافی میں ہے "عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی للہ تعالی علیہ وسلم ان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثو دینارا ولا درھما ولکن اورثو العلم فمن اخذہ منہ اخذ بحظ وافر" ترجمہ: ابو عبد اللہ حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ انبیاء علیہم السلام دینار اور دراہم کا وارث نہیں بناتے بلکہ علم کا وارث بناتے ہیں۔ تو جس شخص نے علم دین حاصل کر لیا اس نے بہت کچھ حاصل کر لیا۔

مزید اصول کافی میں ہے "عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذالك ان الانبیاء لم یورثو درھما ولا دینارا وانما اورثو احادیث من احادیثھم فمن اخذہ بشیء منہ فقد اخذ حظا وافرا" ترجمہ: حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ علمائے کرام انبیائے عظام کے وارث ہیں اور یہ اس لئے کہ حضرات انبیائے کرام نے کسی کو درہم و دینار کا وارث نہیں بنایا انہوں نے تو صرف اپنی باتوں کا وارث بنایا۔ تو جس شخص نے ان کی باتوں کو حاصل کر لیا اس نے بہت کچھ حاصل کیا۔
(الشافی ترجمہ اصول کافی، جلد 1، صفحہ 71، ظفر شمیم پبلی کیشنز ٹرسٹ، کراچی)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رافضیوں کے نزدیک معصوم ہیں اور اہل سنت کے نزدیک محفوظ ہیں ان کی روایتوں سے بھی ثابت ہو گیا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی میراث صرف علم شریعت ہی ہے وہ درہم و دینا اور مال واسباب کا کسی کو وارث نہیں بناتے۔ جب یہ بات رافضیوں کی روایات سے بھی ثابت ہے تو پھر سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی میراث تقسیم نہ کرنے کے سبب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر باغِ فدک کے غصب کا الزام لگانا بد بختی نہیں تو اور کیا ہے؟

حضرت ابو بکر صدیق کی حضرت فاطمہ سے عقیدت

تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان اہل بیت سے حد درجہ پیار کرتے اور ان کی تعظیم کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت التجا کے ساتھ اپنی پوری جائیداد حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیش کی جیسا کہ رافضیوں کی معتبر کتاب حق الیقین میں ہے کہ حضرت سیدہ فاطمۃ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہانے جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فدک کا مطالبہ کیا تو انہوں نے حدیث رسول ''لا نورث ما ترکناہ صدقۃ''(ہم انبیاء علیہم السلام کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے ،جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے) سنانے کے بعد بہت معذرت کی اور فرمایا''اموال و احوال خود از تو مضائقه نمی آں چه خواہی بگیر تو سیده امت پدر خودی و شجره طیبه از برائے فرزنداں خود انکار فضل تو کسے نمی تواند گرد و تو حکم تو نافذ ست در اموال من امادر اموال مسلماناں مخالف گفتیه پدر تو نمی توانم کرد''ترجمہ:میرے جملہ اموال واحوال میں آپ کو اختیار ہے آپ بلاروک ٹوک لے سکتی ہیں اور آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کی سردار ہیں اور آپ کے فرزندوں کیلئے شجرہ مبارکہ میں آپ کی فضیلت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور آپ کا حکم میرے تمام مالوں میں نافذ ہے۔ لیکن مسلمانوں کے مالوں میں آپ کے والد ماجد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کی مخالفت میں نہیں کر سکتا۔ (حق الیقین،فصل مطاعن غصب کنندگان حق امیر المؤمنین،صفحہ 327،انتشارات سرور)

شیعوں میں عورت زمین کی وارث نہیں بن سکتی

شیعوں کے مؤقف کو باطل ثابت کرنے پر ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ شیعوں کی شریعت میں عورت غیر منقولہ اور زمین میں وارث نہیں بن سکتی اور باغ فدک غیر منقولی شے ہے۔ شیعوں کے محدثین نے اس مسئلہ کو مستقل ابواب و عنوانات کے تحت بیان کیا ہے۔چنانچہ الفروع الکافی میں محمد بن یعوقب الکلینی رافضی (متوفی 329ھ)لکھتا ہے''عن ابی جعفر قال النساء لا یرثن من الارض ولا من العقار شیئا''ترجمہ:عورتوں کو زمین اور غیر منقولہ مالِ وراثت میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔

(الفروع الکافی، کتاب المواریث،باب ان النساء لا یرثن من العقار شیئا،جلد 7،صفحہ 83،منشورات الفجر،بیروت)

دوسری روایت میں کہ یہ حکم نہ ماننے والوں کو تلوار سے قتل کیا جائے چنانچہ لکھا ہے "عن یزید الصائغ قال سالت ابا عبد اللہ عن النساء هل یرثن الارض؟ فقال لا ولکن یرثن قیمة البناء قال قلت فان الناس لا یرضون بذا، فقال اذا وُلینا فلم یرضوا ضربناهم بالسوط فان لم یستقیموا ضربناهم بالسیف "ترجمہ: یزید صائغ سے مروی ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ سے سوال کیا کہ عورتیں زمین میں وارث ہوتی ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ زمین میں وارث نہیں لیکن جو عمارت بنی ہو اس کی قیمت میں وارث ہوں گی۔ میں نے کہا کہ لوگ اس حکم سے راضی نہیں ہوں گے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب ہم عہدہ قضا پر مقرر ہوں گے اور وہ اس پر راضی نہ ہوں تو ان کو کوڑوں سے ماریں گے ،اگر پھر بھی سیدھے نہ ہوئے تو تلوار سے ماریں گے۔

(الفروع الکافی، کتاب المواریث، باب ان النساء لا یرثن من العقار شیئا، جلد 7، صفحہ 83، منشورات الفجر، بیروت)

معلوم ہوا کہ خود شیعوں کے نزدیک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باغ فدک کی وارث نہیں بن سکتی تھیں۔ لہٰذا ایک خود ساختہ کمزور بنیاد پر وہ ماتمی مجلسوں، اہلِ بیت کے حقوق غصب ہو جانے کا واویلا، اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہلِ بیت کے درمیان عداوت و کدورت کی اس عمارت کو قائم کرنا جس کی بنیادیں اول روز اور خود شیعوں کی شریعت ہی میں منہدم ہو چکی تھیں۔

جواب نمبر 4۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراض ہو گئی تھیں؟

حضرت فاطمۃ الزہراء خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہر گز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خفا نہ ہوئی تھیں۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باغ فدک کے مسئلہ میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کی کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا مال وراثت نہیں ہوتا تو سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کی اتباع کی جیسا کہ اس عظیم ہستی کے شایان شان تھا۔ ابن ابی حدید رافضی نے بھی یہی لکھا ہے "لما کلمت فاطمة ابابکر بکی،ثم قال یا بنت رسول الله ،والله ما ورث ابوك دینارا ولا درهما وانه قال:ان الانبیاء لا یورثون ،فقالت:ان فدك وهبها لی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم قال فمن شهد

بذلك؟ فجاء على بن ابى طالب فشهد، وجاء ت ام ايمن فشهدت ايضا ،فجاء عمر بن الخطاب و عبد الرحمن بن عوف رضى الله تعالىٰ عنهم فشهد ان رسول الله صلى الله عليه واله وسلم كان يقسمها قال ابوبكر صدقت يا ابنة رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم وصدق على و صدقت ام ايمن و صدق عمر و صدق عبدالرمن بن عوف، وذلك ان مالك لابيك، كان رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم ياخذ من فدك قوتكم، ويقسم الباقى، ويحمل منه فى سبيل الله ، فما تصنعين بها ﷺ قالت: اصنع بها كما يصنع بها ابى، قال فلك على الله ان اصنع فيها كما يصنع فيها ابوك ، قالت: الله لتفعلن! قال الله لافعلن قالت اللهم اشهد وكان ابوبكر ياخذ غلتها فيدفع اليهم منها ما يكفيهم و يقسم الباقى، وكان عمر كذلك، ثم كان عثمان كذلك ثم كان على كذلك ''ترجمہ: جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کلام کیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روئے اور فرمایا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہزادی! اللہ عزوجل کی قسم آپ کے والد محترم دینار و درہم کا وارث بنا کر نہیں گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام وارث نہیں بناتے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ باغ مجھے ہبہ کیا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ کی اس بات پر کون گواہ ہے؟ حضرت علی بن ابی طالب آئے اور انہوں نے گواہی دی، ام ایمن نے بھی اسی طرح گواہی دی۔ حضرت عمر بن خطاب، حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما آئے اور انہوں نے یہ گواہی دی کہ رسول اللہ سلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس باغ کی آمدنی کو تقسیم کرتے تھے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ باغ حضرت فاطمہ کو ہبہ نہیں کیا تھا بلکہ از خود اپنے استعمال میں رکھ کر اس کی آمدن کو اہل بیت وغیرہ میں تقسیم کرتے تھے۔) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہزادی! آپ نے سچ فرمایا اور علی المرتضیٰ وام ایمن اور عمر اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی سچ فرمایا۔ آپ کا مال آپ کے والد کا مال ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باغ فدک میں سے اپنی ضرورت کے مطابق رکھ لیتے تھے اور بقیہ تقسیم کر دیتے تھے اور کچھ اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ کے لیے رکھتے تھے۔ آپ اس باغ کا کیا کریں گی؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے تھے میں بھی اسی طرح

خرچ کروں گی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم میرے اوپر ہے کہ میں بھی ایسے ہی خرچ کروں گا جیسے آپ کے والد محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: خدا کی قسم کیا آپ ایسے ہی خرچ کریں گے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم ضرور کروں گا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے فرمایا: میں اللہ کو گواہ بناتی ہوں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ باغ فدک میں سے غلہ لیتے تھے اور اسے اہل بیت کو دیتے جتنا انہیں کفایت کرتا اور باقی تقسیم کر دیتے۔ حضرت عمر فاروق، عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

(شرح نہج البلاغة،الفصل الاول ،فیما ورد من الاخبار و السیر المنقولة من افواہ اہل الحدیث و کتبھم، جلد17، صفحہ323، دارالکتاب الغربی،بغداد)

اس روایت پر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جب ہبہ کر دیا تھا تو پھر اس پر وراثت کی بحث کیوں چھیڑی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ روایت شیعوں کی کتاب سے ہی نقل کی گئی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہبہ والا مسئلہ میں گواہی مکمل نہ تھی لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے باوجود سیدہ کو سچا فرمایا لیکن فیصلہ دوسری گواہی جو شرعا معتبر تھی اس کے مطابق کیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس فیصلہ پر راضی کر لیا۔ لہٰذا باغ فدک والے مسئلہ کو لے کر شیعوں کا یہ کہنا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدہ پر ظلم کیا یہ ان کی اپنی کتابوں سے ہی غلط ثابت ہوا۔

امام جعفر کا حضرت ابو بکر صدیق کی تائید کرنا

بلکہ شیعوں ہی کی کتب سے ثابت ہے کہ اہل بیت کے ائمہ نے بھی باغ فدک والے مسئلہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حق پر ہونا ثابت کیا ہے چنانچہ شرح نہج البلاغہ میں ابن ابی حدید رافضی لکھتا ہے "عن كثير النوال قال: قلت لابي جعفر محمد بن علي رضي الله تعالىٰ عنه جعلني الله فداك! ارایت ابابکر و عمر هل ظلماكم من حقكم شيئا او قال ذهبا من حقكم بشيء؟ فقال لا، والذي انزل القرآن على عبده ليكون للعالمين نذيرا ما ظلمنا من حقنا مثقال حبة من خردل، قلت جعلت فداك افاتولاهما؟ قال: نعم ويحك! تولهما في الدنيا والآخرة وما اصابك ففي عنقي"ترجمہ: کثیر النوال سے مروی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا: اللہ عزوجل مجھے آپ پر قربان کرے۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آپ کا حق روک کر آپ پر ظلم کیا ہے؟ یا ان الفاظ میں کہا کہ آپ کا کچھ حق تلف کیا ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس نے اپنے اس بندے پر قرآن نازل کیا جو سارے جہانوں کے لیے نذیر (ڈرانے والے) ہیں، ہم پر ایک رائی کے دانے برابر بھی ظلم نہیں کیا گیا۔ میں نے کہا: قربان جاؤں کیا میں بھی ان دونوں (حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے محبت رکھوں؟ حضرت ابو جعفر فرمانے لگے: ہاں تیرا استیاناس! تو ان دونوں سے محبت رکھ، پھر اگر کوئی تکلیف تجھے پہنچے تو وہ میرے ذمے ہے۔

(شرح نہج البلاغۃ، الفصل الاول، فیما ورد من الاخبار و السیر المنقولۃ من افواہ اہل الحدیث و کتبھم، جلد 17، صفحہ 326، دار الکتاب الغربی، بغداد)

جواب نمبر 5۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء کے گھر جلانے کی حقیقت

شیعوں کے پاس اپنے باطل عقائد پر قرآن اور احادیث سے کچھ نہیں ملتا تو وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اہل بیت کے مظالم بیان کر کے لوگوں کو یہ باور کرواتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اہل بیت پر بہت ظلم کیے ہیں۔ اس فریب میں یہ شیعہ لوگ خوب لمبی لمبی کہانیاں اپنے پاس سے بنا کر جاہل شیعوں کو رلاتے ہیں اور وہ اپنے سینوں کو جو بغض صحابہ سے بھرے ہوئے ہیں ان کو پیٹتے رہتے ہیں۔

انہی جھوٹی کہانیوں میں سے ایک کہانی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شہادت کی گڑھ لی گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شہید نہیں ہوئی تھیں بلکہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال شریف کا حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قلب مبارک پر بہت ہی جانکاہ صدمہ گزرا۔ چنانچہ وصال اقدس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کبھی ہنستی ہوئی نہیں دیکھی گئیں۔ یہاں تک کہ وصال نبوی کے چھ ماہ بعد ۳ رمضان ۱۱ھ منگل کی رات میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

شیعوں نے اس طبعی وصال کو شہادت ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور جھوٹ پر جھوٹ بول کر اپنا نامہ اعمال سیاہ کرتے گئے اور یہ سیاہی آج بھی ان کے نامہ اعمال میں درج ہو رہی ہے۔ چونکہ یہ سو فیصد جھوٹ

ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے شہزادے حضرت محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہید کیا ہے، اس لیے شیعوں نے یہ جھوٹ اپنے پاس سے گڑھنے میں سو فیصد ناکام رہے۔

سب سے پہلے اس گھر جلانے والے جھوٹے قصے کو عقلی طور پر غلط ثابت کیا جاتا ہے، اس کے بعد نقلی دلائل پیش کیے جائیں گے:

پہلی عقلی دلیل: کبھی شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کا گھر باغ فدک والا فیصلہ نہ ماننے پر جلایا گیا تھا اور کبھی کہتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت نہ کی تو اس پر زبردستی کرتے ہوئے، سیدہ کا گھر جلایا گیا۔

دوسری عقلی دلیل: حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی تلوار نے بڑے بڑے کافروں کی واصل جہنم کیا، وہ کیا اپنی زوجہ محترمہ کا دفاع کرنے سے عاجز تھے؟ کیا ایک شخص ان کے گھر کو جلانے کے لیے جب آیا تو وہ گھر سے باہر بھی نہ نکلے بلکہ ان کی زوجہ اپنے گھر کا دفاع کرنے کے لیے نکلیں اور شہید ہو گئیں۔ ایسا جھوٹا قصہ گڑھنا در حقیقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان شجاعت کو کم ثابت کرنا ہے۔

تیسری عقلی دلیل: اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زبردستی بیعت لینے کے لیے ہی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر جلایا

گیا اور آپ کے پیٹ میں موجود بچہ بھی شہید ہوا تو اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بجائے انتقام لینے کے بیعت کے لیے کیسے راضی ہو گئے؟ ایک عام بندے کا بھی جب گھر بار لٹ جائے تو وہ اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ ظالم کے خلاف عملی کوشش کرتا ہے، لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زوجہ اور بچے کو شہید کروانے کے بعد بیعت کرنے چلے گئے، اب بیعت کس مجبوری کی بنا پر کی تھی؟

چوتھی عقلی دلیل: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال ظاہری کے فوراً بعد ہوئی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ علیہ السلام کے وصال ظاہری کے چھ ماہ بعد دنیا سے گئی ہیں اور شیعوں کے نزدیک تقریباً تین ماہ بعد وصال ہوا ہے۔ اگر تین ماہ کو بھی لیں تو درمیان میں اتنے

مہینوں میں کیا بیعت ہی نہیں ہوئی اور یہی جھگڑا چلتا رہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت کرنی ہے یا نہیں۔ در حقیقت شیعہ بیعت کا ایک واقعہ جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے فورا بعد ہوا ہے اسے کھینچ کر تین ماہ تک لے گئے ہیں تا کہ حضرت فاطمہ کے وصال کو شہادت بنا کر اس واقعہ سے جوڑا جا سکے۔ شیعوں کے اپنے ہی کلام سے اس واقعہ کی تردید ثابت ہوتی ہے چنانچہ ویکی شیعہ نیٹ پر شیعوں نے لکھا ہے: "آپ نے سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعے کی مخالفت کے ساتھ ابو بکر کی خلافت کو غصبی قرار دیتے ہوئے ان کی بیعت نہیں کی۔ آپ نے غصب فدک کے واقعے میں امیر المومنین کی دفاع میں خطبہ دیا جو خطبہ فدکیہ سے مشہور ہے۔ حضرت فاطمہ پیغمبر اکرم کی وفات کے فوراً بعد ابو بکر کے افراد کی طرف سے گھر پر حملہ کے نتیجے میں زخمی ہوئیں اور بیمار پڑ گئیں پھر مختصر عرصے کے بعد 3 جمادی الثانی سن 11 ہجری کو مدینہ میں شہید ہو گئیں۔"

(حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا/http://ur.wikishia.net/view)

یہاں شیعہ لوگ خود مان رہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال ظاہری کے فورا بعد بیعت ہوئی۔ اور بقول شیعوں کے حملہ بھی اس وقت ہوا پھر اگر حملہ اسی وقت ہوا ہے تو حضرت فاطمہ کی شہادت اسی حملہ میں ربیع الاول ہی کے مہینے میں ہونی چاہیے تھی جبکہ ان کا وصال تقریبا تین ماہ بعد ہوا۔ ثابت ہوا کہ وہ جو جھوٹا حملہ شیعوں نے بنایا ہوا ہے شیعوں کے اپنے بیان کے مطابق اس حملے میں شہادت نہیں ہوئی تھی۔

پانچویں عقلی دلیل: تاریخ شاہد ہے کہ جن لوگوں نے صحابہ کرام و اہل بیت کو شہید کیا آج ان کا کچھ اتا پتہ نہیں بلکہ ان کی قبریں بھی معلوم نہیں جیسے یزید کا شجرہ نسب اور قبر کے بارے میں کچھ معلوم نہیں، ابن ملجم کا خاندان کون ہے اور اس کی قبر کہاں ہے کچھ پتہ نہیں۔ اگر خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہید کیا ہوتا تو ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آرام کرنے کے لیے جگہ نہ ملتی۔

یہ واقعہ جھوٹا ہونے پر نقلی دلائل

عقلی دلائل کے بعد اب نقلی دلائل سے اس گھر جلانے کے واقعہ کو جھوٹا ثابت کیا جاتا ہے۔ شیعوں کی اپنی ہی کتابوں میں اس بارے میں اتنا تضاد ہے کہ ایک ذی شعور شخص جب ان کی کتب کو پڑھے تو اس واقعہ میں تضاد دیکھ کر اس کی شیعہ مذہب سے مزید بیزاری ہو گی۔

پہلی نقلی دلیل: ایک شیعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شہادت کا منظر یوں پیش کرتا ہے کہ جناب ابراہیم ابن محمد الحدید جو الجوینی نے اپنی کتاب فرائد السمطین میں ایک لمبی روایت کو ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ایک دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں حضرت امام حسن تشریف لائے جب پیغمبر کی نظر امام پر پڑی تو گریہ کرنے لگے۔ پھر فرمایا اے میرے فرزند! میرے قریب تشریف لائیں۔ امام پیغمبر کے قریب آئے تو پیغمبر نے ان کو اپنی دائیں ران پہ بٹھایا۔ پھر امام حسین آئے۔ جب پیغمبر کی نظر آپ پر پڑی تو روتے ہوئے فرمایا اے میرے فرزند! میرے قریب تشریف لائیں۔ امام آنحضرت کے قریب آئے تو آنحضرت نے آپ کو اپنی بائیں ران پہ بٹھایا۔ اتنے میں جناب سیدہ فاطمہ زہرا تشریف لائیں تو ان کے نظر آتے ہی آپ رونے لگے اور فرمایا اے میری بیٹی فاطمہ! میرے قریب تشریف لائیں۔ آنحضرت نے حضرت فاطمہ کو اپنے قریب بٹھایا۔ پھر جناب امام علی تشریف لائے۔ جب پیغمبر اکرم علیہ السلام کو حضرت علی نظر آئے تو گریہ کرتے ہوئے فرمایا اے میرے بھائی! میرے قریب تشریف لائیں۔ پیغمبر نے حضرت علی کو اپنے دائیں طرف بٹھایا اور حضرت زہرا کی فضیلت بیان کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بارے میں رونے کا سبب اس طرح بیان فرمایا" وانی لما راتیها ذکرت مایصنع بها بعدی کانی بها وقد دخل الذل بیتها وانتهکت حرمتها وغصب حقها ومنعت ارثها وکسر جنبها واسقطت جنینها وهی تنادی یا محمداه فلاتجاب وتسغیث فلا تغاث"" بتحقیق جو سلوک میری رحلت کے بعد حضرت زہرا کے ساتھ کیا جائے گا وہ مجھے یاد آنے سے جب بھی حضرت زہرا نظر آتی ہیں بے اختیار آنسو آجاتے ہیں کہ میرے مرنے کے بعد ان کی حرمت پائمال اور ان کے گھر پر ذلت وخواری کا حملہ ان کے حقوق دینے سے انکار ان کا ارث دینے سے منع کر کے ان کا پہلو شہید کیا جائے گا اور ان کا بچہ سقط ہو گا اور وہ فریاد

کرتی ہوئی یا محمداہ کی آواز بلند کریں گی لیکن کوئی جواب دینے والا نہیں ہوگا وہ استغاثہ کریں گی لیکن ان کے استغاثہ پر لبیک کہنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

دوسری نقلی دلیل: پہلے کہا گیا کہ حضرت محسن والدہ محترمہ کے پیٹ ہی میں شہید ہوئے تھے لیکن آغا سید عطا اللہ مہاجرانی شیعہ لکھتا ہے: حضرت محسن بہت کمسن دو سال کے شہزادے تھے اپنی والدہ گرامی کے پیچھے دوڑے اور درودیوار کے درمیان اپنی والدہ مظلومہ کبری سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ گر گئے جب مخالفین نے حملہ کیا یورش جمعیت آپ کی شہادت کا باعث بنی۔

تیسری نقلی دلیل: ایک شیعہ لکھتا ہے: امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا حضرت زہرا کے وفات پانے کی علت کیا تھی؟ آپ نے فرمایا عمر نے اپنے قنفذ نامی غلام کو حکم دیا کہ اے غلام حضرت زہرا پر تلوار کا اشارہ کر جب قنفذ کی تلوار کی ضرب آپ کے نازک جسم پر لگی تو محسن سقط ہوئے جس کی وجہ سے آپ بہت علیل ہوئیں اور دنیا سے چل بسیں۔

چوتھی نقلی دلیل: شیعوں کے ذاکر نظام نے کہا: عمر نے قنفذ کو حکم دیا کہ حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ہاتھوں پر تازیانے مارو۔ اور قنفذ نے حضرت زہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ہاتھوں اور پہلو پر اتنے تازیانے مارے کہ ان کے نشان حضرت زہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بندِ اقدس پر نشان پڑ گئے اور انہی تازیانوں کی وجہ سے بی بی کا فرزند سقط ہو گیا اور رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے اس بچہ کا نام محسن رکھا تھا۔ (نوادرالاخبار: ص183)

پانچویں نقلی دلیل: ایک شیعہ کی ویب سائیٹ میں لکھا ہے: "افسوس ہے کہ وہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جن کی تعظیم کو رسول کھڑے ہو جاتے تھے رسول کے جانے کے بعد اہل زمانہ کا رخ ان کی طرف سے پھر گیا۔ ان پر طرح طرح کے ظلم ہونے لگے۔ علی علیہ السّلام سے خلافت چھین لی گئ۔ پھر آپ سے بیعت کا سوال بھی کیا جانے لگا اور صرف سوال ہی پر اکتفا نہیں بلکہ جبر و تشدّد سے کام لیا جانے لگا۔ انتہا یہ کہ سیّدہ عالم کے گھر پر لکڑیاں جمع کر دیں

گئیں اور آگ لگائی جانے لگی، اس وقت آپ کو وہ جسمانی صدمہ پہنچا، جسے آپ برداشت نہ کر سکیں اور وہی آپ کی وفات کا سبب بنا۔

(https://ur.abna24.com/service/important/archive/2015/03/04/674594/story.html)

چھٹی نقلی دلیل: پچھلے پانچ دلائل میں شیعوں کا اختلاف قارئین کے سامنے عیاں ہے کہ کس طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کو زبردستی شہادت قرار دے کر متضاد واقعات نقل کیے جارہے ہیں کوئی کہتا ہے کہ حضرت محسن پیٹ میں شہید ہوئے، کوئی کہتا ہے کہ دو سال کے تھے، کوئی کہتا ہے کہ تلوار کی ضرب سے شہید ہوئیں اور ایک کہتا ہے کہ تازیانوں سے، ایک جگہ لکھا ہے کہ صدمے سے شہید ہوئیں یعنی ان کو نہ تلوار کی ضرب لگی نہ کسی اور چیز کی بلکہ صدمہ سے وصال ہوا اور ایک شیعہ کہتا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے نہیں بلکہ قنفذ نامی شخص نے شہید کیا تھا۔ اب ایک اور دلیل ملاحظہ ہو جو اس واقعہ کو سو فیصد جھوٹا ثابت کرے گی چنانچہ حق الیقین میں باقر مجلسی رافضی لکھتا ہے: "عمر مکان میں داخل ہوئے اور امیر المؤمنین (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ اٹھو اور چل کر بیعت کرو۔ حضرت نے انکار کیا تو حضرت کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور خالد کے ہاتھ میں دیا اور تمام منافقین نے ہجوم کیا اور ان لوگوں کو نہایت سختی سے کھینچا۔ لوگ مدینہ کے راستوں پر جمع تھے اور دیکھ رہے تھے اور جناب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنی ہاشم وغیرہ کی بہت سے عورتوں کے ساتھ باہر نکلیں اور نالہ و فریاد کی آوازیں بلند ہوئیں۔ جناب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابو بکر کو ندا دی اور کہا کہ خوب خانہ اہلبیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غارت کر رہے ہو۔ خدا کی قسم میں تم سے ایک حرف بات نہ کروں گی۔ یہاں تک کہ خدا سے ملاقات کروں۔ جب علی و زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے بیعت کی اور یہ فتنہ ختم ہوا۔ ابو بکر آئے اور عمر کی سفارش کی اور فاطمہ ان سے راضی ہو گئیں۔"

(حق الیقین (مترجم)، صفحہ 303، مجلس علمی اسلامی، پاکستان)

ملا باقر مجلسی رافضی نے تو صاف لکھ دیا کہ نہ ان کا گھر جلانہ کچھ اور ہوا بلکہ وہ بعد میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راضی بھی ہو گئی تھیں۔

اصل حقیقت کیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی رضامندی اور خوشی سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی تھی۔ آپ نے بیعت کس طرح کی اس کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ تاریخ طبری میں ہے ”حدثنا عبید اللہ بن سعد، قال: أخبرنی عمی، قال: أخبرنی سیف، عن عبد العزیز بن سیاہ، عن حبیب بن أبی ثابت، قال: کان علی فی بیتہ إذ أتی فقیل لہ: قد جلس أبو بکر للبیعۃ، فخرج فی قمیص ما علیہ إزار ولا رداء، عجلا، کراھیۃ أن یبطئ عنھا، حتی بایعہ ثم جلس إلیہ وبعث إلی ثوبہ فأتاہ فتجللہ“ ترجمہ: حبیب بن ابی ثابت فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھے تھے کہ کسی نے انہیں بتایا کہ مسجد میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیعت لے رہے ہیں۔ اس وقت حضرت علی نے محض ایک طویل کرتا پہن رکھا تھا اور تہبند نہ باندھ رکھا تھا۔ آپ دیر ہو جانے کے خوف سے اٹھے اور بغیر تہبند باندھے بھاگم بھاگ مسجد میں پہنچے اور بیعت کر کے صدیق اکبر کے پاس بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آپ نے گھر سے بقیہ لباس منگوا کر پہنا۔
(تاریخ الطبري، حدیث السقیفة، جلد3، صفحہ207، دار التراث، بیروت)

مصنف ابن ابی شیبہ میں یوں ہے ”محمد بن بشر نا عبید اللہ بن عمر حدثنا زید بن أسلم عن أبیہ أسلم أنہ حین بویع لأبی بکر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان علی والزبیر یدخلان علی فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیشاورونھا ویرتجعون فی أمرھم فلما بلغ ذلك عمر بن الخطاب خرج حتی دخل علی فاطمۃ فقال: یا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ ما من أحد أحب إلینا من أبیك وما من أحد أحب إلینا بعد أبیك منك وایم اللہ ما ذاك بمانعی إن اجتمع ھؤلاء النفر عندك ; أن أمرتھم أن یحرق علیھم البیت قال: فلما خرج عمر جاءوھا فقالت: تعلمون أن عمر قد جاءنی وقد حلف باللہ لئن عدتم لیحرقن علیکم البیت وایم اللہ لیمضین لما حلف علیہ فانصرفوا راشدین فروا رأیکم ولا ترجعوا إلی فانصرفوا عنھا فلم یرجعوا إلیھا حتی بایعوا لأبی بکر“ یعنی زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی تو حضرت علی اور حضرت

زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں داخل ہوئے اور لوگ اس مسئلہ میں ان سے مشاورت کرتے تھے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ اپنے گھر سے نکلے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آئے اور فرمایا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی! اللہ عزوجل کی قسم آپ کے والد سے بڑھ کر ہمیں کوئی محبوب نہیں اور ان کے بعد آپ سے بڑھ کر ہمیں کوئی محبوب نہیں۔ اللہ عزوجل کی قسم مجھے اس بات سے کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ اگر یہ مجمع آپ کے گھر اکٹھا ہو تو میں ان پر اس گھر کو آگ لگادوں۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلے گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جانتے ہو میرے پاس عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تھے اور وہ خدا کی قسم کھا کر گئے ہیں کہ اگر تم یہاں رہے تو تم پر اس گھر کو آگ لگادوں گا۔ اللہ کی قسم جو وہ قسم کھاتے ہیں اسے ضرور کر دیتے ہیں۔ تم لوٹ جاؤ اور سمجھداری سے کام لو اور خود ہی اپنے معاملہ پر غور کرو، میری طرف واپس نہ آنا۔ وہ سب چلے گئے اور جب تک ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت نہ کی واپس نہ آئے۔

(الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار، كتاب المغازى ،ما جاء في خلافة أبي بكر وسيرته في الردة،جلد7،صفحه432،مكتبة الرشد،الرياض)

اسی سند کے ساتھ جب امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن اسلم کے حوالے سے روایت کی تو اس میں گھر جلانے کی دھمکی مذکور نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کو دھمکی دی تھی جو مشاورت کر رہے تھے نہ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ میں یہ ہے کہ میں ان پر گھر کو آگ لگادوں گا۔ یہ دھمکی دینے کی وجہ انتشار کو ختم کرنا تھا۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اس دھمکی سے ان لوگوں کا ڈرانا منظور تھا کہ ہر اہل خیانت نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان کو امن وپناہ کی جگہ جان کر حکم حرم مکہ معظمہ کا دیا تھا۔ اور وہاں جمع ہو کر خلیفہ اول کے خلاف لوٹ پوٹ کرنے کے واسطے صلاحیں اور مشورے فساد انگیز کرتے تھے اور فساد و فتنے اٹھانا چاہتے تھے۔ حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ان کی اس نشست و برخاست سے مکدر وناخوش تھیں، لیکن بسبب کمال حسن خلق کے ظاہر ان سے نہیں فرماتی تھیں کہ ہمارے گھر مت آؤ۔ عمر بن خطاب جب یہ حال دیکھا تو اس گروہ سے دھمکا کر کہا کہ

میں اس گھر کو تم پر جلادوں گا کہ پھر نہ آنے جانے پاؤ اور خصوصیت جلانے کی اس تہدید میں موافق حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسی سے مستنبط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو جو جماعت میں حاضر نہیں ہوتے تھے اور امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے ایسا ہی ارشاد فرمایا تھا کہ اگر یہ گروہ ترک جماعت سے باز نہ آئے تو میں ان کا گھر ان پر پھونک دوں گا اور چونکہ ابو بکر بھی امام نماز مقرر کئے ہوئے حضرت پیغمبر کے تھے اور وہ لوگ ان کی امامت بحق کو ترک کرنا تجویز کرتے تھے اور رفاقت جماعت مسلمانوں کی اس امر میں نہیں کرتے تھے۔ پس یہ قول حضرت عمر کا بھی مشابہ قول پیغمبر ہے۔"

(تحفة اثناعشرية (مترجم)، صفحه 606، 605، انجمن تحفظ ناموس اسلام، کراچی)

شیعہ اس گھر جلانے والی ایک دھمکی کو لے کر ایک پوری کہانی بناتے ہیں کہ گھر جلا دیا گیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شہید کر دیا گیا۔ شیعہ اپنے اس جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لیے اہل سنت کی کتب کا حوالہ بھی تحریف کے ساتھ پیش کرتے ہیں جیسے امام ذہبی کے حوالے سے یہ جھوٹ پھیلایا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شہید کرنا لکھا ہے اور جو عبارت پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے "أن عمر رفس فاطمة حتى أسقطت محسنا "ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سینے پر لات ماری یہاں تک کہ محسن ساقط ہو گیا۔ جبکہ پوری عبارت یہ ہے "ابن أبي دارم أبو بكر أحمد بن محمد الشيعي۔۔۔

قال الحاكم: هو رافضي، غير ثقة وقال محمد بن حماد الحافظ: كان مستقيم الأمر عامة دهره، ثم في آخر أيامه كان أكثر ما يقرأ عليه المثالب، حضرته ورجل يقرأ عليه أن عمر رفس فاطمة حتى أسقطت محسنا۔ قلت: شيخ ضال معثر "ترجمہ: ابن ابی دارم ابو بکر احمد بن محمد شیعی: امام حاکم نے کہا کہ یہ راوی شیعہ غیر ثقہ ہے۔ محمد بن حماد حافظ نے فرمایا کہ اکثر زمانہ وہ صحیح تھا لیکن آخری عمر میں جتنی بھی روایات اس پر پڑھی گئیں وہ عیب زدہ ہیں۔ میں اس کے پاس آیا تو ایک ایک شخص اس کے پاس پڑھ رہا تھا کہ حضرت عمر نے حضرت فاطمہ کے سینے پر لات ماری اور محسن ساقط ہو گیا۔ میں کہتا ہوں (یعنی امام ذہبی فرماتے ہیں کہ) یہ جھوٹا گمراہ شخص ہے۔

(سير أعلام النبلاء، جلد 15، صفحه 578، مؤسسة الرسالة، بيروت)

یعنی امام ذہبی نے اس واقعہ اور اس راوی کی تردید کی ہے اور یہ شیعہ لوگ امام ذہبی کی آدھی عبارت کو اپنی تائید بنا کر شیعوں کو بے وقوف بناتے ہیں۔

آخری گزارش

علمائے اہل سنت اور عوام اہل سنت کی بارگاہ میں عرض ہے کہ یہ وقت دفاعِ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ہے۔شیعہ لوگ پورے زور کے ساتھ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی کردار کشی کرنے کی کوشش میں ہیں ، کبھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف پورا ڈرامہ بنایا جاتا ہے کہ کس طرح انہوں نے گھر جلایا اور کبھی خلافت اور باغ فدک کے مسئلہ میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں زبان درازی کرتے ہیں۔اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دفاع کریں کہ یہ صحابی ایک بند ہیں، جب یہ بند ٹوٹ گیا تو پھر گستاخیوں کے سیلاب سے کوئی ہستی نہیں بچے گی۔اس وقت جو اہل سنت کے اندر جعلی پیر، صلح کلی مولوی ہیں ان کا بائیکاٹ کیا جائے۔جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بکواس کرتے ہیں، ایمان ابوطالب اور افضلیت علی کے مسئلہ کو چھیڑ کر شیعوں کے عقائد کی تقویت دیتے ہیں ان کی تردید کی جائے اور عوام کو ان سے دور کیا جائے۔اس مسئلہ میں اکابرین اہل سنت اپنی خدمات سرانجام دے رہیں جن میں امیر اہل سنت مولانا محمد الیاس عطار قادری صاحب، کنزالعلماء علامہ اشرف آصف جلالی صاحب، سید مظفر حسین شاہ صاحب ، قبلہ غفران سیالوی صاحب وغیرہم ہستیاں سرفہرست ہیں، مزید علمائے کرام بھی اپنی خدمات سرانجام دیں تاکہ عام عوام کو شیعوں کے فتنوں سے بچایا جاسکے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شیعوں کے متعلق فرمانِ مصطفیٰ ﷺ

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع الجوامع میں، علامہ ابن منظور رحمۃ اللہ علیہ نے "مختصر تاریخ دمشق" میں، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے "الشفاء" میں اور خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ بغداد" میں حدیث پاک نقل کی۔ حدیث یوں ہے "عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَإِنَّهُ يَجِيئُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَسُبُّونَ أَصْحَابِي فَإِنْ مَرِضُوا فَلا تَعُودُهُمْ، وَإِنْ مَاتُوا فَلا تَشْهَدُوهُمْ، وَلا تُنَاكِحُوهُمْ، وَلا تَوَارَثُوهُمْ، وَلا تُسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ، وَلا تُصَلُّوا عَلَيْهِمْ "ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔ آخری زمانہ میں ایک قوم آئے گی جو میرے صحابہ کو گالیاں دے گی، اگر ایسے لوگ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر مر جائیں تو جنازہ میں شرکت نہ کرو، ان سے نکاح نہ کرو، ان کو وارث نہ بناؤ، ان سے سلام نہ کرو، ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھو۔

(تاریخ بغداد، حرف الواو، الحسین بن الولید، جلد8، صفحہ725، حدیث2659، دار الغرب الإسلامي، بیروت)

کرونا

جیسے وبائی امراض تاریخ کے آئینے میں

پیشکش: صدائے قلب

21مارچ2020ء

قارئین محترم! آپ نے کرونا کے حوالے سے کئی ویڈیوز دیکھی اور تحریرات پڑھی ہوں گی، لیکن ابھی تک آپ پر یہ واضح نہیں ہوا ہو گا کہ یہ بیماری کیوں آئی اور کیسے جائے گی؟ معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ ہم اس سنگین مسئلہ میں شریعت کو پس پشت ڈال کر اس کرونا کی مصیبت کو سائنس اور میڈیا کے سپرد کر کے آرام سے گھر بیٹھ کر ٹی۔وی اور فلمیں ڈرامے دیکھنے کے مصروف ہیں۔ میڈیا میں دین صرف اس حد تک رہ گیا ہے کہ ان حالات میں مسجد جانا چاہیے یا نہیں؟ میڈیا تاریخی واقعات کی روشنی میں وہ طریقے بتانے سے عاجز ہے جس سے کرونا جیسے امراض ختم ہو سکتے ہیں۔

اگر آپ تھوڑا سا وقت نکال کر یہ مکمل آرٹیکل پڑھ لیں گے تو کرونا اور اس جیسے دیگر وبائی امراض سے خلاصی پانے کا نسخہ مل جائے گا اور تاریخی و شرعی معلومات بھی حاصل ہو نگی۔

سب سے پہلے آپ کے سامنے چند تاریخی واقعات پیش کیے جاتے ہیں جن میں وبائی امراض سے ہلاکتیں ہوئیں اور لوگوں کا طرز عمل کیا تھا:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں سب سے پہلی مرتبہ طاعون جیسی خطرناک وبا "عمواس" جو بیت المقدس کی بستیوں میں سے ایک بستی تھی اس میں پھیلی، جس میں تین دنوں کے اندر ستر ہزار لوگ مارے گئے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد8، صفحہ 3411، دار الفکر، بیروت)

تاریخ ابن الوردی میں عمر بن مظفر فوارس لکھتے ہیں: "ازبک کے شہروں میں پھیلنے والی وبا واقع ہوئی اور اس نے شہر اور گاؤں لوگوں سے خالی کر دیے (یعنی کثیر اموات ہوئیں) پھر یہ وبا "قرم" شہر پہنچی، یہاں تک کہ ایک دن میں ہزار جنازے نکلے پھر یہ وبا "روم" پہنچی اور کثیر لوگ مر گئے۔ قاضی قرم نے کہا کہ ہم نے شمار کیا کہ جو وبا سے مرے ہیں وہ پچاسی ہزار تھے۔" (تاریخ ابن الوردي، جلد2، صفحہ 333، دار الكتب العلمية، بيروت)

النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر و القاہرہ میں یوسف بن تغری بردی بن عبد اللہ ظاہری حنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 874ھ سنہ **833** ہجری کی تاریخ کے متعلق لکھتے ہیں: "طاعون بحیرہ اور غربیہ میں واقع ہوا، ایک محلہ میں سے جو لوگ مرے ان کی تعداد پانچ ہزار سے زیادہ ہے۔ پھر یہ طاعون غزہ، قدس، صفد، دمشق میں واقع ہوا اور مرنے

والے کی تعداد میں یوں اضافہ ہوا کہ ہر دن پندرہ سو افراد مرے۔ پھر یہ طاعون مصر کے شہروں میں ربیع الاول کے شروع کے مہینے میں ہوا اور یہ طاعون فنائے عظیم تھا۔ پھر جب جمادی الاولیٰ کی جمعرات آئی تو قاہرہ میں اعلان کیا گیا کہ تین دن روزے رکھے جائیں اور اپنے گناہوں سے توبہ کرو۔ قاضی علم دین صالح بلقینی صحرا کی طرف قاہرہ سے باہر نکلے اور لوگوں میں وعظ کیا۔ لوگوں نے اپنی دعاؤں میں عاجزو انکساری کے ساتھ خوب آہ و بکا کی۔ (زندہ لوگوں کی تعداد اس قدر کم تھی کہ) ایک وقت میں چالیس پچاس جنازے اکٹھے پڑھے جاتے تھے اور جنازہ پڑھنے والوں کی فقط ایک صف ہوتی تھی۔ ہر کسی کی سواری اور کاموں میں متوجہ نہیں تھی سوائے مرنے والوں کے جنازہ پڑھنے اور پانچ وقت کی نماز پڑھنے میں اور لوگ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں گرگراتے تھے۔ بڑے بڑے امراء کے لیے جنازے کی چارپائی نہیں مل رہی تھی اور لوگ ہاتھوں پر جنازوں کو اٹھا کر لے جارہے تھے۔ پھر جمادی الآخر میں ایک دن میں باب نصر کے پاس آٹھ سو سے زائد جنازے پڑھے گئے پھر قاہرہ کے دوسرے دروازوں میں بارہ ہزار تین سو جنازے پڑھے گئے۔ (ملخص النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة، 14، صفحہ 337، وزارة الثقافة والإرشاد القومي، دار الكتب، مصر)

شذرات الذہب فی اخبار من ذہب میں عبد الحی بن احمد بن محمد ابن عماد حنبلی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 1089ھ لکھتے ہیں: "بخاریٰ کی کتاب میں ہے کہ ان کے شہروں میں کوئی وبا واقع ہوئی یہاں تک کہ ایک دن میں آٹھ ہزار جنازے نکلے۔ اس کتاب میں میں مرنے والوں کی جو تعداد شمار کی گئی وہ دس لاکھ پچاس ہزار چھ سو تھی۔ بازار اور گھر خالی ہوگئے۔ وبا آذربیجان، واسط اور کوفہ میں واقع ہوئی۔ ایک ہی گڑھا کھود کر اس میں بیس و تیس افراد دفن کیے جاتے۔ لوگوں کی موت کا ایک سبب بھوک تھا۔ آدمی روٹی کے عوض اپنی زمین بیچتا اور روٹی کھاتے ہی مرجاتا تھا۔ تمام لوگوں نے توبہ کی، شرابوں کو بہادیا، گانے باجے کے آلات توڑ دیے اور اپنے اموال میں سے قیمتی چیزیں صدقہ کیں اور مساجد کو لازم کرلیا۔ جو کوئی عورت سے صحبت کرتا دونوں ہی فورا مرجاتے۔ لوگ ایک مریض کے پاس آئے جو سات ایام سے نزع کے عالم میں تھا کہ اس کی جان نہیں نکل رہی تھی، اس مریض نے اپنی انگلی سے گھر کی کسی حصے کی طرف اشارہ کیا، جب اس جانب پڑی شراب کو پھینکا تو اس کی روح پرواز کی۔ ایک شخص جو مسجد ہی میں رہتا تھا وہ مرا تو پچاس ہزار درہم چھوڑ گیا لیکن کسی نے بھی ان پیسوں کا نہ لیا اور یونہی پیسے چھوڑ گئے۔"

(شذرات الذهب في أخبار من ذهب، جلد 5، صفحہ 208، دار ابن كثير، بيروت)

تاریخ الاسلام میں شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 748ھ لکھتے ہیں: "پہلے طاعون بصرہ شہر میں آئی اور ہر دن تقریباً ستر ہزار لوگ مرتے تھے۔ بصرہ شہر میں لوگ کم رہ گئے اور مرنے والے کی تجہیز و تکفین سے عاجز آ گئے۔ امیر بصرہ فوت ہوا تو سوائے چار لوگوں کے اور کوئی شخص ملا نہیں جو اس کا جنازہ اٹھالیتا۔ صدقہ بن عامر مازنی کے ایک دن میں سات بیٹے فوت ہوئے۔ انہوں نے کہا: اے اللہ میں مسلمان ہوں مسلمان ہوں (یعنی اللہ عزوجل سے شکوہ نہ کیا۔) جب جمعہ والے دن ابن عامر خطبہ کے لیے گئے تو مسجد میں سوائے سات افراد اور ایک عورت کے کوئی نہ تھا: خطیب نے کہا: کیا وجہ ہوئی یعنی لوگ کہاں گئے؟ عورت نے کہا: مٹی کے نیچے۔ یعنی قبروں میں چلے گئے۔

(تاريخ الإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام، جلد2، سفحه616، دار الغرب الإسلامي)

النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر و القاہرہ میں یوسف بن تغری بردی بن عبد اللہ ظاہری حنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 874ھ لکھتے ہیں: "وبا کی ابتدا گرمی کے شروع 749 ہجری ربیع الآخر کے مہینے میں ہوئی۔ مُردوں سے راستے بھر گئے۔ گھروں میں رہنے والے افراد، مویشی مر گئے۔ مسجدیں کپڑوں سے بھر گئیں (یعنی لوگ مساجد میں صدقہ کے لیے کپڑے دے جاتے تھے) اور ہوٹل اور دوکانیں مردوں سے بھر گئیں۔ کوئی موذن زندہ نہ رہا۔ کتے مُردوں کو کھاتے تھے۔ جب وبا روم میں آئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کی جو لوگوں پر مصیبت آئی ہے۔ آپ علیہ السلام نے حکم دیا کہ لوگوں سے کہو کہ سورۃ نوح کی تین ہزار تین سو تیس مرتبہ تلاوت کریں اور اللہ عزوجل سے اس وبا کے ختم ہونے کا سوال کریں۔ لوگ مساجد میں جمع ہوئے اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس پر عمل کیا اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں گڑگڑائے، اپنے گناہوں سے توبہ کی، غریبوں کے لیے کثیر گائیں، بکریاں ذبح کیں۔ سات دن تک یہ کرتے رہے تو دن بدن وبا کم ہونا شروع ہوئی یہاں تک کہ ختم ہو گئی۔

(النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة، جلد10، صفحه203، وزارة الثقافة والإرشاد القومي، دار الكتب، مصر)

ان تاریخی واقعات سے چند باتیں سیکھنے کو ملیں:

☆پہلے ادوار میں بھی طاعون اور اس جیسی خطرناک وبائیں عام ہوتی تھیں۔

☆لوگ اپنے عزیزوں اور مسلمانوں کو بے گوروکفن نہیں چھوڑتے تھے بلکہ سخت مشقت کے باوجود غسل و کفن اور تدفین کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ لہٰذا کرونا کے مرض میں اگر کوئی مسلمان فوت ہو جائے تو اس بیچارے کو بغیر غسل و جنازہ کے دفن کر دینا جائز نہیں بلکہ جتنی بھی احتیاطیں تدابیر ہو سکتی ہیں، اس کو اپناتے ہوئے اس کو غسل دیا جائے اور نماز جنازہ پڑھی جائے۔

طاعون ایسی خطرناک اور عزیت ناک بیماری ہے کہ اس میں اونٹ کے غدود کی طرح گلٹی بغلوں اور نرم جگہوں میں نکلتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے طاعون کے متعلق فرمایا کہ یہ میری امت کے لئے شہادت ہے۔ جو اس میں مرے شہید مرے اور جو ٹھہرے وہ راہ خدا میں سرحد کفار پر بانتظار جہاد اقامت کرنے والے کی مانند ہے اور جو اس سے بھاگ جائے جہاد سے بھاگ جانے کے مثل ہو۔ یعنی طاعون کے ڈر سے بھاگنے کا گناہ جہاد کے میدان سے بھاگنے کے برابر قرار دیا گیا۔ جس جگہ طاعون کی وبا عام ہو وہاں سے بھاگنے کے حرام ہونے کی ایک حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ جو اس مرض میں مرنے والے ہوں گے ان کا کفن و دفن کون کرے گا؟ **فتاویٰ رضویہ** میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "جن حکمتوں کی بنا پر حکیم کریم رؤف رحیم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیم نے طاعون سے فرار حرام فرمایا، ان میں ایک حکمت یہ ہے کہ اگر تندرست بھاگ جائیں گے، بیمار ضائع رہ جائیں گے، ان کا کوئی تیمار دار ہو گا نہ خبر گیراں، پھر جو مریں گے ان کی تجہیز و تکفین کون کرے گا، جس طرح خود آج کل ہمارے شہر اور گردونواح کے ہنود میں مشہور ہو رہا ہے کہ اولاد کو ماں باپ، ماں باپ کو اولاد نے چھوڑ کر اپنا راستہ لیا، بڑوں بڑوں کی لاشیں مزدوروں نے ٹھیلے پر ڈال کر جہنم پہنچائیں، اگر شرع مطہر مسلمانوں کو بھی بھاگنے کا حکم دیتی تو معاذاللہ یہی بے بسی بیکسی ان کے مریضوں میتوں کو بھی گھیرتی جسے شرع قطعاً حرام فرماتی ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد24، صفحہ303، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

یاد رہے کہ اسلام احتیاطی تدابیر کی نفی نہیں کرتا لیکن یہ نظریہ بلکہ واضح ہے کہ کسی کی مریض کی بیماری اڑ کو تندرست کو نہیں لگتی، بلکہ جس کی قسمت میں بیمار ہونا لکھا ہو وہ مریض ہو کر ہی رہتا ہے چاہے جتنی مرضی احتیاط کر لے۔ کرونا والے مسئلہ میں بھی ڈاکٹر حضرات کہتے ہیں کہ ضروری نہیں کہ کرونا کے مریض کے چھونے سے تندرست شخص بھی مریض ہو جائے گا بلکہ اگر اس کی قوت مدافعت مضبوط ہو گی تو کچھ نہیں ہو گا، تو یہ قوت مدافعت

در حقیقت قسمت ہی ہے۔ اگر آج ہم کرونا کے خوف سے دوسرے مسلمانوں کو بے غسل وجنازہ چھوڑ دیں گے تو کل اگر خدانخواستہ ہم اسی مرض میں مر گئے تو دوسرے مسلمان ہم کو بھی بے گوروکفن چھوڑ دیں گے۔اس لیے ہمیں اپنے اوپر خوف مسلط نہیں کرنا چاہیے بلکہ احتیاط کے ساتھ ساتھ تقدیر پر ایمان رکھنا چاہیے۔**عجائب القرآن** میں **روح البیان** کے حوالے سے لکھا ہے:"منقول ہے کہ بنو امیہ کا بادشاہ عبدالملک بن مروان جب ملک شام میں طاعون کی وبا پھیلی تو موت کے ڈر سے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے شہر سے بھاگ نکلا اور ساتھ میں اپنے خاص غلام اور کچھ فوج بھی لے لی اور وہ طاعون کے ڈر سے اس قدر خائف اور ہراساں تھا کہ زمین پر پاؤں نہیں رکھتا تھا بلکہ گھوڑے کی پشت پر سوتا تھا۔دورانِ سفر ایک رات اس کو نیند نہیں آئی۔تو اس نے اپنے غلام سے کہا کہ تم مجھے کوئی قصہ سناؤ۔تو ہوشیار غلام نے بادشاہ کو نصیحت کرنے کا موقع پا کر یہ قصہ سنایا کہ ایک لومڑی اپنی جان کی حفاظت کے لئے ایک شیر کی خدمت گزاری کیا کرتی تھی تو کوئی درندہ شیر کی ہیبت کی وجہ سے لومڑی کی طرف دیکھ نہیں سکتا تھا۔اور لومڑی نہایت ہی بے خوفی اور اطمینان سے شیر کے ساتھ زندگی بسر کرتی تھی۔اچانک ایک دن ایک عقاب لومڑی پر جھپٹا تو لومڑی بھاگ کر شیر کے پاس چلی گئی۔اور شیر نے اس کو اپنی پیٹھ پر بٹھالیا۔عقاب دوبارہ جھپٹا اور لومڑی کو شیر کی پیٹھ پر سے اپنے چنگل میں دبا کر اڑ گیا۔لومڑی چلا چلا کر شیر سے فریاد کرنے لگی تو شیر نے کہا کہ اے لومڑی!میں زمین پر رہنے والے درندوں سے تیری حفاظت کر سکتا ہوں لیکن آسمان کی طرف سے حملہ کرنے والوں سے میں تجھے نہیں بچا سکتا۔یہ قصہ سن کر عبدالملک بادشاہ کو بڑی عبرت حاصل ہوئی اور اس کی سمجھ میں آگیا کہ میری فوج ان دشمنوں سے تو میری حفاظت کر سکتی ہے جو زمین پر رہتے ہیں مگر جو بلائیں اور وبائیں آسمان سے مجھ پر حملہ آور ہوں،ان سے مجھ کو نہ میری بادشاہی بچا سکتی ہے نہ میرا خزانہ اور نہ میرا لشکر میری حفاظت کر سکتا ہے۔آسمانی بلاؤں سے بچانے والا تو بجز خدا کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔یہ سوچ کر عبدالملک بادشاہ کے دل سے طاعون کا خوف جاتا رہا اور وہ رضاء الٰہی پر راضی رہ کر سکون واطمینان کے ساتھ اپنے شاہی محل میں رہنے لگا۔"

(عجائب القرآن، صفحہ 45، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

☆ ان تاریخی واقعات سے یہ بھی پتہ چلا کہ لوگ وبا پھیلنے پر ہماری طرح گھروں میں محصور رہ کر انٹرٹینمنٹ میں مشغول نہیں رہتے تھے بلکہ اپنے گناہوں سے توبہ کرکے اللہ عزوجل کی ذکر کی طرف لگ جاتے تھے۔

حقیقت یہی ہے کہ یہ کرونا جیسی مصیبتیں ہمارے گناہوں کا نتیجہ ہوتی ہیں بالخصوص بے حیائی اور زنا کے عام ہونے پر خطرناک قسم کی بیماریاں عام ہونے پر احادیث موجود ہیں۔**سنن ابن ماجہ** میں امام ابن ماجہ ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 273ھ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"اے گروہ مہاجرین! جب تم پانچ خصلتوں میں مبتلا کر دیئے جاؤ اور میں اللہ عزوجل سے تمہارے اِن میں مبتلا ہونے سے پناہ مانگتا ہوں: (۱) جب کسی قوم میں فحاشی ظاہر ہوئی اور انہوں نے اعلانیہ اس کا اِرتکاب کیا تو ان میں **طاعون اور ایسی بیماری پھیل گئی جو ان کے پہلے لوگوں میں نہ تھی**۔(۲) انہوں نے ماپ تول میں کمی کی تو قحط سالی میں مبتلا ہو گئے اور سخت بوجھ اور بادشاہ کے ظلم کا شکار ہو گئے (۳) انہوں نے اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دی تو آسمان سے بارش روک دی گئی اور اگر چوپائے نہ ہوتے تو ان پر بارش نہ ہوتی (۴) انہوں نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عہد توڑا تو اللہ عزوجل نے ان پر دشمن مُسلّط کر دیئے جنہوں نے ان سے وہ سب لے لیا جو کچھ ان کے قبضہ میں تھا اور (۵) ان کے حکمرانوں نے اللہ عزوجل کے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کیا اور اللہ عزوجل کے قانون میں سے کچھ لیا اور کچھ چھوڑ دیا تو اللہ عزوجل نے اُن کے درمیان اختلاف پیدا کر دیا۔"

(سنن ابن ماجة، ابواب الفتن، باب العقوبات ،جلد2،صفحه1332،حديث4019، دار إحياء الكتب العربية - فيصل عيسى البابي الحلبي)

☆ ان ادوار میں وبا کے وقت خوب صدقہ و خیرات کی جاتی تھی اور صدقہ میں وہ چیز دی جاتی جس کی لوگوں کو ضرورت ہوتی تھی جیسے لوگ بھوکے مر رہے ہوتے تو ان کو کھانے کے لیے دیتے تھے۔

احادیث میں صدقہ و خیرات کی بہت ترغیب دی گئی ہے اور اس کے بہت فضائل بیان کیے گئے ہیں کہ صدقہ بلائیں ٹالتا ہے، بُری موت سے بچاتا ہے، رب تعالیٰ کے غضب کو دور کرتا ہے۔سابقہ مسلمانوں کا وباؤں کے

زمانہ میں یہی طریقہ رہاہے۔ **فتاویٰ رضویہ** میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا:"
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے دیار میں اس طرح کا رواج ہے کہ کوئی بلاد میں **ہیضہ، چیچک، وقحط سالی وغیرہ آجائے تو دفع بلا کے واسطے** جمیع محلہ والے مل کر فی سبیل اللہ اپنی اپنی حسب استطاعت چاول، گیہوں وپیسہ وغیرہ اٹھا کر کھانا پکاتے ہیں اور مولویوں اور ملاؤں کو بھی دعوت کرکے ان لوگوں کو بھی کھلاتے ہیں اور جمیع محلہ دار بھی کھاتے ہیں، آیا اس صورت میں محلہ دار کو طعام مطبوخہ کا کھانا جائز ہوگا یا نہ؟ طعام مطبوخہ کھانے کے لئے مانع وغیر مانع پر کیا حکم دیا جاتا ہے؟ بینوا توجروا (بیان کروتا کہ اجر پاؤ۔)"

جوابا فرماتے ہیں:" نظر کیجئے تو یہ عمل چند دواؤں کا نسخہ جامعہ ہے کہ اس سے مساکین وفقراء بھی کھائیں گے، علماء وصلحاء بھی عزیز ورشتہ دار بھی قریب واہل جوار بھی تو اس میں بعد وابواب جنت آٹھ خوبیاں ہیں:

(۱)فضیلت صدقہ (۲)خدمت صلحاء (۳)صلہ رحم (۴)مواساۃ جار
(۵)سلوک نیک سے مسلمانوں خصوصا غرباء کا دل خوش کرنا (۶) ان کی مرغوب چیزیں ان کے لئے مہیا کرنا۔ (۷)مسلمان بھائیوں کو کھانا دینا (۸)مسلمانوں کا کھانے پر مجتمع ہونا۔

اور ان سب امور کو جب بہ نیت صالحہ ہوں باذن اللہ تعالیٰ رضائے خدا عفو خطاء ودفع بلا میں دخل تام ہے ظاہر ہے کہ قحط، وباء، ہر مصیبت وبلا گناہ کے سبب آتی ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد23، صفحہ135، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

ایسی بیماری جس کا کوئی علاج نہ ہو (جیسا کہ اس وقت کرونا بیماری کی دوا کوئی نہیں) اس کا علاج بھی شرع میں صدقہ ہے اور ایسی چیز صدقہ کرنا ہے جس کی لوگوں کو حاجت ہو۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"ہمارے استاد ابوعبد اللہ حاکم کے منہ پر پھوڑے نکلے، طرح طرح کے علاج کئے نہ گئے، قریب ایک سال کے اس حال میں گزرا انھوں نے ایک جمعہ کو امام استاذ ابو عثمان صابونی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ان کی مجلس میں دعا کی درخواست کی۔ امام نے دعا فرمائی اور حاضرین نے بکثرت آمین کہی، دوسرا جمعہ ہوا کسی بی بی نے ایک رقعہ مجلس میں ڈال دیا اس میں لکھا تھا کہ میں اپنے گھر پلٹ کر گئی اور شب کو ابو عبد اللہ حاکم کے لئے دعا میں کوشش کی میں خواب میں جمال جہاں آرائے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئی گویا مجھے ارشاد فرماتے ہیں "قُولِی لِأَبِی عَبْدِ اللهِ یُوَسِّعُ

الْمَاءَ عَلَی الْمُسْلِمِینَ " ترجمہ: ابو عبد اللہ سے کہہ مسلمانوں پر پانی کی وسعت کرے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں میں وہ رقعہ اپنے استاد حاکم کے پاس لے گیا انھوں نے اپنے دروازے پر ایک سقایہ بنانے کا حکم دیا۔ جب بن چکا اس میں پانی بھروادیا اور برف ڈالی اور لوگوں نے پینا شروع کیا ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ شفاء ظاہر ہوئی، پھوڑے جاتے رہے، چہرہ اس اچھے سے اچھے حال پر ہو گیا جیسا کبھی نہ تھا۔ اس کے بعد برسوں زندہ رہے۔"

(شعب الایمان، جلد5، صفحہ69، تحت حدیث 3109، مکتبۃ الرشد، الریاض)

اس وقت اگر ہم مسلمانوں کو کرونا سے بچنا ہے یا خدانخواستہ کوئی اس مرض میں مبتلا ہے تو سب کو چاہیے کہ اچھی و قیمتی چیز صدقہ کریں جس کی لوگوں کو حاجت ہو۔ جو غریب ہیں ان کے پاس کھانے کو کچھ نہیں تو ان کو کھانا پیش کریں۔ عام حالات میں پیسے صدقہ کرنا افضل ہے لیکن جب قحط ہو کہ لوگوں کو کھانے کے لیے کچھ نہ مل رہا ہو اس وقت کھانا دینا افضل ہے۔ **در مختار** میں ہے: "مفتی بہ مذہب کے مطابق قیمت یعنی دراھم کا ادا کرنا عین شے سے افضل ہے جوہرہ۔ اور بحر میں ظہیریہ سے ہے کہ یہ عام حالات یعنی آسانی کے وقت ہے اگر کسی وقت شدت اور قحط ہو تو عین شئ کا دینا افضل ہو گا۔"

(الدر المختار مع ردالمحتار، باب الصدقۃ الفطر، جلد2، صفحہ366، دار الفکر، بیروت)

اس وقت ہم سب کو مل کر ایک دوسری کی خیر خواہی کرنا ہو گی۔ تاجر طبقہ کو بھی یہ سوچنا چاہیے کہ ان حالات میں مسلمانوں کی مجبوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے چیزیں مہنگی بیچنا مناسب نہیں۔ یونہی لوگوں کی ضروری چیزوں کو ذخیرہ کر لینا تا کہ جب قحط پڑے تو مہنگی بیچی جائیں یہ جائز نہیں۔ **ردالمحتار** میں ہے: "مہنگائی اور قحط سالی کے انتظار میں غلہ کو روک رکھنے سے گنہگار ہوا کیونکہ اس میں مسلمانوں کے لئے بد خواہی ہے۔"

(ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، جلد6، صفحہ399، دار الفکر، بیروت)

آئیں ہم سب مل کر اچھی اچھی نیتیں کرتے ہیں کہ اس نازک صورت میں ہم مسلمانوں کی جس قدر ہو سکے خیر خواہی کریں گے۔ اس اچھی نیت کا بھی بہت ثواب ہے۔ مکاشفۃ القلوب میں ہے: "بنی اسرائیل پر سخت قحط کا زمانہ تھا، ایک عابد کا ریت کے ٹیلے سے گزر ہوا تو اس کے دل میں خیال آیا کاش یہ ریت کا ٹیلہ آٹے کا ٹیلہ ہوتا اور میں اس سے بنی اسرائیل کے پیٹ بھرواتا، اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے نبی کی طرف وحی بھیجی، میرے اس بندہ سے کہدو کہ

تجھے اِس ٹیلے کے برابر بنی اسرائیل کو آٹا کھلانے سے جتنا ثواب ملتا ہم نے تمہاری اس نیت کی بدولت ہی اتنا ثواب دے دیا ہے، اسی لئے فرمانِ نبوی ہے، مومن کی نیت اُس کے عمل سے بہتر ہے۔"

(مکاشفۃ القلوب، صفحہ126،مکتبۃ المدینہ، کراچی)

کرونا اور دیگر امراض سے بچنے کی دعا

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی بلا رسیدہ (یعنی کرونا، ایڈز، ٹی۔بی وغیرہ کے مریض) کو دیکھ کر یہ دُعا پڑھ لے گا وہ اُس بلا سے محفوظ رہے گا۔ وہ دُعا یہ ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا"ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے مجھے اس سے بچایا جس میں تُو مبتلا ہے اور مجھے اپنی مخلوق میں سے کثیر لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

(جامع ترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذارای مبتلی، جلد5،صفحہ370،حدیث3431،دارالغرب الاسلامی، بیروت)

شیعوں کا شہادتِ علی المرتضیٰ پر جلوس نکالنا اور اہل سنت کا تنقید کرنا

پیشکش: صدائے قلب

22 رمضان المبارک 1441ھ بمطابق 16 مئی 2020ء

2020ء میں کرونا وائرس کی وجہ سے مساجد میں جماعت وجمعہ اور دیگر دینی اجتماعات پر پابندی لگائی گئی، میڈیا نے بھی دینی طبقہ کے خلاف خوب زہر اگلا۔ سندھ نے انسانی جانوں کی حفاظت کا نعرہ لگاتے ہوئے مساجد میں ہونے والی جماعت وجمعہ پر بہت زیادہ سختی کی، نمازیوں کی پٹائی بھی کروائی۔ لیکن رجب المرجب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یوم ولادت میں شیعوں کی پورے پاکستان میں مجالس کی ویڈیوز اور تصاویر سوشل میڈیا پر عام ہوئیں جس میں ایک شیعہ ذاکر کا یہ کلپ بھی دیکھنے سننے کو ملا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ اللہ وارث کہنے والوں پر پابندی ہے اور علی وارث کہنے والے مجالس کررہے ہیں۔ اس تمام صورتحال میں دین کا درد رکھنے والے لوگوں نے حکومت بالخصوص سندھ کے وزیر مراد علی شاہ پر تنقید بھی کی کہ کرونا کیا مساجد کے لیے ہی رہ گیا ہے۔ جب صدر پاکستان نے علماء کے ساتھ مل کر مخصوص شرائط کے ساتھ تراویح وجمعہ کی اجازت دی تو مراد علی شاہ نے اس فیصلہ کو بھی تسلیم نہ کیا۔ لیکن اہل علم طبقہ جس نے شیعوں کی تاریخ پڑھی ہے وہ جانتا تھا کہ مراد علی شاہ کا لاک ڈاؤن صرف 21 رمضان سے پہلے تک ہے اور اکیس رمضان کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یوم شہادت پر شیعوں کو جلوس نکالنے کی اجازت مل جانی ہے۔

یہی ہوا کہ 21 رمضان کو پورے پاکستان میں جلوس نکالے گئے اگرچہ سرعام نہ تھے چپکے چپکے تھے اور میڈیا نے بھی ان کا ساتھ دیا کہ بظاہر خبروں میں یہ تاثر دیا کہ پورا پاکستان میں جلوس کو سیل کردیا گیا ہے اور میڈیا پر کسی بھی جلوس کو نہیں دکھایا لیکن سوشل میڈیا میں مختلف جگہوں سے جلوسوں کی تصاویر شیئر ہوئیں جن میں سندھ سرفہرست تھا، بلکہ ایک وزیر بھی جلوس میں کالے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا گیا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہورہا ہے کہ پاکستان میں اہل سنت کی اتنی بھاری اکثریت ہونے کے باوجود ان کے ساتھ یتیموں والا سلوک کیا جارہا ہے اور ان کو دن بدن دبایا جارہا ہے اور باطل فرقے دندناتے پھرتے ہیں۔ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے پہلے قرآن پاک کی یہ آیت ملاحظہ ہو: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ ؔۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ترجمہ: اے

ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بے شک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔ (سورۃ المائدہ، سورۃ 5، آیت 51)

اس آیت کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں ہے: "جو کافروں سے دوستی کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا کاتب نصرانی تھا، حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ نصرانی سے کیا واسطہ ؟ تم نے یہ آیت نہیں سنی ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ ﴾ الایۃ، انہوں نے عرض کیا اس کا دین اس کے ساتھ، مجھے تو اس کی کتابت سے غرض ہے۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے انہیں ذلیل کیا تم انہیں عزّت نہ دو، اللہ نے انہیں دور کیا تم انہیں قریب نہ کرو۔ حضرت ابو موسیٰ نے عرض کیا کہ بغیر اس کے حکومتِ بصرہ کا کام چلانا دشوار ہے یعنی اس ضرورت سے مجبوری اس کو رکھا ہے کہ اس قابلیّت کا دوسرا آدمی مسلمانوں میں نہیں ملتا۔ اس پر حضرت امیر المومنین نے فرمایا نصرانی مر گیا والسلام یعنی فرض کرو کہ وہ مر گیا اس وقت جو انتظام کرو گے وہی اب کرو اور اس سے ہرگز کام نہ لو یہ آخری بات ہے۔

(تفسیر خزائن العرفان، سورۃ المائدہ، سورۃ 5، آیت 51)

قرآن کی اس آیت اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کو سامنے رکھ کر اگر شیعوں کے افعال کا جائزہ لیں تو بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ دن بدن جو شیعوں کو آزادی مل رہی ہے اور پورا میڈیا ان کو کوریج دیتا ہے، اس کے پیچھے شیعوں کا احتجاج نہیں ہے کیونکہ احتجاج کرنا ایک ہمت کا کام ہے اور یہ ایک بزدل قوم ہے، تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ، امام حسن و حسین سمیت دیگر کئی ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ غداری کی ہے۔ اماموں کو ساتھ دینے کی یقین دہانی کروا کے بعد میں ان کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جاتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ تاریخ کی جتنی بھی مسلمانوں اور کفار کے مابین جنگیں ہوئی ہیں ان میں اس قوم کا کوئی کردار نہیں بلکہ ہلاکو خان کو بغداد پر حملہ کرنے پر اکسانے والا بھی ایک شیعہ تھا۔

اس وقت شیعوں کو جو کرونا وائرس کے دوران بھی جلوسوں اور مجالس منعقد کرنے کی اجازت ملی ہے یہ ان شیعہ سیاسی لیڈروں (بالخصوص سندھ کے وزیر اعلیٰ اور دیگر وزرا) اور ان افسران کی طرف سے ہے جو پولیس اور دیگر سرکاری اداروں میں ہیں۔

قرآن وحدیث اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے یہی ثابت ہے کہ کفار کی طرح بدعقیدہ لوگوں کو اعلیٰ عہدے دے کر مسلمانوں پر مسلط نہ کیا جائے کہ یہ اپنے مذہب و عقیدہ کو تقویت دیں گے جیسا کہ آج ہم اپنی آنکھوں سے شیعوں کی طرح قادیانیوں کو بھی دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح وہ دن بدن اپنے سرکاری افسران کے ذریعے فتنے پھیلا رہے ہیں۔

حکومت اور سرکاری اداروں میں شیعوں سے کئی گناہ اہل سنت کے افراد ہیں بلکہ اکثر جگہ شیعہ افسران اہل سنت ہی کے ماتحت ہیں، لیکن اہل سنت کی ایک تعداد ایسی ہے جو قرآن وسنت کی تعلیمات سے دور ہے، ان کے ذہن میں میڈیا اور لبرل مولویوں نے انسانیت کا نعرہ گھسا دیا ہے کہ ہر انسان سے پیار کرو چاہے وہ دوسرے انسان مسلمانوں کے گلے کاٹ رہے ہوں۔ ایک اہل سنت کا پڑھا لکھا طبقہ کلی طور پر فرقہ واریت سے ہی بدظن ہے اور اہل سنت کو بھی ایک فرقہ قرار دے کر اس سے بھی بیزاری کا اظہار کر کے درحقیقت وہ گمراہوں کے لیے راہ ہموار کرتا ہے کہ ہم نے تو دین اسلام کی بہتری اور گمراہ عقائد کو روکنے کی کوشش نہیں کرنی تم اپنے باطل عقیدے زور و شور سے اور اپنے اثر و رسوخ سے عام کرتے رہو اور امت کو گمراہ کرو۔

اگر آج ہم اہل سنت کے تمام لوگ بشمول سیاسی لیڈر و افسران باطل عقائد کی روک تھام کریں، حکومت اور اس کے ادارے ہر اس عقیدے والے کے خلاف کاروائی کریں جو قرآن وسنت کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے اور اس کی تبلیغ کرتا ہے اور عام عوام ان بدعقیدہ لوگوں کے بیانات سننے، ان سے خرید و فروخت کرنے، ان سے دوستی کرنے سے دور رہے تو یقین جانیں کہ فرقہ واریت بالکل ختم ہو جائے جیسا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان گمراہ لوگوں کا شد و مد سے رد کرتے تھے اور فرقہ واریت کو روکنے میں کامیاب رہتے تھے۔ امیر المومنین غیظ المنافقین امام العادلین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب صبیغ سے جس پر بوجہ بحث متشابہات بدمذہبی کا اندیشہ تھا بعد ضرب شدید

توبہ لی اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو فرمان بھیجا کہ مسلمان اس کے پاس نہ بیٹھیں، اس کے ساتھ خرید وفروخت نہ کریں، بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو نہ جائیں، مر جائے تو اس کے جنازے پر حاضر نہ ہوں۔ آپ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے ایک مدت تک یہ حال رہا کہ اگر سو آدمی بیٹھے ہوتے اور وہ آتا سب متفرق ہو جاتے، جب موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض بھیجی کہ اب اس کا حال اچھا ہو گیا اس وقت اجازت فرمائی۔ چنانچہ امام دارمی، ابن عبد الحکیم اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر کے آزاد کردہ غلام سے بیان کیا کہ صبیغ عراقی مسلمانوں کے مختلف گروہوں سے قرآن کی بعض اشیاء کے بارے میں سوال کرتا تھا (آگے چل کر کہا) حضرت عمر نے مجھ سے چھڑی منگوائی اور اسے پیٹا حتی کہ اس کی پشت کو زخمی چھوڑ دیا پھر مارا پھر چھوڑ دیا حتی کہ وہ صحیح ہو گیا، پھر آپ نے دوبارہ اس کو مارا حتی کہ وہ صحیح ہو گیا۔ پھر آپ نے اسے بلایا تا کہ پھر اس کی پٹائی کی جائے، تو اس نے کہا اے امیر المؤمنین! اگر آپ مجھے قتل کرنا ہی چاہتے ہیں تو بہتر انداز میں قتل کیجئے اور اگر میرا علاج فرما رہے ہیں تو اللہ کی قسم اب میں درست ہوں۔ آپ نے اسے اپنے علاقے میں جانے کی اجازت دے دی اور ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ اسے مسلمانوں کی کسی مجلس میں نہ بیٹھنے دو۔ اس شخص پر یہ معاملہ گراں گزرا حتیٰ کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے حضرت عمر کی طرف خط لکھا کہ آپ نے اس کی توبہ درست کر دی ہے، تو حضرت عمر نے لکھا کہ اب لوگ اسے اپنے پاس بیٹھنے کی اجازت دے دیں۔

(سنن الدارمی، باب من هاب الفتيا و كره التنطع والتبدع، جلد1، صفحه254، حديث150، دار المغني، السعودية)

اسلام اور ہندوستان میں فرقہ واریت کی ابتدا کب اور کیسے ہوئی؟

پیشکش: صدائے قلب

19 مئی 2021ء

جس دور میں ہم رہ رہے ہیں اس میں چار طرح کے لوگ ہیں:

(1) ایک گروہ ایسا ہے جو فرقہ واریت سے بدظن ہے اور اس میں زیادہ تر دنیاوی تعلیم یافتہ طبقہ ہے۔ یہ طبقہ کسی بھی فرقہ کو اچھا نہیں سمجھتا اور خود کو فقط مسلمان کہلوانا پسند کرتا ہے۔ اس گروہ کا دینی مطالعہ زیادہ نہیں ہوتا، نہ ہی تاریخی حقائق کے بارے میں معلومات ہوتی ہے۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے ایک ذی شعور انسان سمجھ جاتا ہے کہ کون سا فرقہ کب وجود میں آیا اور اس کے عقائد کیا تھے، اس فرقے نے اپنے دور میں کیا فتنہ وفساد بھرپا کیے تھے اور اُس دور کے اہل علم حضرات ور حکمرانوں نے کس طرح اس کے فساد کو روکنے کی کوشش کی تھی۔ یوں اس فرقہ واریت کی تاریخی معلومات سے حق وباطل کی پہچان ہو جاتی ہے اور بندہ حق سے محبت اور باطل سے نفرت کرتا ہے، یہ نہیں کہ حق وباطل دونوں سے نفرت کرتا رہے۔

(2) ایک گروہ کا یہ ذہن ہے ہر فرقہ ہی حق پر ہے، سب مل جل کر رہیں، کوئی کسی کو بُرا نہ کہے، جو جس مرضی فرقہ میں رہنا چاہے، اسے رہنے کی اجازت ہے۔ اس طرح کے لوگ زیادہ تر سیاستدان، ویلفیئر ادارے والے اور ایسے صلح کلی مولوی ہوتے ہیں جو اپنا حلقہ احباب بڑھانے اور مشہور ہونے کے لیے سب سے دوستیاں کرتے ہیں۔ اس گروہ میں بعضوں کو دینی ودنیاوی دونوں طرح کا مطالعہ ہوتا ہے، لیکن یہ گروہ مذہب کو اپنے مفاد کے لیے استعمال کرتا ہے۔

(3) ایک بہت بڑا گروہ ایسا ہے کہ جو کسی نہ کسی فرقہ سے منسلک ہے اور وہ اسی فرقے کو حق سمجھتا ہے اگرچہ وہ حقیقت میں گمراہی پر ہو۔ جو گمراہی پر ہیں ان میں اہل علم لوگ بھی ہیں، لیکن وہ دین کو توڑ موڑ کر اس سے اپنے غلط عقائد ثابت کرتے ہیں۔ ان باطل فرقوں سے منسلک عام عوام کو یہ معلوم نہیں کہ ہمارا فرقہ کب وجود میں آیا، اس کا بانی کون تھا، اس کے کیا نظریات تھے۔

(4) ایک طبقہ جو دن بدن بڑھ رہا ہے وہ ایسا ہے جو پریشان ہے، ان میں پڑھے لکھے اور ذی شعور افراد شامل ہیں، جو یہ جاننا چاہتے ہیں کہ حق جماعت کون ہے۔ یہ گروہ فرقہ واریت کی تاریخ کو جان کے حق جماعت کو جاننا چاہتا

ہے۔ ویسے تو اس گروہ کے لیے صراط مستقیم کو پہچاننا کوئی مشکل کام نہیں کہ صحابہ کرام اور ان کے بعد میں آنے والی بزرگ ہستیوں کے عقائد و نظریات جان کر انہی پر کاربند ہو جائے۔

الحمدللہ ہر مسلمان صحابہ کرام، تابعین، بزرگان دین رحمہم اللہ سے محبت رکھتا ہے اور ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتا ہے لیکن فرقہ واریت کے اس دور میں یہ نہیں جانتا کہ جن ہستیوں سے میں محبت کرتا ہوں ان کے عقائد و نظریات کیا تھے۔ فرقہ واریت آج کی نہیں ہے یہ صدیوں سے جاری ہے اور اس فرقہ واریت کے حوالے سے ہمارے اسلاف کے واضح ارشادات موجود ہیں اور انہوں نے حق کی نشاندہی کی ہے، جسے پڑھ کر اور اس پر عمل پیرا ہو کر ہم مزید فرقہ واریت کو روک سکتے ہیں۔ اس تحریر کو بغور پڑھنے سے ان شاء اللہ عزوجل قارئین کو بہت معلومات ملنے کے ساتھ ساتھ حق و باطل کی پہچان بھی ہو جائے گی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ عزوجل نے تفرقہ سے منع کیا ہے اور اسلام نے ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی تلقین کی ہے۔ آج ہر فرقے والا خود کو مسلمان کہتا اور صراطِ مستقیم پر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ قادیانی، گستاخِ صحابہ، گستاخِ اہل بیت، منکرینِ حدیث، نیچری سب کے سب خود کو مسلمان کہتے ہیں۔ پھر عجیب بات یہ ہے کہ جو جتنی فرقہ واریت کی مذمت کرتا ہے، اس کے عقائد و نظریات اتنے ہی قرآن حدیث کے مخالف ہیں اور عام عوام اسے اس وجہ سے پسند کرتی ہے کہ یہ فرقہ واریت والی بات نہیں کرتا بلکہ اس سے دور رہنے کا کہتا ہے، موجودہ دور میں ایسے کئی افراد منظر عام پر ہیں۔

اگر اس طور پر لکھا جائے کہ اسلام میں کونسا فرقہ کب نکلا، کس دور میں عام ہوا تو یہ ایک طویل موضوع ہے۔ اس تحریر میں مختصر ان بنیادی فرقوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے مزید کئی فرقے نکلے ہیں۔

فرقوں کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئیاں

حضور علیہ السلام اور حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور میں اسلام میں کوئی فرقہ نہ تھا۔ البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرقہ واریت کی پیشین گوئی کی تھی اور حق جماعت کے ساتھ کئی گمراہ فرقوں اور مرتدین کی نشاندہی کر کے اپنی امت کو ان گمراہوں سے دور رہنے کا فرمایا تھا چنانچہ احادیث کا انکار کرنے

والوں کے حوالے سے آپ علیہ السلام نے فرمایا''لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ،يَأْتِيهِ الْأَمْرُ مِنْ أَمْرِي مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ، فَيَقُولُ لَا أَدْرِي، مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللهِ اتَّبَعْنَاهُ''

ترجمہ:تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ مسہری پر تکیہ لگائے آرام کرتا ہو اور اس کے پاس میرے احکام میں سے کوئی حکم بیان کیا جائے یا میں نے کسی بات کو کرنے سے منع کیا اور وہ اس کے جواب میں یہ کہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو نہیں مانتے، ہم جو قرآن شریف میں پائیں گے صرف اسی کی پیروی کریں گے۔

(سنن أبي داود، كتاب السنة،باب في لزوم السنة،جلد4،صفحه200،حديث4605،المكتبة العصرية،بيروت★سنن الترمذي، ابواب العلم،باب ما نهى عنه أن يقال عند حديث النبي صلى الله عليه وسلم،جلد4،صفحه 334،حديث2663،دار الغرب الإسلامي، بيروت★سنن ابن ماجه،كتاب الايمان،باب تعظيم حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم، والتغليظ على من عارضه،جلد1،صفحه6،حديث13،دار إحياء الكتب العربية،الحلبي)

قادیانیوں اور دیگر نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے متعلق مسلم کی حدیث ہے''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُبْعَثَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ قَرِيبٌ مِنْ ثَلَاثِينَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ»''

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تیس جھوٹے نبوت کے دعویدار نہ آئیں گے۔سب یہ گمان کرتے ہوں گے کہ وہ اللہ عزوجل کے رسول ہیں۔

(مسلم، كتاب الفتن واشراط الساعة،جلد4،صفحه2239،دار إحياء التراث العربي،بيروت)

صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کرنے والے شیعہ فرقہ کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا''لا تسبوا أصحابي فإنه يجيء في آخر الزمان قوم يسبون أصحابي فان مرضوا فلا تعودهم وان ماتوا فلا تشهدوهم ولا تناكحوهم ولا توارثوهم ولا تسلموا عليهم ولا تصلوا عليهم''

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔آخری زمانہ میں ایک قوم آئے گی جو میرے صحابہ کو گالیاں دے گی۔اگر ایسے لوگ

بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر مر جائے تو جنازہ میں شرکت نہ کرو، ان سے نکاح نہ کرو، ان کو وارث نہ بناؤ، ان سے سلام نہ کرو، ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھو۔ (تاریخ بغداد، جلد8، صفحہ142، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مسلمانوں کو کافر و مشرک ٹھہرا کر ان کے خلاف جہاد کرنے والے خارجی فرقہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

''اَلْخَوَارِجُ كِلَابُ النَّارِ''

ترجمہ: حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خارجی جہنم کے کُتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، باب فی ذکر الخوارج، جلد1، صفحہ61، دار إحياء الكتب العربية)

تقدیر کا انکار کرنے والوں کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِي لَيْسَ لَهُمَا فِي الْإِسْلَامِ نَصِيبٌ: اَلْمُرْجِئَةُ، وَالْقَدَرِيَّةُ'' ترجمہ: میری امت کے دو گروہ ہیں، جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں مُرْجِئَہ اور قدریہ۔

(سنن الترمذی، ابواب القدر، باب ما جاء فی القدریۃ، جلد4، صفحہ22، حدیث2149، دار الغرب الإسلامی، بیروت)

مُرْجِئَہ فرقہ خوارج کی ضد میں نکلا تھا، ان لوگوں کا قول یہ ہے کہ مومن کو گناہ سے مطلقاً کوئی ضرر نہیں پہنچے گا، جس طرح کافر کو اطاعت سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ اس فرقے کا کہنا ہے کہ قرآن شریف میں جہنم کے عذاب کی آیتیں فقط دھمکانے کے لئے ہیں اور جس نے خالی زبان سے ''لا الہ الا اللہ'' کا اقرار کر لیا تو وہ جنتی ہے، چاہے دل میں اعتقاد نہ ہو اور چاہے نماز وغیرہ نہ پڑھے، اس کے گناہ نہیں لکھے جائیں گے، بلکہ نیکیاں لکھی جائیں گی۔

تقدیر کے متعلق دو گمراہ فرقے گزرے ہیں: ایک قدریہ اور ایک جبریہ۔ قدریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ قضاو قدر کچھ چیز نہیں، نہ پہلے کچھ لکھا گیا ہے۔ ہم مستقلاً قادر مطلق ہو کر اعمال کرتے ہیں پھر ان کی تحریر ہوتی ہے ۔ یہ عقیدہ سخت بے دینی ہے۔ جبریہ فرقہ کا عقیدہ تھا کہ انسان کچھ بھی نہیں کر سکتا جو کچھ اچھا یا بُرا انسان سے سرزد

ہوتا ہے، اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ تقدیر میں اس کام کا ہونا یا نہ ہونا اسی نے لکھ دیا تھا، اسی طرح انسان تو محض آلہ ہے اور اسی کے ذریعہ سے ہر اچھے اور بُرے فعل کے ہونے کا ذمہ دار خود اللہ تعالیٰ ہے۔

ان فرقوں کی پیشین گوئی آپ علیہ السلام نے پہلے سے ہی کر دی تھی اور بعد میں بالکل ویسا ہی ہوا اور یہ فرقے وجود میں آئے۔ حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد کچھ لوگ منکرینِ زکوۃ ہو کر مرتد ہوئے، یونہی مسیلمہ کذاب جس نے نبوت کا دعوی کیا ہوا تھا اس کے لوگ پیروکار ہو کر مرتد ہوئے لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کا خاتمہ کر دیا۔

اسلام میں فرقہ واریت کی ابتدا حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے ہوئی ہے۔ بلوائیوں نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ظالمانہ طریقے سے شہید کیا اور اس کے بعد جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت آئی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ تقاضہ تھا کہ ان باغی بلوائیوں سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا قصاص لیا جائے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی چاہتے تھے کہ قصاص لیا جائے، لیکن ان کا فرمانا تھا کہ ابھی حالات مناسب نہیں، جیسے ہی موقع ملے گا قصاص لیا جائے گا۔

اس دوران اختلافات بڑھتے گئے اور تین گروہ بن گئے:

1۔(اہل سنت)

2۔(اہل تشیع)

3۔(خوارج)

(1)**اہل سنت وجماعت:** یہ کوئی نیا فرقہ نہ تھا بلکہ صحابہ کرام و تابعین کی جماعت پر مشتمل تھا، جن کا موقف یہ تھا کہ حضرت امیر معاویہ بھی صحابیِ رسول ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا بھی صحابی و امیر المومنین ہیں، دونوں کا ادب و احترام لازم ہے، البتہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجتہادی خطا پر ہیں۔

اہل سنت کا لفظ کوئی نیا نہ تھا بلکہ اس کا ثبوت احادیث سے ثابت ہے۔ تفسیر در منثور میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ قرآن پاک کی اس آیت ﴿یَّوۡمَ تَبۡیَضُّ وُجُوۡہٌ وَّ تَسۡوَدُّ وُجُوۡہٌ﴾ (ترجمہ کنز الایمان: جس دن کچھ منہ اونجالے (روشن) ہوں گے اور کچھ منہ کالے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں " وَأخرج الْخَطِيب فِي رُوَاة مَالك والديلمي عَن ابْن عمر عَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فِي قَوْله تَعَالَى { يَّوۡمَ تَبۡیَضُّ وُجُوۡہٌ وَّ تَسۡوَدُّ وُجُوۡہٌ } قَالَ: تبيض وُجُوه أهل السّنة وَتسود وُجُوه أهل الْبدع وَأخرج أَبُو نصر السجْزِي فِي الْإِبَانَة عَن أبي سعيد الْخُدْرِيّ أَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَرَأَ { يَّوۡمَ تَبۡیَضُّ وُجُوۡہٌ وَّ تَسۡوَدُّ وُجُوۡہٌ } قَالَ: تبيض وُجُوه أهل الْجَمَاعَات وَالسّنة وَتسود وُجُوه أهل الْبدع والأهواء"

ترجمہ: امام خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک و دیلمی رحمہما اللہ سے روایت کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ عزوجل کے اس فرمان: "جس دن کچھ منہ روشن ہوں گے اور کچھ منہ کالے" کے متعلق فرمایا: اہل سنت کے چہرے سفید، اور گمراہ لوگوں کے سیاہ ہوں گے۔ ابو نصر سجزی رحمۃ اللہ علیہ نے "ابانہ" میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ نے یہ آیت تلاوت کی "جس دن کچھ منہ روشن ہوں گے اور کچھ منہ کالے" فرمایا: اہل سنت و جماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت اور گمراہ لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

(درمنثور، جلد2، صفحہ 291، دار الفکر، بیروت)

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح الفاظ میں اہل سنت و جماعت کو جنتی گروہ قرار دیا ہے۔

چنانچہ ابو الفتح محمد بن عبد الکریم الشہرستانی (المتوفی 548) رحمۃ اللہ علیہ "الملل والنحل" میں لکھتے ہیں "أخبر النبی علیه السلام: ستفترق أمتی علی ثلاث وسبعین فرقة، الناجیة منها واحدة، والباقون هلکی. قیل: ومن الناجیة؟ قال: أهل السنة والجماعة. قیل: وما السنة والجماعة؟ قال: ما أنا علیه الیوم وأصحابی"

ترجمہ: نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے خبر دی کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ایک فرقہ جنتی ہوگا باقی جہنمی۔ کہا گیا کون سا جنتی ہے؟ فرمایا: اہل سنت وجماعت۔ پوچھا گیا: اہل سنت وجماعت کون ہے؟ فرمایا جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں۔

(الملل والنحل، جلد1، صفحہ11، مؤسسۃ الحلبی)

2۔ اہل تشیع: یہ کوفیوں کا گروہ تھا جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حق پر سمجھنے کے ساتھ ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بُرا بھلا کہتا تھا، یہ گروہ رفتہ رفتہ حد سے بڑھتا گیا اور حضرت علی و اہل بیت کی شان میں مبالغہ آرائی اور صحابہ کرام کے متعلق تنقید کرنا ان کا کام ہو گیا۔

دراصل یہ فرقہ ایک یہودی شخص عبد اللہ بن سبا کا ایجاد کردہ ہے۔ عبد اللہ بن سبا پہلے یہودی تھا بعد میں بظاہر مسلمان ہو گیا۔ اس نے دوسرے منافقین کے ساتھ مل کر نو مسلموں کو فریب دے کر اسلام کے مٹائے ہوئے خاندانی امتیاز اور نسلی عصبیت کو تعلیمِ اسلامیہ اور مقاصد ایمانیہ کے مقابلے میں پھر زندہ کیا۔ عبد اللہ بن سبا نے مدینہ، بصرہ، کوفہ، دمشق اور قاہرہ کے تمام مرکزی شہروں میں تھوڑے تھوڑے دنوں قیام کر کے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف نہایت چالاکی، ہوشیاری اور شرارت سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقدار خلافت ہونے کو نو مسلم لوگوں میں اشاعت دے کر بنی امیہ اور بنی ہاشم کی پرانی عداوت اور عصبیت کو جو کہ مردہ ہو چکی تھی پھر زندہ کرنے کی کوشش کی۔ عبد اللہ بن سبا نے سب سے پہلے مدینہ منورہ یعنی دار الخلافہ میں اپنے شر انگیز خیالات کی اشاعت کرنی چاہی، مگر چونکہ یہاں صحابہ کرام کی کثرت اور ان کا اثر غالب تھا، لہٰذا اس کو ناکامی ہوئی اور خود ہاشمیوں نے ہی اس کے خیالات کو سب سے زیادہ مردود قرار دیا۔ مدینہ سے مایوس ہو کر وہ بصرہ پہنچا۔ وہاں عراقی و ایرانی قبائل کے نو مسلموں میں اس نے کامیابی حاصل کی اور اپنی ہم خیال ایک جماعت بنا کر کوفہ پہنچا۔ اس فوجی چھاؤنی میں بھی ہر قسم کے لوگ موجود تھے، یہاں بھی وہ اپنے حسب منشا ایک مفسد جماعت بنانے میں کامیاب ہوا، کوفہ سے دمشق پہنچا وہاں بھی اس نے تھوڑی سی شرارت پھیلائی، لیکن حاکمِ شام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بروقت مطلع ہو جانے سے زیادہ دنوں تک قیام نہ کر سکا۔ وہاں سے قاہرہ پہنچ کر اس نے سب سے زیادہ کامیابی حاصل کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بصرہ و قاہرہ کے فسادی عناصر نے مل کر مدینہ منورہ کی طرف کوچ کیا اور حضرت

عثمان کی شہادت کا واقعہ ظہور میں آیا۔ اس فتنہ نے 30 ہجری سے 40 ہجری تک مسلمانوں کو خانہ جنگی میں مصروف رکھ کر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے کام کو نقصان پہنچایا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبد اللہ بن سبا اور اس کے چیلوں کے فتنوں سے آگاہ تھے، اس لیے آپ گاہے بگاہے ان کے نظریات کی تردید بھی کرتے تھے۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ باتیں اٹھنا شروع ہوئیں کہ آپ تمام صحابہ سے افضل ہیں تو حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شدو مد کے ساتھ اس نظریہ کی تردید کی۔

فضائل صحابہ میں امام احمد بن حنبل اور صواعق محرقہ میں حضرت ابنِ حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''لَا یُفَضِّلُنِی أَحَدٌ عَلَی أَبِی بَکْرٍ وَعُمَرَ إِلَّا جَلَدْتُہُ حَدَّ الْمُفْتَرِیْ''

ترجمہ: مجھے ابو بکر و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر فضیلت نہ دو، میں جسے پاؤں گا کہ مجھے ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل کہتا ہے، اسے الزام تراشی کی سزا کے طور پر اسی 80 کوڑے ماروں گا۔

(الصواعق المحرقة علی أہل الرفض والضلال والزندقة، جلد1، صفحہ 177، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

ابن عساکر سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا'' لایفضلنی احد علی ابی بکر و عمر الا وقد انکر حقی وحق اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم''

ترجمہ: جو مجھے ابو بکر و عمر پر برتری دے گا وہ میرے اور تمام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق کا منکر ہو گا۔

(جامع الاحادیث بحوالہ ابن عساکر، حدیث 7733، جلد16، صفحہ221,222، دار الفکر، بیروت)

ابو طالب عشاری بطریق الحسن بن کثیر عن ابیہ راوی، ایک شخص نے امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: آپ خیر الناس ہیں (یعنی تمام لوگوں سے بہتر ہیں۔) آپ نے فرمایا: تو نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا: ابو بکر کو دیکھا؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: عمر کو دیکھا؟ کہا: نہیں۔ حضرت علی نے فرمایا'' اما انك لو قلت انك رأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لقتلتك ولو

قلت رأیت ابا بکر وعمر لجلد تك" سن لے اگر تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیکھنے کے بعد پھر مجھے خیر الناس کہتا تو میں تجھے قتل کرتا اور اگر تو ابو بکر و عمر کو دیکھے ہوتا اور مجھے افضل بتاتا تو تجھے حد لگاتا۔

(جامع الاحادیث بحوالہ العشاری، حدیث 7743، جلد 16، صفحہ 225، دار الفکر، بیروت)

مؤید باللہ یحیٰ بن حمزہ زیدی نے اپنی کتاب "طوق الحمامۃ فی مباحث الامامہ" میں سوید بن غفلہ سے روایت نقل کی کہ ایک قوم پر میرا گزر ہوا کہ وہ حقارت کرتے تھے ابو بکر اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی۔ سو خبر دی میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو کہا کہ ضرور یہ بات ہے کہ یہ جو حقارت انکی ظاہر کرتے ہیں، جانتے ہیں کہ تم اس بات کو پوشیدہ کرتے ہو، اگر یہ نہیں ہے تو ان لوگوں نے ایسی جرأت کہاں سے پائی؟ ان میں سے ایک عبد اللہ بن سبا ہے کہ سب سے پہلے اس نے اس امر کو ظاہر کیا ہے۔ پس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھ کو کہ خدا اس سے پناہ دے اور ان دونوں (حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق) پر رحم کرے۔ پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں لائے اور منبر پر چڑھ گئے اور ریش مبارک اپنے ہاتھ میں پکڑی کہ وہ سفید تھی، پھر آنسو داڑھی پر بہانے لگے اور نگاہ کرنے لگے مکاناتِ مسجد پر، یہاں تک کہ جمع ہوئے لوگ، پھر خطبہ پڑھا، پھر کہاں کہ "مابالُ اقوامٍ یذکرون اخَوَیْ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و وزیرَیہِ وصاحبیہ وسیدی قریشٍ وابَوَی المسلمین" یعنی کیا حال ہے اس قوم کا جو ذکر کرتے ہیں دو بھائی اور دو وزیر اور دو رفیقِ رسولِ خدا اور دو سردارانِ قریش اور مسلمانوں کے دو آباء کا "انا بریء مما یذکرون" میں اس بات سے بیزار ہوں جو کچھ وہ ذکر کرتے ہیں۔ "وعلیہ مُعاقِب" اور میں اس بات پر انہیں سزا دوں گا۔ دونوں ساتھی تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے، بکوشش اور وفا اور سعی در حکم خدا حکم کرتے تھے اور باز رکھتے تھے اور جھگڑے چکاتے تھے اور سزا دیتے تھے، حضور علیہ السلام ان کی سی رائے کسی کی نہیں سمجھتے تھے، نہ کسی کو ان کی طرح دوست رکھتے تھے، اس لئے کہ ان کی عادتوں کو حکمِ الٰہی میں خوب خیال کرتے تھے۔ پس وفات پائی حال یہ تھا کہ ان دونوں سے راضی تھے اور سب مسلمان بھی راضی تھے، اس لئے کہ اپنے کام اور دستور میں انہوں نے مسلمانوں سے کچھ فرق نہ کیا، حسبِ مصلحتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیا۔ ان کی حیات میں بھی اور بعد وفات بھی اسی حال پر اور اسی حال پر دونوں نے وفات پائی، اللہ

ان دونوں پر رحمت کرے۔ **قسم ہے اسکی جو دانے کو پھاڑ کر درخت کرتا ہے اور جان کو پیدا کیا، جو مومن بلند درجے والا ہے، وہی ان کا دوست ہے اور دشمن ان کا بے نصیب خارج از دین۔ محبت ان دونوں کی قربت ہے اور بغض ان دونوں کا بے دین۔**

ایک روایت میں ہے کہ **لعنت کرے اللہ اس شخص پر جو دل میں رکھے ان دونوں کی طرف سے سوائے نیکی اور خوبی کے کچھ** اور تو دیکھے گا اس کو انشاء اللہ بہت جلدی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی ابن سبا کی طرف بھیجا اور اسے مدائن کی جانب نکال دیا اور کہلا بھیجا کہ تو میرے ساتھ ایک شہر میں ہر گز نہ رہ سکے گا۔

(تحفہ اثناء عشریہ، صفحہ 181، انجمن تحفظ ناموس اسلام، کراچی)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اگرچہ ابن سبا کو اپنے سے دور کر دیا لیکن پھر بھی وہ فتنے پھیلانے اور باطل عقائد عام کرنے میں مصروف عمل رہا۔ آج پوری دنیا میں جو شیعہ فرقہ موجود ہے ان کے خود ساختہ عقائد میں ابن سبا کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔

شیعوں کے کئی فرقے ہیں، ان کے چند عقائد و نظریات پیش خدمت ہیں:

عقیدہ: شیعہ مذہب کا کلمہ یہ ہے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفۃ بلا فصل "ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کے رسول، یہی علی اللہ کے ولی اور رسول کے بلا فصل خلیفہ ہیں۔

(برہانِ متعہ ثوابِ متعہ، صفحہ 52)

اس کلمہ کا مطلب ہے کہ شیعہ حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت کو نہیں مانتے بلکہ حضور علیہ السلام کے بعد بلا فصل خلیفہ حضرت علی المرتضیٰ کو مانتے ہیں اور یہ ان کا بنیادی عقیدہ ہے۔

عقیدہ: شیعہ کے تمام فرقے سوائے زیدیہ خلفائے راشدین یعنی حضرت ابو بکر و عمر و عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافت کو نہ ماننے پر متفق ہیں، بلکہ صحابہ کرام پر سب وشتم (یعنی گالی گلوچ وطعن کرنا) ان کا عام شیوہ ہے۔ شیعوں کا ملا باقر مجلسی اپنی کتاب "حق الیقین" میں لکھتا ہے: "امام مہدی ابو بکر و عمر کو قبر سے باہر نکالیں گے۔ وہ اپنی اسی صورت پر تر و تازہ بدن کے ساتھ باہر نکالے جائیں گے۔ پھر فرمائیں گے کہ ان کا کفن اتارو، ان کا کفن حلق سے اتارا جائے گا۔ ان کو اللہ کی قدرت سے زندہ کریں گے اور تمام مخلوق کو جمع ہونے کا حکم دیں گے۔ پھر ابتداء عالم

سے لے کر اخیر عالم تک جتنے ظلم اور کفر ہوئے ہیں ان سب کا گناہ ابو بکر و عمر پر لازم کر دیں گے اور وہ اس کا اعتراف کریں گے کہ اگر وہ پہلے دن خلیفہ بر حق (حضرت علی) کا حق غصب نہ کرتے تو یہ گناہ نہ ہوتے۔ پھر ان کو درخت پر چڑھانے کا حکم دیں گے اور آگ کو حکم دیں گے کہ زمین سے باہر آئے اور ان کو درخت کے ساتھ جلائے اور ہوا کو حکم دیں گے کہ ان کی راکھ کو اڑا کر دریاؤں میں گرا دے۔"

(حق الیقین، صفحہ 362، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ، تہران)

عقیدہ: شیعوں میں ایک فرقہ غالی ہے جن کا عقیدہ ہے کہ علی خدا ہے اور بعضوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پیغام رسالت دیکر جبرائیل کو بھیجا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغام رسالت دو، لیکن جبرائیل بھول کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دے گئے۔ (تفسیر عیاشی، جلد 2، صفحہ 101)

عقیدہ: شیعوں کا عقیدہ ہے کہ ہمارے اماموں کا رتبہ حضور علیہ السلام کے علاوہ بقیہ انبیاء علیہم السلام سے زیادہ ہے چنانچہ مجموعہ مجالس میں ہے: "بارہ امام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ بقیہ تمام انبیاء علیہم السلام کے استاد ہیں۔" (مجموعہ مجالس، صفحہ 29، صفدر ڈوگرا، سرگودھا)

عقیدہ: شیعوں کے نزدیک متعہ (چند دنوں کے لئے پیسوں کے عوض صحبت) جائز ہے اور یہ اس کی بہت فضیلت بیان کرتے ہیں۔ شیعہ عالم نعمت اللہ جزائری اپنی کتاب میں لکھتا ہے: "جس نے ایک دفعہ متعہ کیا اس کا درجہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے برابر۔ جس نے دو دفعہ متعہ کیا اس کا درجہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے برابر۔ جس نے تین دفعہ کیا اس کا درجہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برابر۔ جس نے چار دفعہ متعہ کیا اس کا درجہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہو جاتا ہے۔" (انوار نعمانیہ، صفحہ 237)

عقیدہ: روافض کا عقیدہ ہے کہ جب تک اولاد علی رضی اللہ عنہ کے مخالفوں پر لعنت نہ کرے اس کا نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ (ماخوذ از تمہید ابو شکور سالمی، نواں قول، صفحہ 375، فرید بک سٹال، لاہور)

شیعہ لوگ حضرت علی المرتضیٰ اور ان کے اولاد کے مخالفوں میں سر فہرست صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شمار کرتے ہیں اور معاذ اللہ ان کا نام لے کر ان پر لعن طعن کرتے ہیں۔

عقیدہ: شیعوں میں "تقیہ" یعنی جھوٹ ان کے دین کا حصہ ہے چنانچہ اہل تشیع کی انتہائی معتبر کتاب "اصول کافی" میں مستقل باب تقیہ کے لیے مخصوص ہے اور اس کو اصول دین میں شمار کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے "عن ابن ابی عمیر الاعجمی قال قال لی ابوعبد اللہ علیہ السلام یا اباعمیر ان تسعۃ اعشار الدین فی التقیۃ ولا دین لمن لا تقیۃ لہ" یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک شیعہ ابن ابی عمیر الاعجمی سے فرمایا کہ دین میں نوے فیصد تقیہ اور جھوٹ بولنا ضروری ہے اور فرمایا کہ جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے۔

(اصول کافی، صفحہ 482)

عقیدہ: شیعوں کا ایک فرقہ اسماعیلی ہے جسے آغاخانی کہا جاتا ہے ان کا کہنا ہے کہ ہمارے مذہب میں پانچ وقت نماز نہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ روزہ اصل میں کان، آنکھ اور زبان کا ہوتا ہے، کھانے پینے سے روزہ نہیں جاتا بلکہ روزہ باقی رہتا ہے۔ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حج ادا کرنے کی بجائے ہمارے امام کا دیدار کافی ہے۔ حج ہمارے لئے فرض نہیں اسلئے کہ زمین پر خدا کا روپ صرف حاضر امام ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ زکوۃ کی بجائے ہم اپنی آمدنی میں دو آنہ فی روپیہ کے حساب سے فرض سمجھ کر جماعت خانوں میں دیتے ہیں جس سے زکوۃ ہو جاتی ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ گناہوں کی معافی امام کی طاقت میں ہے۔ آغاخانیوں کا سلام یا علی مدد ہے اور اس کا جواب مولا علی مدد ہے۔

(ساٹھ زہریلے سانپ، صفحہ 71,72، تنظیم اہل سنت کراچی)

عقیدہ: شیعوں کے کئی گروہوں کا عقیدہ ہے کہ موجودہ قرآن مکمل نہیں ہے اس میں تحریفات ہیں، کئی آیات جو حضرت علی اور اہل بیت کے متعلق نازل ہوئی تھیں وہ نکال دی گئی ہیں۔ ان کا نظریہ ہے کہ امام مہدی جب آئیں گے تو وہ صحیح مکمل قرآن پاک لائیں گے۔ قرآن پاک میں ازواج مطہرات کے متعلق نازل ہوئی آیت کے متعلق شیعہ ذاکر فرمان علی لکھتا ہے: "اگر اس آیت کو درمیان سے نکال لو اور ما قبل وما بعد کو ملا کر پڑھو تو کوئی خرابی نہیں ہوتی بلکہ اور ربط بڑھ جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اس مقام کی نہیں بلکہ خواہ مخواہ کسی خاص غرض سے داخل کی گئی ہے۔"

(تفسیر قرآن، صفحہ 674، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور)

3۔ خوارج: خارجی فرقہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں نکلا۔ یہ فرقہ اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک سمجھتا تھا اور آج بھی سمجھتا ہے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت صحابہ کرام تابعین کو بھی مشرک سمجھتے اور ان کے خلاف جہاد کرتے تھے۔ یہ خارجی اس بات پر گمراہ ہوئے کہ جب واقعہ صفّین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری کو حاکم بنایا تو خارجیوں نے کہا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معاذ اللہ شرک کیا۔ حاکم صرف رب کی ذات ہے۔ اور دلیل میں یہ آیت پڑھتے تھے ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلاَّ لِلّهِ﴾ ترجمہ: حکم نہیں مگر اللہ کا۔ (سورۃ الانعام، سورت 6، آیت 57)

کنز العمال میں علی المتقی اور الإبانۃ الکبری لابن بطۃ میں ابو عبد اللہ عبید اللہ بن محمد المعروف بابن بَطّۃ العکبری (المتوفی 387ھ) روایت کرتے ہیں "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا حَكَّمَ عَلِيٌّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ الْحَكَمَيْنِ، قَالَتْ لَهُ الْخَوَارِجُ: حَكَّمْتَ رَجُلَيْنِ۔ قَالَ: مَا حَكَّمْتُ مَخْلُوقًا، إِنَّمَا حَكَّمْتُ الْقُرْآنَ"

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کو حکم بنایا تو خوارج نے اعتراض کیا کہا کہ آپ نے دو انسانوں کو حکم بنایا۔ حضرت علی نے فرمایا کہ میں نے درحقیقت مخلوق کو نہیں بلکہ قرآن کو حکم بنایا ہے۔

(الإبانۃ الکبری لابن بطۃ، باب اتضاح الحجۃ۔۔۔، جلد 6، صفحہ 38، حدیث 231، دار الرایۃ، الریاض)

پھر یہ خارجی قرآن پاک کی آیات کو توڑ موڑ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشرک ثابت کرتے تھے۔ کنز العمال میں ہے "عن علی أنه أتاه رجل من الخوارج فقال ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ﴾ أليس كذلك؟ قال بلى فانصرف عنه ثم قال ارجع أي قال إنما نزلت في أهل الكتاب"

ترجمہ: ایک خارجی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور یہ آیت پیش کی: سب خوبیاں اللہ کو جس نے آسمان اور زمین بنائے اور اندھیریاں اور روشنی پیدا کی اس پر کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔ پھر

کہا: کیا ایسا نہیں ہے؟ حضرت علی نے فرمایا: کیوں نہیں۔ جب خارجی جانے لگا تو حضرت علی نے اسے واپس بلایا اور کہا یہ آیت اہل کتاب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

(کنز العمال، کتاب الاذ کار، فصل فی تفسیر، سورۃ الأنعام، جلد2، صفحہ 520، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

یعنی خارجی نے پہلے حضرت علی کو مشرک ثابت کرتے ہوئے یہ آیت پیش کی، پھر آپ نے یہ واضح کر دیا کہ یہ آیت اہل کتاب کے متعلق ہے، اسے مجھ پر منطبق نہ کرو۔ خارجی حضرت علی کو معاذ اللہ مشرک ٹھہراتے ہوئے آپ کے سامنے نعرے لگاتے تھے۔

تاریخ طبری میں ہے "عن كثير بن الحضرمي، قال قام علي في الناس يخطبهم ذات يوم، فقال رجل من جانب المسجد لا حكم إلا لله، فقام آخر فقال مثل ذلك، ثم توالى عدة رجال يحكمون، فقال علي الله أكبر، كلمة حق يلتمس بها باطل"

ترجمہ: کثیر بن حضرمی سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے تو مسجد کی ایک جانب سے ایک خارجی شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا" لا حُکمَ الا لِلّٰہ " پھر دوسرا کھڑا ہوا اس نے بھی ایسا کہنا شروع کر دیا۔ اس طرح پے درپے کئی خارجی یہی نعرہ لگاتے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے ان کے اس رویے پر فرمایا اللہ اکبر یہ کلمہ تو ٹھیک ہے لیکن اس سے جو (شرک کا) استدلال ہے وہ باطل ہے۔

(تاریخ الطبری، الجزء الخامس، جلد5، صفحہ 73، دار التراث، بیروت)

جس طرح آج خارجی قوم مسلمانوں کو مشرک ثابت کر کے شہید کرتی ہے، مزاروں کو شہید کرنے کو ثواب عظیم سمجھتی اور اس کو حصولِ جنت کا ذریعہ خیال کرتی ہے، پہلے خارجی بھی ایسے ہی عقائد کے حامل تھے۔ جب جنگ نہروان کے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں سمجھایا کہ تم لوگوں کا یہ سمجھنا کہ ہمیں قتل کرنا تمہارے لئے حلال ہے درست نہیں، ہم کلمہ پڑھنے والوں کا خون کرنا کیسے حلال ہو سکتا ہے؟ اس وقت خارجیوں نے ایک دوسرے کو کہا" لا تخاطبوهم، ولا تكلموهم، وتهيؤا للقاء الرب، الرواح الرواح إلى الجنة" یعنی ان کی بات سنو نہ ان سے کلام کرو، اپنے رب سے ملاقات کرنے کی تیاری کرو۔ چلو چلو جنت کی طرف چلو۔

(تاریخ الطبری، الجزء الخامس، جلد5، صفحہ 85، دار التراث، بیروت)

خارجیوں نے حضرت علی المرتضیٰ اور صحابہ کرام و تابعین کے خلاف جنگ کی جس کا نام "نہروان" ہے۔جنگ نہروان میں خارجیوں کی عبرتناک شکست کے موقع پر بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خبر دے دی تھی کہ یہ خارجی ابھی ختم نہیں ہوئے بلکہ آگے بھی آتے رہیں گے۔

البدایۃ والنہایۃ میں ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر (المتوفی 774ھ) لکھتے ہیں "عَنِ الرَّيَّانِ بْنِ صِبْرَةَ الْحَنَفِيِّ قَالَ: شَهِدْنَا النَّهْرَوَانَ مَعَ عَلِيٍّ، فَلَمَّا وَجَدَ الْمُخْدَجَ سَجَدَ سجدة طويلة۔۔۔ يَقُولُونَ: اَلْحَمْدُ لله يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِي قَطَعَ دَابِرَهُمْ. فَقَالَ عَلِيٌّ: كَلَّا وَاللهِ إِنَّهُمْ لَفِي أَصْلَابِ الرِّجَالِ وَأَرْحَامِ النِّسَاءِ "ترجمہ: حضرت ریان بن صبرہ حنفی سے مروی ہے: ہم نہروان میں حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ تھے۔ جب مخدج (خارجیوں کا سردار) مل گیا تو حضرت علی المرتضیٰ نے لمبا سجدہ کیا۔ مسلمانوں نے کہا: اللہ عزوجل کے لئے حمد ہے اے امیر المومنین جس نے ان خارجیوں کو ختم فرمایا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا: نہیں، اللہ عزوجل کی قسم یہ اپنے باپوں کے صلبوں اور ماؤں کے رحموں میں موجود ہیں۔

(البدایۃ والنہایۃ، ثم دخلت سنۃ سبع وثلاثین، ذکر مسیر أمیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ إلی الخوارج، جلد7، صفحہ289، دار الفکر، بیروت)

خارجیوں کے جہاد میں خارجیہ عورتوں کا بھی بہت عمل دخل رہا ہے جیسا موجودہ دور میں بھی خارجیہ عورتیں جہاد اور شرک و بدعت کے عنوان پر بہت بھاگ دوڑ والی ہوتی ہیں۔ان عورتوں کا نام نہاد جہاد میں شرکت کرکے خارجیوں سے زنا کروانا بھی ثابت ہے۔حضرت علی المرتضیٰ کو شہید کروانے میں ایک خارجیہ عورت کا بھی ہاتھ تھا۔المنتظم فی تاریخ الأمم والملوک میں جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد الجوزی (المتوفی 597ھ) لکھتے ہیں "ان عَبْد الرَّحْمَنِ بن ملجم رأى امرأة من تيم الرباب يقال لها: قطام، كانت من أجمل النساء، ترى رأي الخوارج، قد قتل قومها على هذا الرأي يوم النهروان، فلما أبصرها عشقها فخطبها، فقالت: لا أتزوجك إلا على ثلاثة آلاف، وقتل على بن أبي طالب، فتزوجها على ذلك، فلما بنى بها قالت: يا هذا قد فرغت فافرغ، فخرج ملتبسا سلاحه، وخرجت فضربت له قبة في المسجد، وخرج على رضى الله عنه يقول: الصلاة الصلاة، فاتبعه عَبْد الرَّحْمَنِ فضربه بالسيف على قرن رأسه"

ترجمہ: عبد الرحمن بن ملجم نے تیم الرباب کی ایک عورت کو دیکھا جس کو قطام کہا جاتا تھا۔ وہ بہت خوبصورت عورت اور خارجیہ تھی۔ اس عورت کی قوم کو خارجی عقیدہ کی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ نے یوم نہروان کو قتل کیا تھا۔ جب ابن ملجم نے اس عورت کو دیکھا تو اسے اس عورت سے عشق ہو گیا، اس نے نکاح کا پیغام بھیجا۔ قطام نے کہا میں تم سے دو شرطوں پر نکاح کروں گی پہلی شرط ہے کہ حق مہر تین ہزار ہو گا اور دوسری شرط ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کو شہید کیا جائے۔ ابن ملجم نے ان شرائط کے ساتھ اس سے نکاح کر لیا۔ جب اس عورت کے ساتھ صحبت ہو گئی تو قطام نے کہا میں نے اپنا عہد پورا کیا اب تو بھی اپنا عہد پورا کر۔ ابن ملجم اسلحہ لے کر نکلا اور یہ عورت بھی اس کے ساتھ گئی اور اس نے اس کے لیے مسجد میں ایک خیمہ لگوایا۔ حضرت علی المرتضیٰ لوگوں کو فجر کی نماز کے لئے جگاتے ہوئے یہ کہتے ہوئے نکلے: الصلوٰۃ الصلوٰۃ۔ عبد الرحمن ان کے پیچھے ہوا اور ان کے سر پر تلوار ماردی۔

(المنتظم فی تاریخ الأمم والملوک، وفی ہذہ السنۃ اجتمعت الخوارج علی حرب علی۔۔، لد5، صفحہ174، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

ابن ملجم خارجی بدبخت اس قدر قرآن کی تلاوت کرنے والا تھا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرتے وقت بھی قرآن پڑھ رہا تھا۔ المنتظم فی تاریخ الامم والملوک میں جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد الجوزی (المتوفی 597ھ) لکھتے ہیں ”وذكر أبو الحسن المدائني أن ابن ملجم لما ضرب علي بن أبي طالب، قَالَ ابن ملجم: وَمن النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغاءَ مَرْضاتِ الله، وآخر ما تكلم به علي رضي الله عنه فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَرَهُ وَمن يَعْمَلْ مِثْقالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ“

ترجمہ: ابو الحسن مدائنی نے ذکر کیا کہ جب ابن ملجم نے حضرت علی بن ابی طالب پر تلوار کا وار کیا تو ابن ملجم نے قرآن کی یہ آیت پڑھی: اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں۔ جواباً حضرت علی المرتضیٰ نے جو آخری کلام فرمایا وہ یہ آیت تھی: جو ایک ذرہ بھر نیکی کرے وہ اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرّہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔

(المنتظم فی تاریخ الأمم والملوک، علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ، جلد5، صفحہ179، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

ابن ملجم خارجی کو جب بطور قصاص قتل کیا گیا اس وقت بھی یہ قرآن پڑھ رہا تھا۔الوافی بالوفیات میں صلاح الدین خلیل بن ایبک بن عبد اللہ الصفدی (المتوفی 764ھ) لکھتے ہیں'' قيل إنه قطعت يداه و رجلاه ولم يتأوه بل يتلو القرآن فلما أرادوا قطع لسانه امتنع عن إخراجه فتعبوا في ذلك فقيل له قطعت يداك و رجلاك وما ألمت ولا امتنعت فما هذا الامتناع من قطع لسانك فقال لئلا تفوتني تلاوة القرآن شيئا وأنا حي فشقوا شدقه وأخرجوا لسانه بكلاب وقطعوه''

ترجمہ: کہا جاتا ہے کہ جب ابن ملجم کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے تو اس نے آہ وبکانہ کی بلکہ قرآن پڑھتا رہا۔جب اس کی زبان کاٹنے کا ارادہ کیا تو اس نے اس سے منع کر دیا۔لوگ اس پر حیران ہوئے اور ابن ملجم سے کہا گیا تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے لیکن تمہیں نہ درد ہوا اور نہ تم نے منع کیا تو اب زبان کاٹتے وقت کیوں منع کر رہے ہو؟ ابن ملجم نے کہا اس لئے کہ میں قرآن پڑھنے سے محروم ہو جاؤں گا جبکہ میں زندہ ہوں۔تو انہوں نے اس کے جبڑے کو پھاڑ کر میخ کے ساتھ اس کی زبان باہر نکالی اور اس کو کاٹ دیا۔ (الوافي بالوفيات،عبد الرحمن بن ملجم،جلد18،صفحه 172، دار إحياء التراث،بيروت)

خارجیوں کے عقائد اور ان کی چند نشانیاں

موجودہ دور کے خارجی بھی قرآن کی بہت تلاوت کرنے والے ہیں،بڑی خوبصورت آواز میں قراءت کرتے ہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے سے ہی اس گروہ کی نشاندہی کر دی تھی کہ یہ دین اسلام سے نکل جائیں گے۔بخاری شریف میں ہے ''يَخْرُجُ فِيكُمْ قَوْمٌ تَحْقِرُونَ صَلاَتَكُمْ مَعَ صَلاَتِهِمْ، وَصِيَامَكُمْ مَعَ صِيَامِهِمْ، وَعَمَلَكُمْ مَعَ عَمَلِهِمْ، وَيَقْرَءُونَ القُرْآنَ لاَ يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ''

ترجمہ: ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا تم میں سے ایک گروہ ایسا نکلے گا جس کی نمازوں،روزوں اور اعمال کے سامنے تم اپنی نمازوں،روزوں اور اعمال کو حقیر جانو گے۔وہ قرآن بہت پڑھیں گے جو ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا۔اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن ،باب إثم من راء ی بقراء ۃ القرآن أو تأکل به أو فخر به ،جلد6،صفحه197،دار طوق النجاۃ،مصر)

احادیث و آثار میں خوارج کے عقائد و نظریات کی شدید تردید کی گئی ہے اور ان کی واضح نشانیاں بیان کی گئی ہیں۔ احادیث و تاریخ کی کتب کے حوالہ سے اس پر کچھ کلام ملاحظہ ہو:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں"أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ الْبَصْرِيُّ الْحَرَّانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ:حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ الْأَزْرَقِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ شَرِيكِ بْنِ شِهَابٍ، قَالَ:كُنْتُ أَتَمَنَّى أَنْ أَلْقَى رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَسْأَلُهُ عَنِ الْخَوَارِجِ، فَلَقِيتُ أَبَا بَرْزَةَ فِي يَوْمِ عِيدٍ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَقُلْتُ لَهُ:هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ الْخَوَارِجَ؟ فَقَالَ:نَعَمْ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأُذُنِي، وَرَأَيْتُهُ بِعَيْنِي، أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ فَقَسَمَهُ، فَأَعْطَى مَنْ عَنْ يَمِينِهِ، وَمَنْ عَنْ شِمَالِهِ، وَلَمْ يُعْطِ مَنْ وَرَاءَهُ شَيْئًا، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ وَرَائِهِ فَقَالَ:يَا مُحَمَّدُ، مَا عَدَلْتَ فِي الْقِسْمَةِ رَجُلٌ أَسْوَدُ مَطْمُومُ الشَّعْرِ عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَبْيَضَانِ، فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَضَبًا شَدِيدًا وَقَالَ:وَاللهِ لَا تَجِدُونَ بَعْدِي رَجُلًا هُوَ أَعْدَلُ مِنِّي، ثُمَّ قَالَ:يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ كَأَنَّ هَذَا مِنْهُمْ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، سِيمَاهُمُ التَّحْلِيقُ، لَا يَزَالُونَ يَخْرُجُونَ حَتَّى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ، وَالْخَلِيقَةِ"

ترجمہ: شریک بن شہاب سے روایت ہے کہ مجھ کو تمنا تھی کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی صحابی سے ملاقات کروں اور ان سے خوارج کے بارے میں معلومات لوں، تو عید کے دن صحابہ کی ایک جماعت میں حضرت ابوبرزہ سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ خوارج کے متعلق سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا جی ہاں۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے کان سے سنا ہے اور میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں کچھ مال آیا، آپ علیہ السلام نے وہ مال ان حضرات کو تقسیم فرمادیا جو کہ دائیں جانب اور بائیں جانب تھے اور جو پیچھے کی طرف تھے ان کو کچھ عطاء نہیں فرمایا۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم)! آپ نے مال انصاف سے تقسیم نہیں فرمایا۔ وہ ایک کالے رنگ کا شخص تھا کہ جس کا سر منڈا ہوا تھا اور وہ دو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ یہ بات سن کر آپ علیہ السلام بہت سخت ناراض ہو گئے اور فرمایا اللہ کی قسم! تم لوگ میرے بعد مجھ سے بڑھ کر کسی دوسرے کو انصاف سے کام لیتے ہوئے نہیں پاؤ گے۔ پھر فرمایا: آخر دور میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے یہ آدمی بھی ان میں سے ہے کہ وہ لوگ قرآن کریم کی تلاوت کریں گے لیکن قرآن کریم ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ لوگ دائرہ اسلام سے اس طریقہ سے خارج ہوں گے کہ جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ لوگ سر منڈے ہوئے ہوں گے۔ ہمیشہ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال ملعون کے ساتھ نکلے گا۔ جس وقت ان لوگوں سے ملاقات کرو تو ان کو قتل کر ڈالو۔ وہ لوگ بدترین لوگ ہیں اور تمام مخلوقات سے بُرے انسان ہیں۔

(سنن النسائی، کتاب تحریم الدم ،من شھر سیفه ۔۔،جلد7،صفحه 119،حدیث4103،مکتب المطبوعات الإسلامية ،حلب)

اسی مضمون کی حدیث بخاری شریف میں کچھ یوں ہے ''إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا، أَوْ: فِي عَقِبِ هَذَا قَوْمًا يَقْرَءُونَ القُرْآنَ لاَ يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، يَقْتُلُونَ أَهْلَ الإِسْلاَمِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الأَوْثَانِ، لَئِنْ أَنَا أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ'' ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کی نسل سے کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، وہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے، اگر میں ان کا زمانہ پالوں تو ان لوگوں کو قومِ عاد کی طرح قتل کر دوں۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، جلد4، صفحہ 137، دار طوق النجاۃ، مصر)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا یہ شخص خارجیوں کا امام ذوالخویصرہ تمیمی تھا۔ اس کے بعد ایک پورا گروہ خوارج کا اس طریق پر چلا۔ احادیث میں ان لوگوں کو قتل کرنے کا فرمایا گیا حالانکہ وہ بظاہر کلمہ گو تھے۔ سنن النسائی کی حدیث پاک ہے ''فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ، وَالْخَلِيقَةِ'' یعنی جب تم ان کو پاؤ تو ان کو قتل کرو۔ وہ مخلوق میں بدترین ہیں۔

(سنن النسائی، جلد7، صفحہ119، حدیث 4103، مکتب المطبوعات الإسلامية)

بلکہ بخاری شریف کی حدیث پاک میں آپ علیہ السلام کا ارشاد یوں مذکور ہے"لَئِنْ أَنَا أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ"ترجمہ: اگر میں ان کو پاتا تو ان لوگوں کو قوم عاد کی طرح قتل کرتا۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، جلد4، صفحہ137، دار طوق النجاۃ، مصر)

جہاں خارجیوں کو قتل کرنا عام کفار کو قتل کرنے سے زیادہ ثواب ہے وہیں خارجیوں کے ہاتھوں شہید ہونے پر بشارتیں دی گئی ہیں۔ امام ابو داؤد نے باب باندھا" باب فی قتال الخوارج " اس میں یہ حدیث پاک روایت کی"حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَنْطَاكِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، وَمُبَشِّرٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ الْحَلَبِيَّ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو، قَالَ: يَعْنِي الْوَلِيدَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنِي قَتَادَةُ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي اخْتِلَافٌ وَفُرْقَةٌ، قَوْمٌ يُحْسِنُونَ الْقِيلَ وَيُسِيئُونَ الْفِعْلَ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَا يَرْجِعُونَ حَتَّى يَرْتَدَّ عَلَى فُوقِهِ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ، طُوبَى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوهُ، يَدْعُونَ إِلَى كِتَابِ اللهِ وَلَيْسُوا مِنْهُ فِي شَيْءٍ، مَنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ أَوْلَى بِاللهِ مِنْهُمْ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا سِيمَاهُمْ؟ قَالَ: اَلتَّحْلِيقُ "ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عنقریب میری امت میں اختلاف اور تفرقہ ہو گا۔ ایک قوم (خارجی) باتیں اچھی اور اعمال بُرے کرے گی۔ قرآن پڑھے گی لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ دین سے اس طرح نکل جائے گی جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے، وہ نہیں پلٹیں گے یہاں تک کہ تیر کمان میں پلٹ آئے۔ وہ مخلوق میں بدترین قوم ہو گی۔ خوشخبری ہے اس کے لئے جو اس قوم کو قتل کرے یا اس کے ہاتھوں شہید ہو۔ یہ قوم قرآن کی طرف بلائے گی لیکن ان کے پاس قرآن کا کچھ نہ ہو گا۔ جو ان کو قتل کرے وہ اللہ عزوجل کے ہاں بلند مرتبے والا ہے۔ صحابہ نے عرض: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قوم کی نشانی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: سر منڈوانا۔

(سنن أبی داود، کتاب السنۃ، باب فی قتال الخوارج، جلد4، صفحہ243، حدیث 4765، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

ایک روایت کے مطابق جو مسلمان مجاہد ان خارجیوں کے ہاتھوں شہید ہو اسے دیگر شہداء سے آٹھ گنا زیادہ فضیلت ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے" عَنْ كَعْبٍ، قَالَ: الَّذِي تَقْتُلُهُ الْخَوَارِجُ لَهُ عَشَرَةُ أَنْوَارٍ، فُضِّلَ ثَمَانِيَةُ أَنْوَارٍ عَلَى نُورِ الشُّهَدَاءِ "ترجمہ: حضرت کعب نے فرمایا: جس کو خارجی شہید کر دیں اس کے لئے دس نور ہیں۔ اسے دیگر شہداء کے نور کے مقابلہ آٹھ انوار کی فضیلت دی گئی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجمل، ماذکر فی الخوارج، جلد7، صفحہ557، حدیث37911، مکتبۃ الرشد، الریاض)

خارجی چونکہ قرآن وحدیث کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں اس لئے حاکم اسلام کا ان کو ختم کرنا مشرک کو ختم کرنے سے زیادہ ضروری ہے کہ ایک مسلمان مشرک سے تو محتاط رہتا ہے لیکن کلمہ گو گمراہ کے فتنوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے"عَنْ عَاصِمِ بْنِ شُمَيْخٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: وَيَدَاهُ هَكَذَا يَعْنِي تَرْتَعِشَانِ مِنَ الْكِبَرِ: لَقِتَالُ الْخَوَارِجِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ قِتَالِ عُدَّتِهِمْ مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ"

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خارجیوں کا قتل کرنا میرے نزدیک مشرکوں کو قتل کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجمل، ماذکر فی الخوارج، جلد7، صفحہ553، حدیث37886، مکتبۃ الرشد، الریاض)

خارجی شروع سے ہی بتوں والی آیات مسلمانوں پر منطبق کر کے انہیں مشرک ثابت کر کے ان پر جہاد کرتے رہے ہیں جیسا کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذ اللہ مشرک ٹھہرایا اور صحابہ و تابعین پر جہاد کیا۔ صحابی رسول حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خارجیوں کی اس عادتِ بد کا تذکرہ کرتے ہیں۔ امام بخاری نے باب باندھا"بَابُ قَتْلِ الخَوَارِجِ وَالمُلْحِدِينَ بَعْدَ إِقَامَةِ الحُجَّةِ عَلَيْهِمْ "اس میں حدیث پاک نقل کی" وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللهِ، وَقَالَ: إِنَّهُمُ انْطَلَقُوا إِلَى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الكُفَّارِ، فَجَعَلُوهَا عَلَى المُؤْمِنِينَ "ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوارج کو مخلوق میں سب سے بدتر جانتے تھے اور انہوں نے فرمایا: انہوں نے کفار کے متعلق نازل ہوئی آیتوں کو مسلمانوں پر منطبق کر دیا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، جلد9، صفحہ16، دار طوق النجاة، مصر)

موجودہ دور میں بھی یہ خارجی بتوں کے متعلق آیات کو مزاراتِ اولیاء پر منطبق کرکے مسلمانوں کو مشرک قرار دیتے ہیں۔

ان چند احادیث سے خارجیوں کی درج ذیل نشانیاں ثابت ہوئیں:

(1) خارجی قرآن بہت پڑھے گے لیکن اس پر عمل پیرا نہ ہوں گے۔

(2) وہ قرآن پڑھنے، عبادات کرنے کے باوجود گمراہ ہوں گے۔ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

(3) ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ لوگ سر منڈے ہوئے ہوں گے۔ ضروری نہیں کہ ہر خارجی گنجا ہو لیکن خارجیوں کی یہ نشانی آج بھی کافی حد تک موجود ہے کہ یہ گنجے ہوتے ہیں۔

(4) یہ ہمیشہ ہر دور میں نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجّال کذاب کی حمایت میں نکلے گا۔

(5) خارجی اگرچہ کلمہ پڑھیں، قرآن پڑھیں، بڑے عبادت گزار ہوں، ان کی عبادت پر نہ جاؤ بلکہ ان کی تردید کرو۔

(6) خارجی اہل ایمان نہیں بلکہ بدترین لوگ ہیں اور تمام مخلوقات سے برے انسان ہیں۔

(7) یہ بت پرستوں کفار کے خلاف جہاد نہیں کریں گے بلکہ مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دے کر ان کا قتل عام کریں گے۔

(8) خارجیوں کے سردار کا مکروہ چہرہ ہونا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بھی اسی طرح ہوں گے کہ ان کی شکلیں دیکھ کر خوف آئے گا، ان کے چہروں پر رونق و نورانیت نہ ہو گی بلکہ سختی اور کراہت جھلکے گی۔

(9) ان خارجیوں کے خلاف جہاد کرنا چاہیے۔ (جیسا کہ حال ہی میں پاک فوج نے ضرب عضب کے نام پر ان خارجیوں کو نیست و نابود کیا ہے)

فرقہ واریت کے دور میں ہمارے بزرگ خود کو کیا کہتے تھے؟

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بعد میں فرقہ واریت اور زیادہ ہوتی رہی جس میں کئی فرقے آئے اور ختم ہوتے رہے لیکن ان تمام فرقوں میں وہی بنیادی تین فرقے ہی قائم رہے اور ان میں اہل سنت و جماعت گروہ ہمیشہ تعداد میں زیادہ رہا اور صحابہ کرام و تابعین اور بعد میں آنے والی بزرگ ہستیاں اسی کے ساتھ وابستہ رہیں اور تابعین و ائمہ کرام واضح طور پر اپنے آپ کو اہل سنت کہتے تھے اور اس سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتے تھے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے" سئل ابو حنیفة رحمه الله عن مذهب اهل السنة والجماعة فقال ان تفضل الشيخين: اى ابابكر و عمر رضى الله تعالىٰ عنهما وتحب الختنين: اى عثمان و علياً رضى الله تعالىٰ عنهما، ان ترى المسح على الخفين "ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مذہب اہل سنت وجماعت کی پہچان کا پوچھا گیا فرمایا: سنّیت یہ ہے کہ تو ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیگر صحابہ سے افضلیت دے اور حضرت عثمان غنی و علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کرے اور موزوں پر مسح کرے۔

(شرح فقہ اکبر، صفحہ 76، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یہی امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے چنانچہ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں ہے" سئل أنس بن مالك رضى الله تعالى عنه عن علامات أهل السنة والجماعة ﷺ فقال أن تحب الشيخين، ولا تطعن الختنين، وتمسح على الخفين "ترجمہ: امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اہل سنت وجماعت کی علامات کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اہل سنت ہونے کی علامت یہ ہے کہ تو ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کرے اور عثمان غنی و علی المرتضیٰ پر طعن نہ کرے اور موزوں پر مسح کرے۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطہارت، جلد 2، صفحہ 472، دار الفکر، بیروت)

حقیقۃ السنۃ والبدعۃ میں عبد الرحمن بن أبي بکر جلال الدین السیوطی (المتوفی 911ھ) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں" هذه عقيدة أهل السنة والجماعة أحيانا الله وأماتنا عليها وجنبنا البدع ما ظهر منها وما بطن "ترجمہ: یہی عقیدہ اہل سنت وجماعت ہے۔ اللہ عزوجل اس پر ہمیں زندہ رکھے اور اسی پر موت عطا فرمائے اور ہمیں بدعت سے ظاہر و باطن طور پر محفوظ رکھے۔ (حقیقۃ السنۃ والبدعۃ، صفحہ 210، مطابع الرشید)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اہل سنت ہونے کے حوالے سے زیادات القطیعی علی مسند الإمام أحمد دراسۃ وتخریجا میں دخیل بن صالح اللحید ان روایت کرتے ہیں" قال الطبرانی حدثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل حدثنا أبي قال:قبور أهل السنة من أهل الكبائر روضة، وقبور أهل البدعة من الزهاد حفرة، فساق أهل السنة: أولياء الله،وزهاد أهل البدعة أعداء الله "ترجمہ:امام طبرانی نے فرمایا کہ ہم سے عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے روایت کیا کہ میرے والد نے فرمایا کہ کبیرہ گناہ کرنے والوں میں سے سنیوں کی قبریں جنت کا باغ ہیں اور زاہدوں میں سے بدعتیوں (گمراہوں) کی قبریں آگ کا گڑھا ہیں۔اہل سنت کے فاسق بھی اولیاء اللہ ہیں اور اہل بدعت کے زاہد اللہ عزوجل کے دشمن ہیں۔

(زیادات القطیعی علی مسند الإمام أحمد دراسۃ،صفحہ 97،الجامعۃ الإسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ)

چاروں اماموں کے علاوہ محدثین ،فقہائے اور صوفیائے کرام کے بھی سینکڑوں ارشادات اہل سنت و جماعت کے حق ہونے اور اس پر ہمیشہ قائم رہنے پر موجود ہے۔امام بخاری جن کا شمار بڑے محدثین میں ہوتا ہے وہ اہل سنت وجماعت میں سے تھے۔ منہج الإمام البخاری فی تصحیح الأحادیث وتعلیلہا میں ابو بکر کافی لکھتے ہیں:" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت وجماعت کے ائمہ میں سے تھے اور اسی اعتقاد و ردِّ بدمذہبیت پر تھے جس پر اسلاف تھے۔"

(منہج الإمام البخاری فی تصحیح الأحادیث وتعلیلہا،صفحہ 66،دار ابن حزم، بیروت)

قادریوں کے امام حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ مسلمانوں کو اہل سنت وجماعت کے ساتھ وابستہ رہنے اور بدمذہبوں سے دور رہنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:" صاحب عقل مومن کے لئے بہتر ہے کہ وہ اہل سنت وجماعت کی پیروی کرے، بدعت سے اجتناب کرے اور دین میں زیادہ غلو نہ کرے،نہ گہرائی میں جائے نہ تصنع سے کام لے تاکہ گمراہی سے بچے اور اس کے قدم کو لغزش نہ ہو جو ہلاکت کا باعث ہے۔۔۔ دانشمند مومن پر یہ بھی لازم ہے کہ اہل بدعت سے تعلق نہ رکھے اور نہ ان کی محبت وقربت اختیار کرے،نہ ان کو سلام کرے،ہمارے امام احمد بن حنبل (حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ حنبلی تھے)نے فرمایا کہ جس نے کسی اہل بدعت (یعنی جس کا عقیدہ قرآن وسنت کے مخالف ہو) کو سلام کیا وہ گویا اس سے محبت رکھتا ہے۔ یہ بھی لازم ہے کہ بدعتیوں کا ہم نشین نہ بنے (تاکہ ان کی تعداد میں بھی اضافہ نہ ہو اور گمراہی سے بھی بچا رہے۔)نہ ان کے پاس جائے اور نہ ان کی عیدوں اور خوشی کے

مواقع پر مبارک دے نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھے۔ جب ان کا ذکر آجائے تو ان کے لئے دعائے رحمت بھی نہ کرے بلکہ ان سے الگ رہے اور محض اللہ کے لئے ان سے عداوت رکھے۔ اہل بدعت کے مذہب کے باطل ہونے کا یقین رکھے اور اس پر عظیم اجر و ثواب کا یقین رکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اہل بدعت کو محض اللہ عزوجل کے لئے اپنا دشمن جانا اس کے دل کو اللہ تعالیٰ ایمان سے بھر دیتا ہے اور جو شخص ان کو خدا کا دشمن جان کر ملامت کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو امن و امان سے رکھے گا۔ جو شخص ایسے لوگوں کو ذلیل کرے اُس کو بہشت میں سو درجے ملیں گے اور جو بدعتی سے کشادہ روی اور خندہ پیشانی سے ملا اس نے اُس دین کی توہین کی جو اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا تھا۔"

(غنیۃ الطالبین، صفحہ 190، پروگریسوبکس، لاہور)

مزید محدثین و صوفیائے و علمائے اسلاف کے اہل سنت و جماعت میں ہونے پر دلائل حاصل کرنے کے لیے کتاب **" دین کس نے بگاڑا "** کا مطالعہ کریں۔

نجدی فتنہ

خارجی مختلف ادوار میں نکلتے رہے اور مسلمانوں کا ہی قتل عام کرتے رہے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خارجیوں کے متعلق جہاں کثیر پیشین گوئیاں ارشاد فرمائی تھیں وہاں ایک پیشین گوئی یہ ارشاد فرمائی تھی کہ نجد شہر سے فتنہ نکلے گا چنانچہ بخاری شریف کی حدیث پاک ہے "عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ: «اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا، وَفِي يَمَنِنَا» قَالَ: قَالُوا: وَفِي نَجْدِنَا؟ قَالَ: قَالَ: «اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وفي يَمَنِنَا» قَالَ: قَالُوا: وَفِي نَجْدِنَا؟ قَالَ: قَالَ: «هُنَاكَ الزَّلاَزِلُ وَالفِتَنُ، وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ" ترجمہ: حضرت نافع نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ حضور پُر نور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی الٰہی! ہمارے لئے برکت دے ہمارے شام میں، ہمارے لئے برکت رکھ ہمارے یمن میں، صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! ہمارے نجد میں۔ حضور علیہ السلام نے دوبارہ وہی دُعا کی الٰہی! ہمارے لئے برکت کر ہمارے شام میں۔ الٰہی! ہمارے لیے برکت بخش ہمارے یمن میں۔ صحابہ نے پھر عرض کی یارسول اللہ ہمارے نجد میں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں میرے گمان میں تیسری دفعہ حضور نے نجد کی نسبت فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہیں سے نکلے گا شیطان کا سینگ۔

(صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب ماقیل فی الزلازل والآیات، جلد2، صفحہ33، دار طوق النجاۃ، مصر)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی بارہویں صدی ہجری کے اوائل میں 1115ھ کے قریب نجد شہر میں پیدا ہوا، اس کی شخصیت نے ملت اسلامیہ میں افتراق اور انتشار کا ایک نیا دروازہ کھولا، اہل اسلام میں کتاب و سنت کے مطابق جو معمولات صدیوں سے رائج تھے، اس نے خارجیوں کی پرانی رسم برقرار رکھتے ہوئے ان معمولات کو کفر اور شرک قرار دیا، مقابر صحابہ اور مشاہد و مآثر کی بے حرمتی کی، قبہ جات کو مسمار کیا، رسومات صحیحہ کو غلط معنی پہنائے اور ایصال ثواب کی تمام جائز صورتوں کی غلط تعبیر کرکے انہیں الذبح لغیر اللہ (غیر اللہ کے لیے ذبح) اور النذر لغیر اللہ (غیر اللہ کے لیے منت) کا نام دیا، توسل کا انکار کیا اور انبیاء کرام علیہم السلام اور صلحاء امت سے استمداد اور استغاثہ کو یدعون من دون اللہ کا جامہ پہنا کر عبادت لغیر اللہ قرار دیا، انبیاء علیہم السلام، ملائکہ کرام، اور حضور تاجدار مدنی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کرنے والوں کے قتل اور ان کے اموال لوٹنے کو جائز قرار دیا۔

کیونکہ ابنِ عبد الوہاب خارجی نجد میں پیدا ہوا جس کی وجہ سے اسے نجدی کہا گیا اور ابن عبد الوہاب کی نسبت سے اس کے ماننے والوں کو وہابی کہا جاتا ہے۔ یہ ابن عبد الوہاب نہ صرف خارجی نظریات پر تھا بلکہ ساری زندگی ان نظریات کو آگے پھیلانے میں مصروفِ عمل رہا، دیگر خارجیوں کی طرح اس کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ جو میرے جیسا اعتقاد نہیں رکھتا وہ کافر ہے۔ ابن عبد الوہاب اسی گستاخ ذوالخویصر کے قبیلہ تمیم سے تعلق رکھتا تھا، جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہا تھا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) انصاف کرو۔ محمد بن عبد الوہاب کے نجدی اور تمیمی ہونے کا اعتراف وہابی مولویوں نے بھی کیا ہے۔ ملاحظہ ہو! (1) مقدمہ کتاب التوحید عربی، صفحہ 3۔ (2) مقدمہ کتاب التوحید مترجم، صفحہ 24، 15۔ (3) حیات طیبہ، صفحہ 258۔ (4) ہدایۃ المستفید، صفحہ 79، 71۔ (5) ترجمان وہابیہ، صفحہ 10، 58، 19، 18۔ (6) محمد بن عبد الوہاب، صفحہ 13۔ (7) فتاویٰ ثنائیہ، جلد 1، صفحہ 414۔

ابن عبد الوہاب کے چال چلن دیکھ کر اس کے اساتذہ نے پیشین گوئی کر دی تھی کہ یہ گمراہ ہو جائے گا۔ مفتی اعظم مکہ مکرمہ (یہ اپنے دور میں مکہ شہر کے مفتی رہے ہیں) احمد زینی دحلان متوفی (1304ھ) لکھتے ہیں "فاخذ عن کثیر من علماء المدینه منهم الشیخ محمد بن سلیمان الکردی الشافعی والشیخ محمد حیاۃ السندی الحنفی وکان الشیخان المذکوران وغیرهما من اشیاخه یتفرسون فیه الالحاد والضلال، ویقولون: سیضل هذا، ویضل الله به من ابعده واشقاه، وکان الامر کذلك، وما اخطأت فراسهم فیه"

ترجمہ: محمد بن عبد الوھاب نے بہت سے علمائے مدینہ مثلاً شیخ محمد سلیمان کردی شافعی اور شیخ محمد حیات سندی حنفی سے علمی استفادہ کیا، یہ دونوں اور ان کے علاوہ اساتذہ کرام ابتداء ہی سے اس کے اندر بے دینی اور گمراہی کے آثار محسوس کر رہے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ عنقریب گمراہ ہو جائے گا اور اس کے ہاتھوں رحمت خدا سے دور اور شقی لوگ بھی گمراہ ہوں گے۔ ان کی یہ پیش گوئی بالکل درست ثابت ہوئی، اس کے بارے میں ان کی فراست ایمانی نے خطا نہیں کھائی۔ (الدرر السنیة فی الرد علی الوھابیة، صفحہ 112، مکتبة الاحباب، دمشق)

شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے دادا سلیمان بن علی شرف حنبلی المسلک اور اپنے وقت کے مشہور عالم دین تھے، اس کے چچا ابراہیم بن سلیمان بھی ممتاز عالم دین تھے، ابراہیم کے بیٹے عبد الرحمان مشہور فقیہ اور ادیب تھے۔ شیخ نجدی کے والد (متوفی 1740ء 1153ھ) نہایت صالح العقیدہ بزرگ اور مشہور عالم دین اور فقیہ تھے، وہ شیخ نجدی کو تنقیصِ رسالت، توہینِ صحابہ اور تکفیر المسلمین جیسے گمراہ کن عقائد پر ہمیشہ سرزنش کرتے رہتے تھے۔

عثمان بن بشر نجدی لکھتے ہیں "فلما الشیخ محمد وصل الی بلد حریملا جلس عند ابیه یقراء علیه وینکر مایفعل الجهال من البدع والشرك فی الاقوال والافعال اکثرمنه الانکار لذالك ولجمیع المحظورات حتی وقع بینه وبین ابیه کلام وکذالك وقع بینه وبین الناس فی البلد، فاقام علی ذالك مدۃ سنین حتی توفی ابوه عبدالوهاب فی سنة ثلاث وخمسین وماۃ والف ثم اعین بالدعوۃ والانکار والامر بالمعروف والنهی عن المنکر وتبعه ناس من اهل البلد ومالوا معه! واشتهر بذالك "ترجمہ: جب شیخ نجدی حریملا پہنچ گیا اور اپنے والد سے پڑھنا شروع کر دیا اور وہاں کے لوگ اپنے جن معمولات میں مشغول تھے، شیخ نجدی نے ان کو شرک اور بدعت قرار دیا اور اس

بات میں اس کا اپنے والد عبد الوہاب سے بھی مباحثہ ہوا اور شہر کے دوسرے عمائدین نے بھی شیخ نجدی کی مخالفت کی۔ کئی سال تک یہ یہی ٹھہرا رہا، حتیٰ کہ شیخ نجدی کے والد عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ 1153ھ میں فوت ہوگئے، والد کی وفات کے بعد شیخ نجدی نے کھل کر اپنی تحریک کو پھیلایا اور بہت سے لوگ شیخ نجدی کے تابع ہوگئے اور اس کی دعوت مشہور ہوگئی۔
(المجد فی تاریخ نجد، جلد1، صفحہ38، دارۃ الملک عبد العزیز، الریاض)

محمد بن عبد الوہاب کے والد صاحب اس نجدی کے عقائد کی تردید کرتے تھے اور لوگوں کو اپنے بیٹے سے دور رہنے کا حکم دیتے تھے۔ احمد زینی دحلان لکھتے ہیں" وكان والده عبدالوهاب من العلماء الصالحين فكان ايضا يتفرس فى ولده المذكور الالحادويذمه كثيراويحذر الناس منه"

ترجمہ: اس کے والد عبد الوہاب نیک علماء میں سے تھے اور وہ بھی دوسرے علماء کے مانند اپنے بیٹے میں الحادو بے دینی کے آثار کو محسوس کر رہے تھے اور اس کی شدید مذمت کرتے اور لوگوں کو اس سے دور رکھتے تھے۔
(الدرر السنیۃ فی الرد علی الوھابیۃ، صفحہ112، مکتبۃ الاحباب، دمشق)

شیخ نجدی کے بھائی سلیمان بن عبد الوہاب(متوفی 1208ھ) اپنے والد کے مسلک کے حامل تھے اور اسلاف کے معمولات کو عقیدت سے گلے لگائے ہوئے تھے، ان کا تعارف کراتے ہوئے طنطاوی نے لکھا ہے "وكان لعبد الوهاب ولد ان محمد و سليمان اما سليمان فكان عالما فقيها ، وقد خلف اباه فى قضاء حريملة وكان له ولدان عبد الله و عبد العزيزوكانا فى الورع والعبادة اية من الايات "ترجمہ: شیخ عبد الوہاب کے دو بیٹے تھے محمد اور سلیمان، شیخ سلیمان بہت بڑے عالم اور فقیہ تھے اور حریملہ میں اپنے والد کے بعد قاضی مقرر ہوئے، ان کے دو لڑکے تھے عبد اللہ اور عبد العزیز وہ دونوں عبادت اور تقویٰ میں اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک نشانی تھے۔
(محمد بن عبد الوہاب نجدی، صفحہ13)

شیخ سلیمان بن عبد الوہاب تمام زندگی شیخ نجدی سے عقائد کی جنگ لڑتے رہے۔ (الدرر السنیۃ، صفحہ47)

مفتی مکہ مکرمہ زینی دحلان لکھتے ہیں" وكذا اخوه سليمان بن عبد الوهاب فكان ينكر ما احدثه من البدع والضلال والعقائد الذائغة ، وتقدم انه الف كتابا فى الردعليه "ترجمہ: محمد بن عبد الواب کے بھائی سلیمان بھی

اس کی بدعات، گمراہی اور منحرف عقائد کا انکار کرتے تھے اور انہوں نے پہلے پہل اس کے عقائد کے رد میں ایک کتاب لکھی۔ (الدرر السنیة فی الرد علی الوھابیة، صفحہ 112، مکتبة الاحباب، دمشق)

حضور علیہ السلام نے خارجیوں کی ایک نشانی بتائی تھی کہ وہ سر منڈوائیں گے شیخ نجدی اس نشانی پر بھی پورا اترا۔ بخاری شریف کی حدیث پاک ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا "يَخْرُجُ نَاسٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، وَيَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لاَ يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔۔۔۔قِيلَ مَا سِيمَاهُمْ؟ قَالَ: سِيمَاهُمُ التَّحْلِيقُ أَوْ قَالَ: اَلتَّسْبِيدُ" ترجمہ: مشرق سے کچھ لوگ قیام کریں گے جو قرآن کی تلاوت تو کریں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نہ اترے گا، یہ لوگ دین سے اسی طرح خارج ہو جائیں گے جس طرح تیر کمان سے خارج ہوتا ہے اور پھر دین کی طرف پلٹ کر نہ آئیں گے۔ عرض کیا گیا: ان کی نشانی کیا ہو گی؟ فرمایا: وہ اپنے سر کے بال منڈواتے ہوں گے۔

زینی دحلان مفتی مکہ مکرمہ اس حدیث کی طرف اشارہ کرنے کے ضمن میں لکھتے ہیں "ففی قولہ سیماھم التحلیق تصریح بھذہ الطائفة لانھم کانوا یامرون کل من اتبعھم ان یحلق راسه ولم یکن ھذا الوصف لاحد من طوائف الخوارج والمبتدعة الذین کانوا قبل زمن ھئولاء"

ترجمہ: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان" اس گروہ کی نشانی سر منڈوانا ہے" میں اسی گروہ کی صراحت ہے کیونکہ یہ اپنے تمام پیروکاروں کو سر منڈوانے کا حکم دیتے تھے اور یہ صفت وہابیوں سے پہلے گزرے ہوئے خوارج و بدعتی فرقوں میں سے کسی ایک کے اندر نہیں تھی۔ (فتنة الوھابیة، صفحہ 19، اسک کتابوی، استنبول)

وہ آگے چل کر لکھتے ہیں" وکان السید عبد الرحمن الاھدل مفتی زبید یقول: لاحاجة الی التالیف فی الرد علی الوھابیة بل یکفی فی الرد علیھم قولہ صلی اللہ علیہ وسلم سیما ھم التحلیق ، فانه لم یفعله احد من المبتدعة غیرھم "ترجمہ: مفتی زبید سید عبد الرحمن اہدل کہا کرتے تھے کہ وہابیوں کے عقائد کو رد کرنے کے لئے کتاب لکھنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہی حدیث پیغمبر جس میں اس فرقہ کی پہچان (سر منڈوانا) بیان کی گئی ہے ان کے عقیدہ کے باطل ہونے پر کافی ہے اس لئے کہ وہابیوں کے سوا کسی بھی بدعتی فرقے میں یہ صفت نہیں پائی جاتی۔
(فتنة الوھابیة، صفحہ 19، اسک کتابوی، استنبول)

ابن عبد الوہاب کے چند عقائد پیش خدمت ہیں جن پر آج بھی وہابیت عمل پیرا ہے:

1۔ محمد کی قبر، ان کے دوسرے متبرک مقامات، تبرکات یا کسی نبی ولی کی قبر یا ستون وغیرہ کی طرف سفر کرنا بڑا شرک ہے۔

(کتاب التوحید محمد ابن عبد الوہاب، صفحہ 124)

2۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مزار گرا دینے کے لائق ہے اگر میں اس کے گرا دینے پر قادر ہو گیا تو گرا دوں گا۔ (اوضح البراہین)

3۔ مفتی اعظم مکہ فرماتے ہیں "ان بعض اتباعه كان يقول عصاى هذه خير من محمد لانها ينتفع بها فى قتل الحية ونحوها و محمد قد مات ولم يبق فيه نفع اصلاً"

ترجمہ: اس کے بعض پیروکار کہتے ہیں: میری لاٹھی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے بہتر ہے کیونکہ اس سے سانپ وغیرہ مارنے کا کام لیا جاسکتا ہے اور (معاذ اللہ) محمد مر گئے ان سے کوئی نفع باقی نہ رہا۔

(الدرر السنية في الرد على الوهابية، صفحہ 111، مکتبۃ الاحباب، دمشق)

4۔ جس نے یا رسول اللہ۔ یا عباس۔ یا عبد القادر وغیرہ کہا اور ان سے ایسی مدد مانگی جو صرف اللہ دے سکتا ہے جیسے بیماروں کو شفاء۔ دشمن پر مدد اور مصیبتوں سے حفاظت وہ سب سے بڑا مشرک ہے اس کا قتل حلال ہے اور اس کا مال لوٹ لینا جائز ہے یہ عقیدہ اس صورت میں بھی شرک ہو گا جب کہ ایسا کہنے والا فاعل مختار اللہ ہی کو سمجھتا ہو اور ان حضرات کو محض سفارشی اور شفاعت کرنے والا جانتا ہو۔ (کتاب العقائد، صفحہ 111)

5۔ میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ توحید کا اقرار کر کے اسلام میں داخل نہیں ہو سکتے یہ لوگ ملائکہ اور اولیاء سے شفاعت کے خواستگار ہیں اور اس طرح اللہ کا قرب چاہتے ہیں اسی وجہ سے ان کو قتل کرنا جائز اور ان کا مال لوٹنا حلال ہے۔ (کشف الشبہات ابن عبد الوہاب، صفحہ 6)

حجاز پر ترکی حکومت ختم کر کے سعودی حکومت بنانے میں ابن عبد الوہاب نجدی اور اس کے پیروکاروں کا بہت بڑا ہاتھ رہا ہے۔ ان وہابی خارجیوں نے مکہ و مدینہ پر کئی مرتبہ حملے کر کے مسلمانوں کا قتل عام کیا ہے۔ عظیم فقیہ حضرت مولانا امین الدین محمد بن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عبد الوہاب کو نجدی خارجی قرار دیتے ہوئے لکھا"

مَطْلَبٌ فِي أَتْبَاعِ عَبْدِ الْوَهَّابِ الْخَوَارِجِ فِي زَمَانِنَا'' مطلب: عبد الوہاب کے پیروکار ہمارے زمانے کے خارجی۔ اس ہیڈ نگ کے تحت علامہ شامی اپنے دور میں نجدیوں کی مکہ و مدینہ پر حملہ کر کے قتل وغارت کرنے کی مذمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں'' كَمَا وَقَعَ فِي زَمَانِنَا فِي أَتْبَاعِ عَبْدِ الْوَهَّابِ الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ نَجْدٍ وَتَغَلَّبُوا عَلَى الْحَرَمَيْنِ وَكَانُوا يَنْتَحِلُونَ مَذْهَبَ الْحَنَابِلَةِ، لَكِنَّهُمْ اعْتَقَدُوا أَنَّهُمْ هُمْ الْمُسْلِمُونَ وَأَنَّ مَنْ خَالَفَ اعْتِقَادَهُمْ مُشْرِكُونَ، وَاسْتَبَاحُوا بِذَلِكَ قَتْلَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَقَتْلَ عُلَمَائِهِمْ حَتَّى كَسَرَ اللهُ تَعَالَى شَوْكَتَهُمْ وَخَرَّبَ بِلَادَهُمْ وَظَفِرَ بِهِمْ عَسَاكِرُ الْمُسْلِمِينَ عَامَ ثَلَاثٍ وَثَلَاثِينَ وَمِائَتَيْنِ وَأَلْفٍ'' ترجمہ: خارجی ایسے ہوتے ہیں جیسا ہمارے زمانے میں پیروانِ عبد الوہاب سے واقع ہوا جنہوں نے نجد سے خروج کر کے حرمین محترمین پر تغلب کیا اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو حنبلی تھے مگر اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان اور جو اُن کے مذہب پر نہیں وہ مشرک ہیں اس وجہ سے انھوں نے اہلسنّت و علمائے اہلسنت کا قتل مباح ٹھہرالیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکی شوکت توڑ دی اور اُن کے شہر ویران کئے اور لشکرِ مسلمین کو اُن پر فتح بخشی ۱۲۳۳ھ میں۔ (ردالمحتار، کتاب الجہاد، باب البغاۃ، جلد4، صفحہ262، دارالفکر، بیروت)

فرقہ واریت سے پہلے ہندوستان کی صورتحال

برصغیر میں مسلمانوں کی اکثریت اہل سنت تھی بس ایک معمولی سے تعداد میں اہل تشیع تھے۔ برصغیر میں جب سے اسلام آیا، تب سے فقہ حنفی رائج تھی، بڑے بڑے علماء، صوفیا اور بادشاہ فقہ حنفی پر عمل پیرا تھے۔ سرکاری طور پر بھی فقہ حنفی رائج تھی۔ وہابی غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی کہتا ہے:''خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے، اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں۔'' (ترجمانِ وہابیہ، صفحہ10، مطبع محمدی، لاہور)

اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ حنفی کی بہترین کتاب ''فتاوی ہندیہ'' اپنے دور میں مرتب کروائی۔ یہاں تک کہ انگریزوں نے حنفی مذہب کو اس ملک کے سنّی مسلمانوں کا مذہب مان کر اسی مذہب کی کتابیں ''ہدایہ، قاضی خاں، عالمگیری، درمختار'' انگریزی میں ترجمہ کرائیں اور انہی کتابوں پر مقدمات کے فیصلے ہوتے تھے۔ ہندوستان و پاکستان کے تمام اولیاء و علماء رحمہم اللہ شروع سے ہی سنی ہونے کے ساتھ ساتھ حنفی رہے ہیں۔

حضور داتا سرکار رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں خود کا حنفی ہونا یوں لکھتے ہیں: "میں ملک شام میں مسجد نبوی شریف کے مؤذن حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارک کے سرہانے سویا ہوا تھا۔ خواب میں دیکھا میں مکہ مکرمہ میں ہوں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بزرگ کو آغوش میں بچے کی طرح لئے ہوئے باب شیبہ (ایک دروازے کا نام) سے داخل ہو رہے ہیں۔ میں نے فرط محبت میں دوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک کو بوسہ دیا۔ میں اس حیرت و تعجب میں تھا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی معجزانہ شان سے میری باطنی حالت کا اندازہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تمہارے امام ہیں جو تمہاری ہی ولایت کے ہیں یعنی ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔"

(کشف المحجوب، صفحہ 146، شبیر برادرز، لاہور)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جنہیں وہابی اپنا امام سمجھتے ہیں وہ واضح الفاظ میں فرماتے ہیں کہ ہندوستان والوں کے لئے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید واجب ہے کیونکہ فقہ حنفی کے علاوہ دوسرے مسالک کے نہ مفتیانِ کرام ہیں نہ کتب ہیں چنانچہ اپنی کتاب الانصاف میں فرماتے ہیں "فاذا کان إنسان جاهل فی بلاد الهند أو فی بلاد ما وراء النهر ولیس هناك عالم شافعی ولا مالكی ولا حنبلی ولا كتاب من كتب هذه المذاهب وجب علیه أن یقلد لمذهب أبی حنیفة ویحرم علیه أن یخرج من مذهبه لأنه حینئذ یخلع ربقة الشریعة ویبقی سدی مهملا "ترجمہ: اگر کوئی جاہل شخص ہندوستان یا ماوراء لنہر کے علاقے میں ہو اور وہاں کوئی شافعی، مالکی یا حنبلی عالم موجود نہ ہو اور نہ ان مذاہب کی کوئی کتاب دستیاب ہو تو اس پر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید واجب ہے اور ان کے مذہب کو چھوڑنا اس کے لئے حرام ہے، کیونکہ اس صورت میں وہ شخص شریعت کی پابندیاں اپنے گلے سے اتار کر بالکل آزاد اور مہمل ہو جائے گا۔

(الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف، صفحہ 78، دار النفائس)

قادیانیت

ہندوستان پر جب انگریز قابض ہوئے تو مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے مختلف ہتھکنڈے استعمال کئے جن میں فرقہ واریت بھی ان کا خاص مشن رہا ہے۔ اس میں سر فہرست مرزا غلام احمد قادیانی مرتد تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی (المتوفی 1904ء) نے 1901ء میں کھل کر نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس نے کہا: "دنیا میں کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا۔ میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں داؤد ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں عیسیٰ ابن مریم ہوں، میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں۔"

(تتمہ حقیقت الوحی، مرزا غلام احمد، صفحہ 84)

مرزا نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور حضرت مریم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی شان میں بھی گستاخیاں کی چنانچہ اس نے کہا: " آپ (حضرت عیسیٰ) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار (معاذ اللہ) اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔"

(ضمیمہ انجام آتھم، حاشیہ صفحہ 7، مصنفہ غلام احمد قادیانی)

مزید کہا: "مسیح (علیہ السلام) کا چال چلن کیا تھا، ایک کھاؤ پیو، نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار، متکبر، خود بین، خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔" (مکتوبات احمدیہ، جلد 3، صفحہ 21 تا 24)

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پر بہتان باندھتے ہوئے کہا: "یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ (علیہ السلام) شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔" (کشتی نوح، حاشیہ ص 75، مصنفہ غلام احمد قادیانی)

نیچری فرقہ

اسی طرح انگریزوں نے ایک اور فتنہ سر سید احمد خان (المتوفی 1316ھ،1898ء) کا بھی ایجاد کیا۔ سر سید احمد خان نیچری تھا اور انگریزوں کا دلدادہ تھا۔اس نے دنیاوی تعلیم کی آڑ میں مسلمانوں میں اپنے گندے عقائد پھیلانے شروع کر دیئے۔ سر سید معجزات، جنت ودوزخ، شیطان و ملائکہ کا منکر تھا۔حضرت آدم (علیہ السلام) کا جنت میں رہنا، فرشتوں کا سجدہ کرنا، حضرت عیسیٰ اور امام مہدی کا ظہور، دجال کا آنا، فرشتے کا صور پھونکنا، روزجزا و سزا، میدانِ حشر و نشر، پل صراط، حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شفاعت، اللہ (عزوجل) کا دیدار، ان سب کا انکار کیا جو کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔

خلفائے راشدین رضوان اللہ اجمعین کے بارے میں کہتا ہے کہ خلافت کا ہر کسی کو استحقاق تھا، جس کی چل گئی وہ خلیفہ ہو گیا۔ (خودنوشت،صفحہ233)

قربانی کے متعلق کہتا ہے کہ حج میں قربانی کی کوئی مذہبی اصل قرآن سے نہیں پائی جاتی۔ آگے چل کر لکھتا ہے کہ اس کا کچھ نشان مذہب اسلام میں نہیں ہے۔حج کی قربانیاں درحقیقت مذہبی قربانیاں نہیں ہیں۔
(خودنوشت،صفحہ139)

الطاف حسین حالی "حیاتِ جاوید" میں لکھتا ہے کہ جب سہارن پور کی جامع مسجد کے لئے ان سے چندہ طلب کیا گیا تو انہوں نے (یعنی سر سید احمد خاں نے)چندہ دینے سے انکار کر دیا اور لکھ بھیجا کہ میں خدا کے زندہ گھروں (کالج) کی تعمیر کی فکر میں ہوں اور آپ لوگوں کو اینٹ، مٹی کے گھر کی تعمیر کا خیال ہے۔
(حیاتِ جاوید،صفحہ101،ماخوذاز،ساٹھ زہریلے سانپ،صفحہ92،تنظیم اہل سنت، کراچی)

ہندوستان میں فرقہ واریت کا بانی

ہندوستان میں انگریزوں کے دور میں فرقہ واریت پھیلانے والا اصل شخص اسماعیل دہلوی تھا۔ یہ مولوی اسماعیل وہابی اور دیوبندی دونوں فرقوں کا امام ہے،اس کے علاوہ کئی اور فرقوں کی لڑی اسی شخص سے جاملتی ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی شاہ ولی اللہ کا پوتا اور شاہ عبد العزیز کا بھتیجا اور شاگرد تھا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) گیارہویں صدی کے آخر میں ہندوستان کے بہت بڑے عالم تھے اور بہت بڑے پیر بھی ،ان کا اثر پورے ہندوستان پر تھابلکہ ہندوستان کے باہر بھی تھا۔ انہیں کے صاحبزادے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہیں جو دہلی کے بہت بڑے مرکزی عالم تھے۔ عوام میں بزرگ کی عقیدت عام ہے جس کے نتیجے میں اپنے استاذ اور پیر کی اولاد کو پیروں کی طرح ماننے کا جذبہ موجود ہے، اس کی وجہ سے مولوی اسماعیل دہلوی کے ماننے والوں کی اچھی خاصی تعداد دہلی اور اس کے علاقوں میں موجود تھی۔ چونکہ ان کے والدین کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا اس لئے ان کی کماحقہ تربیت نہیں ہو سکی۔ ساتھ ہی ساتھ فطری طور پر منچلے، شوخ اور نئی نئی باتوں کے گرویدہ تھے ۔مولوی اسماعیل کے اندر انفرادیت کا خبط پیدا ہوا اور انہوں نے مسلمانوں میں انتشار پیدا کرتے ہوئے عقائد اہل سنت اور فقہ حنفی کو چھوڑ کر وہابیت قبول کرلی اور اپنے ماننے والوں میں اسے پھیلانا شروع کر دیا۔

محمد بن عبد الوہاب نجدی خارجی نے پچاس سالوں میں مسلمانوں کو مشرک ٹھہرا کر قتل کیا۔ ابن عبد الوہاب نجدی کے باطل عقیدہ پر کئی کتابیں موجود تھیں جن میں ایک "کتاب التوحید" تھی۔ یہ کتاب اسماعیل دہلوی اور اس کے مرشد سید احمد کے 1820ء میں حج پر جانے سے بہت پہلے عرب میں عام ہو چکی تھی۔ جب یہ دونوں حج کے لئے گئے تو دونوں وہاں نئی نئی اٹھنے والی محمد بن عبد الوہاب کی تحریک جو کہ وہابیت کے نام سے معروف تھی سے متاثر ہوئے اور شاہ اسماعیل دہلوی اور سید احمد حجاز کے سفر سے واپس آتے ہوئے شیخ محمد بن عبد الوہاب کے دروس کی کتاب "کتاب التوحید" ساتھ لیکر آئے اور اس کتاب کے اسباق توحید کو انہوں نے اپنی دو کتابوں میں ظاہر کیا ایک کتاب کا نام "تقویۃ الایمان" تھا اور دوسری کتاب کا نام "صراط مستقیم" تھا۔ یہ دونوں کتابیں اس زمانے میں مرکنٹائل پریس

سے شائع ہوئیں اور اس کی تقسیم کے بارے میں یہ شہادتیں موجود ہیں کہ ان کو انگریز ایسٹ انڈیا کمپنی نے شائع اور تقسیم کرنے میں مدد دی۔

اسماعیل دہلوی کی ابن عبد الوہاب نجدی کے نظریات سے ہم آہنگی اور اس کی تشہیر کے لئے لکھی جانے والی کتب "تقویۃ الایمان "اور "صراط مستقیم" نے ہندوستان میں وہابی فتنہ کی بنیاد رکھی اور امت مسلمہ میں انتشار پھیل گیا۔ مولانا فضل احمد لدھیانوی صاحب اپنی کتاب "انوار آفتاب صداقت "میں "فریاد المسلمین" کے حوالے سے لکھتے ہیں: "انہی دنوں ایک کتاب شیخ (ابن) عبد الوہاب نجدی کی بمبئی سے دہلی میں آئی چونکہ ابن عبد الوہاب مسطور ملک عرب کا باشندہ زبان دان تھا، مولوی اسماعیل ان کی فصاحت و بلاغت پر فریفتہ ہو گئے، اس کے کچھ مسائل انتخاب واخذ کر کے علماء دہلی حنفی مذہب سے چھیڑ چھاڑ کرنی شروع کر دی، انہوں نے اُس کو خورد سال، خام خیال سمجھ کر ان سے بحث نہ کی، مگر مولانا عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) انکی بے اعتدالی کے شاکی ہوئے، مولانا موصوف نے کچھ رنجیدہ خاطر ہو کر مولوی اسماعیل کو پیغام بھیجا کہ میری طرف سے کہو اس نامراد لڑکے کو کہ جو کتاب بمبئی سے آئی ہے میں نے بھی اس کو دیکھا ہے اس کے عقائد صحیح نہیں بلکہ بے ادبی اور بے نصیبی سے بھرے ہوئے ہیں، میں آج کل بیمار ہوں اگر صحت ہو گئی تو میں اس کی تردید لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں تم ابھی نوجوان بچے ہو ناحق شور و شر برپا نہ کرو۔"

(انوار آفتاب صداقت ج 1 ص 516 بحوالہ مشعل راہ المعروف برطانوی مظالم کی کہانی ص 209، فرید بک سٹال، لاہور)

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی ابن عبد الوہاب نجدی کی کتاب پڑھ کر متاثر ہو گیا اور سلف صالحین اور اپنے خاندان کے نظریات کو چھوڑ کر اس کا پیروکار بن گیا۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو اسماعیل دہلوی کے چچا بھی تھے اور استاد بھی، اسماعیل دہلوی کی اس حرکت پر سخت ناراض تھے۔

کتاب " تقویۃ الایمان " کا تعارف

اس تقویۃ الایمان میں اسماعیل دہلوی نے شیخ نجدی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مسلمانوں کو کافر و مشرک ٹھہرایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی شان میں گستاخیاں کیں۔ اسماعیل دہلوی کی تصنیف "تقویۃ الایمان" ابن عبد الوہاب نجدی کی اسی کتاب کا چربہ ہے جس کے بارے میں شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ نے یہ تاثرات بیان فرمائے تھے کہ اس کے عقائد صحیح نہیں بلکہ بے ادبی اور بے نصیبی سے بھرے ہوئے ہیں لہٰذا "تقویۃ الایمان" بھی بے ادبی اور بے نصیبی سے بھری ہوئی ہے اور یہی کتاب بر صغیر میں توہین و تحقیر انبیاء و اولیاء کا سنگ بنیاد ثابت ہوئی۔

قارئین! یہاں تقویۃ الایمان کے بارے میں خود اسماعیل دہلوی صاحب کے تاثرات بیان کرنا بھی بے جا نہ ہوگا۔ چنانچہ اشرفعلی تھانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:"(اسماعیل دہلوی نے) فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہوگیاہے مثلا ان امور کو جو شرک خفی تھے جلی لکھ دیا گیاہے ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی۔ اگر میں رہتا تو ان مضامین کو آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد (نام نہاد) عزمِ جہاد ہے اسی لئے میں کام سے معذور ہو گیااور میں دیکھتا ہوں دوسرا اس بار کو اٹھائے گا نہیں اس لئے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔"

(ارواح ثلاثہ یعنی حکایات اولیاء ص 65 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

اس عبارت میں تو اسماعیل دہلوی نے بھی صاف اقرار کیاہے کہ میں نے شرک خفی کو جلی لکھ دیاہے، قارئین! کتنا بڑا ظلم ہے کہ ایسا کام کہ جس کے کرنے کی وجہ سے انسان پر شریعت تو اسلام سے خارج اور مشرک ہونے کا حکم نہیں لگاتی مگر دہلوی موصوف کمال ڈھٹائی کے ساتھ ایسے شخص کو بھی خارج عن الاسلام اور مشرک قرار دے رہاہے اور واضح طور پر اقراری ہے کہ اس سے شورش ہوگی، لڑائی جھگڑا، دنگا فساد ہوگا لیکن موصوف کو کچھ پرواہ ہی نہیں ذرا اندازِ بیان تو دیکھئے کہتے ہیں "گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔" لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

☆"تقویۃ الایمان" میں اسماعیل دہلوی نے حضور (علیہ السلام) کے متعلق لکھا کہ ان کی تعظیم بڑے بھائی جتنی کرو چنانچہ لکھا:"سو فرمایا بندگی کرو اپنے رب کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی۔ یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں۔ جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی ہے۔ سو اسکی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔"

(تقویۃ الایمان، صفحہ 68، مطبع مرکنٹائل پرنٹنگ، دہلی)

☆انبیاء (علیہم السلام) اور اولیاء کرام کی حیثیت رب تعالیٰ کے حضور کیا ہے، اس کے بارے میں لکھا:"ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔" (معاذاللہ)

(کتاب تقویۃ الایمان، صفحہ 16، مطبع مرکنٹائل پرنٹنگ، دہلی)

☆صفحہ 63 پر ہے:"سب انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے کمتر ہیں۔"

(تقویۃ الایمان، صفحہ 63، مطبع مرکنٹائل پرنٹنگ، دہلی)

☆مولوی اسماعیل دہلوی نے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر افتراء باندھا کہ گویا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں چنانچہ لکھا:"حضور فرماتے ہیں میں بھی تمہاری طرح ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں۔"

(تقویۃ الایمان، صفحہ 69، مطبع مرکنٹائل پرنٹنگ، دہلی)

☆انبیاء و اولیاء کے اختیارات کی نفی کرتے ہوئے لکھتا ہے:" جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔"

(تقویۃ الایمان، صفحہ 47، مطبع مرکنٹائل پرنٹنگ، دہلی)

☆صفحہ 31 پر ہے:"جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو ان کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔"

(تقویۃ الایمان، صفحہ 31، مطبع مرکنٹائل پرنٹنگ، دہلی)

☆نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے شہر سے محبت و تعظیم، وہابیوں کے نزدیک شرک ہے چنانچہ اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے:"گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، یہ کام اللہ نے اپنی عبادت کے لیے بتائے ہیں پھر جو کوئی کسی پیر، پیغمبر یا بھوت و پری کے مکانوں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے تو اس پر شرک ثابت ہے۔"

(تقویۃ الایمان، مقدمۃ الکتاب، صفحہ 8، مطبع علیمی، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

اسماعیل دہلوی کے عقائد و نظریات

مزید شاہ اسماعیل دہلوی کے عقائد و نظریات ملاحظہ ہوں:

☆ اسماعیل دہلوی نے یہ عقیدہ اپنایا کہ اللہ (عزوجل) معاذ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے چنانچہ رسالہ یکروزی میں لکھا: "ہم نہیں مانتے کہ خدا کا جھوٹ بولنا محال ہے کیونکہ اس طرح قدرت خداوندی آدمی سے کم ہو جاتی ہے۔"

☆ اسی طرح ایک اور نیا عقیدہ ایجاد کیا کہ حضور (علیہ السلام) کی نظیر ممکن ہے یعنی حضور (علیہ السلام) جیسا کوئی اور پیدا ہو سکتا ہے چنانچہ تقویۃ الایمان میں لکھا: "اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتہ جبرائیل اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے برابر پیدا کر ڈالے۔"

(تقویۃ الایمان، صفحہ 35، مطبع مرکنٹائل پرنٹنگ، دہلی)

☆ اس عقیدہ میں حضور (علیہ السلام) کے خاتم النبیین ہونے پر زد پڑتی تھی حالانکہ حضور کی نظیر ممکن نہیں ہے۔ پھر شاہ اسماعیل دہلوی نے اپنے مرشد سید احمد رائے کے ساتھ مل کر ایک کتاب "صراطِ مستقیم" لکھی۔ جس میں حضور (علیہ السلام) کی شان میں سخت توہین کی۔ اس میں صاف لکھا: "زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا انہی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت ماب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی ہوں اپنی ہمت (توجہ) کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے۔"

(صراطِ مستقیم، صفحہ 169، اسلامی اکادمی، لاہور)

مطلب یہ کہ دیوبندیوں اور وہابیوں کا متفقہ پیشوا اسماعیل دہلوی نے نماز میں سرکار اعظم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خیال مبارک آنے کو جانوروں کے خیالات میں ڈوبنے سے بدتر کہا۔

اسماعیل دہلوی کے عقائد و نظریات کی تردید

اسماعیل دہلوی کے نظریات کا ردّ مجاہدِ تحریک آزادی مولانا فضل حق خیر آبادی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے شدومد سے لکھا جس کا نام "تحقیق الفتویٰ" ہے۔ خود اسماعیل دہلوی کے بھتیجے مولانا موسیٰ، مولانا مخصوص اللہ نے "تقویۃ الایمان" کارد لکھا جس کا نام "معید الایمان" ہے۔ اسماعیل دہلوی کی اس کتاب "تقویۃ الایمان" نے پورے برصغیر میں انتشار پیدا کر دیا۔ دیوبندیوں مولوی بھی اندر سے مانتے ہیں کہ یہ کتاب باعث فتنہ ہے، لیکن اپنے مذہب کا بھرم رکھنے کے لئے اسماعیل دہلوی کا دفاع کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی بعض دیوبندی مولویوں کے منہ سے حق نکل ہی گیا چنانچہ دیوبندی مولوی انور شاہ کشمیری کے شاگرد احمد رضا بجنوری "تقویۃ الایمان" کے متعلق لکھتے ہیں: "افسوس ہے کہ اس کتاب کی وجہ سے مسلمانان ہندوپاک جن کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً نوے فیصدی حنفی المسلک ہیں، دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ایسے اختلاف کی نظیر دنیائے اسلام کے کسی خطہ میں بھی ایک امام اور ایک مسلک کے ماننے والوں میں موجود نہیں۔" (انوراالباری، جلد13، صفحہ113، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

اسی طرح انور شاہ کشمیری، عبد الشکور دیوبندی مرزاپوری، حسین قاسمی وغیرہ دیوبندی علماء نے بھی تقویۃ الایمان پر تنقید کی ہے۔ مولانا ابو الکلام آزاد نے بھی تسلیم کیا: "تقویۃ الایمان کا ملک میں چرچا ہوا تو تمام علماء میں ہلچل پڑ گئی۔"

(مولانا آزاد کی کہانی، صفحہ79، ماخوذ از ختم نبوت اور تحذیر الناس، صفحہ31، ادارہ اشاعت العلوم، لاہور)

انگریزوں نے اس کتاب کی خوب تشہیر کی چنانچہ انگریز ہنٹر جس نے برصغیر کی تاریخ پر کتاب بنام Indian Muslims لکھی تھی اس نے اس کتاب کو خوب عام کیا اور مولانا زید فاروقی صاحب نے لکھا: "پروفیسر محمد شجاع الدین صدر شعبہ تاریخ دیال سنگھ کالج لاہور نے جن کی وفات 1965ء میں ہوئی ہے۔ اپنے ایک خط میں پروفیسر خالد بزمی لاہور کو لکھا ہے اور اس کا اعتراف کیا ہے کہ انگریزوں نے کتاب تقویۃ الایمان بغیر قیمت کے تقسیم کی ہے۔"

(مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان، صفحہ15، ماخوذ از ختم نبوت اور تحذیر الناس، صفحہ34، ادارہ اشاعت العلوم، لاہور)

اسماعیل دہلوی کی کتاب"تقویۃ الایمان" اور"صراطِ مستقیم"کے فتنے نے مسلمانوں میں تفریق کی ابتدا کر دی تھی جگہ جگہ مناظرے شروع ہو چکے تھے۔ایک طرف وہابی جو اسماعیل دہلوی کے نظریے کے حامل تھے اور دوسری طرف اہل سنت فضل حق خیر آبادی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے نظریہ کی تائید کرنے والے تھے۔ 1288ھ۔ 1871ء میں شیخوپورہ ضلع بدایوں میں مسئلہ امکانِ وامتناع النظیر پر مولانا عبد القادر بدایونی اور امیر احمد سہسوانی کا مناظرہ ہوا۔خود شاہ اسماعیل دہلوی اور ان کے ہم درس مولانا منور الدین (جو شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے شاگرد تھے)کا"تقویۃ الایمان"کے متعلق مناظرہ ہوا چنانچہ مولانا ابو الکلام آزاد لکھتے ہیں:"مولانا محمد اسماعیل شہید، مولانا منور الدین کے ہم درس تھے۔شاہ عبد العزیز کے انتقال کے بعد جب انہوں نے " تقویۃ الایمان"اور جلاء العینین لکھیں اور ان کے مسلک کا ملک بھر میں چرچا ہوا تو علماء میں ہلچل پڑ گئی۔ان کے رد میں سب سے زیادہ سرگرمی بلکہ سربراہی مولانا منور الدین نے دکھائی۔متعدد کتابیں لکھیں اور 1248ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد (دہلی) کیا۔تمام علمائے ہند سے فتویٰ مرتب کرایا۔پھر حرمین سے فتویٰ منگوایا۔ان کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ابتدا میں مولانا اسماعیل اور ان کے رفیق اور شاہ صاحب کے داماد عبد الحئ کو بہت کچھ فہمائش کی اور ہر طرح سے سمجھایا لیکن جب ناکامی ہوئی تو بحث و ردّ میں سرگرم ہوئے اور جامع مسجد کا شہرہ آفاق مناظرہ ترتیب دیا۔جس میں ایک طرف مولانا اسماعیل اور مولانا عبد الحئ تھے اور دوسری طرف مولانا منور الدین اور تمام علمائے دہلی۔"

(آزاد کی کہانی، صفحہ79، چٹان پریس، لاہور)

شاہ اسماعیل دہلوی کے چچازاد بھائی مولانا شاہ مخصوص اللہ محدث دہلوی اور مولانا شاہ محمد موسیٰ بھی اسماعیل دہلوی کے مخالف تھے اور یہ دونوں بھائی بھی شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے شاگرد تھے۔علامہ عبد الحکیم شاہجہانپوری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اسماعیل دہلوی کے رد میں لکھنے والے تقریباً اسّی (80) علماء اور ان کی کتب کی ایک طویل فہرست اپنی کتاب " مشعل راہ " المعروف "برطانوی مظالم کی کہانی " صفحہ 249 تا 265 میں پیش کی ہے۔ہم ان میں سے یہاں صرف چند علماء کے اسماء پیش کرتے ہیں:

1۔علامہ فضل حق خیر آبادی 2۔شاہ مخصوص اللہ دہلوی 3۔شاہ محمد موسی دہلوی4۔مولانا منور الدین دہلوی 5۔مولانا خیر الدین جالندھری 6۔مولانا رشید الدین خان صاحب 7۔مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی 8۔مولانا فضل رسول بدایونی 9۔مولانا کرامت علی جونپوری 10۔مولانا سید جلال الدین برھانپوری 11۔مولانا تراب علی لکھنوی 12۔مولانا محمد عبد اللہ خراسانی بالگرامی 13۔مولانا کریم اللہ دہلوی 14۔مولانا محمد صبغتہ اللہ مدراسی 15۔مولانا محمد حیدر علی لکھنوی ثم حیدرآبادی 16۔مولانا سید معین الدین سجادہ نشین احمد آباد نارہ 17۔مولانا نقی علی خان بریلوی 18۔مولانا قاضی ارتضاء علی خان گوپاموی19۔ہدایت اللہ لکھنوی20۔مولانا عبد السبحان پشاوری مدراسی رحمہم اللہ تعالی اجمعین۔

سعودیہ میں وہابیوں کی حکومت سے پہلے ترکیوں کے دور میں مکہ و مدینہ کے جید علمائے کرام نے ابن عبدالوہاب نجدی، وہابی اور دیوبندیوں کے امام اسماعیل دہلوی کے عقائد کی تردید کی اور انہیں دجال کہا اور اس کی کتاب "تقویۃ الایمان" کو مردو ٹھہرایا چنانچہ مکہ و مدینہ کے علماء کرام نے لکھا:

"لا شک فی بطلان المنقول من تقویۃ الایمان بکونہ موافقا للنجدیۃ و ماخوذا من کتاب التوحید لقرن الشیطان۔۔۔و مولف ھذا الکتاب دجال کذاب استحق اللعنۃ من اللہ تعالیٰ و ملائکتہ واولی العلم وسائر العلمین۔الخ"۔

ترجمہ: تقویۃ الایمان میں منقول عقائد بے شک باطل ہیں کیونکہ وہ شیطانی گروہ نجدیوں کی کتاب التوحید مصنفہ ابن عبدالوہاب کے بالکل موافق ہے اور اس کتاب کا مصنف (مولوی اسماعیل صاحب) دجال اور جھوٹا ہے (وہ اسماعیل) اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور سب جہان والوں سے لعنت کا مستحق ہے۔

دستخط علمائے مکہ معظمہ

عبدہ شیخ عمر احمد وحلان مفتی مکہ معظمہ عبدہ عبدالرحمن محمد المکی مفتی مکہ

دستخط علمائے مدینہ طیبہ

السید ابو سعود الحنفی محمد بالی سید یوسف العربی سید ابو محمد طاہر ،ابوالسعادات محمد عبدالقادر وتیاوی مولوی محمد اشرف شمس الدین

(دیوبندی مذہب، صفحہ 139 بحوالہ بھونچال برلشکر دجال، صفحہ 68 از انوار آفتاب صداقت، صفحہ 534)

غیر مقلد اہل حدیث فرقہ

اسماعیل دہلوی نے وہابی نجدی خارجی عقائد ابن عبد الوہاب نجدی خارجی سے لیے اور اسماعیل دہلوی سے یہ عقائد مختلف فرقوں کی صورت میں رائج ہوئے اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

دہلی میں کچھ لوگوں نے اسماعیل دہلوی کی تحریک کو قبول کر لیا تھا جن میں ایک مشہور عالم نذیر حسین دہلوی غیر مقلد ہیں۔ نذیر حسین دہلوی شاگرد تھا اسحاق دہلوی کا (اسحاق دہلوی کا تعارف آگے آرہا ہے۔) نذیر حسین دہلوی کا شاگرد عبد اللہ غزنوی نذیر حسین کے متعلق لکھتا ہے: " ائمہ اسلام، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، امام ابن قیم اور شیخ محمد بن عبد الوہاب کی کتابوں سے شغف رکھتے تھے اور انہیں سلف صالحین کی کتابوں کی روشنی میں اپنے اولاد احفاد کی تربیت بھی کی۔۔۔ آپ کے سارے بیٹے پوتے منہج سلف کے سچے داعی بن کر نکلے اور برصغیر ہندوپاک میں سلفی (یعنی وہابی) دعوت کی خوب خوب اشاعت کی۔"

(امام محمدبن عبدالوہاں کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی، صفحہ 45، دارالکتاب والسنۃ، ریاض)

نذیر حسین دہلوی نے اپنے طور پر بلا معاوضہ حدیث پڑھانا شروع کی اور اپنے شاگردوں کو وہابیت کی تلقین کی۔ جو عقائد نجدی وہابیوں کے تھے وہی عقائد ان کے بھی تھے۔ بنیادی طور پر انہوں نے اپنے شاگردوں کو یہ سمجھایا کہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی وغیرہ نے قرآن واحادیث سے جو مسائل نکال کر فقہ کی کتابوں میں لکھے ہیں وہ اکثر غلط ہیں۔ حدیث کی کتابیں موجود ہیں ہمیں چاہئے کہ ہم براہ راست قرآن واحادیث سے مسائل نکالیں۔ یہ لوگ اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں اور عرفِ عام میں انہیں غیر مقلد کہا جاتا ہے۔ ان سے اہل سنت کا سینکڑوں مسائل میں اختلاف ہے جس کی تفصیل بہت طویل ہے۔

ابن عبد الوہاب کے پیروکارو کو چونکہ وہابی کہا جاتا تھا اور اس وقت ہندوستان کے مسلمان وہابی عقائد و نظریات سے سخت متنفر تھے، اس لیے مشہور غیر مقلّد وہابی مولوی محمد حسین بٹالوی نے انگریز گورنمنٹ سے بڑی کوششوں کے بعد وہابی نام کی جگہ اہل حدیث منظور کرایا۔ چنانچہ لکھا ہے: یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہماری جماعت اہلحدیث کا اصل مذہبی نام جماعت موحدین تھا، لیکن ہماری مذہبی ترقی سے گھبرا کر مخالفین نے ہمیں وہابی کے بدنام لقب سے مشہور کر دیا۔ جسکی وجہ سے اہلحدیث کے سر کردہ لوگوں نے گورنمنٹ برطانیہ کو درخواست دے کر وہابی کے لقب پر پابندی لگوائی اور اہلحدیث لقب

الاٹ کرایا۔ اس حقیقت کا خود اکابرین اہلحدیث نے بھی اقرار کیا۔ دیکھئے ماثر صدیقی، حصہ سوئم۔ ترجمان وہابیہ۔ سیرت ثنائی۔ اخبار اہلحدیث امر تسر صفحہ ،26جون 1908ء۔

لفظ "اہل حدیث" تاریخ میں اہل سنت کے محدثین کے ایک گروہ کا نام تھا، جس پر موجودہ وہابیوں نے قبضہ کر لیا ہے اور اسلاف نے جو اہل حدیث گروہ کی تعریفات کی ہیں ان کو زبردستی اپنے اوپر منطبق کر لیا ہے۔

دیوبندی فرقہ

مولوی محمد اسحاق دہلوی جو شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے نواسے اور جانشین تھے لیکن بڑی حد تک صلح کلی اور خاموش طبع عالم تھے۔ یہ اسماعیل دہلوی کے نئے عقائد سے متاثر تھے تو اسماعیل دہلوی کے عقائد پر ہونے والی لعن طعن سے خائف بھی تھے۔ اس خوف ورجا کے درمیان میں مولوی اسحاق دہلوی نے صلح کلی کا ثبوت دیتے ہوئے درمیانی راہ نکالی۔ وہ راہ یہ تھی کہ تقویۃ الایمان کتاب کے خیالات سے متاثر ہو کر دونوں فریقوں کو گول مول فتوے دیتے تھے جو باتیں تقویۃ الایمان میں کفر و شرک بتائی گئی ہیں، ان میں سے بعض کو ناجائز، بعض کو مکروہ وغیرہ کہہ دیا کرتے تھے، لیکن ان کی اس دوغلا پالیسی سے کوئی فریق بھی خوش نہ ہوا۔ اسماعیل دہلوی گروہ نے اس انداز کو بھی غنیمت سمجھا لیکن اہل سنت عقائد کے حامل حضرات نے ان کی مخالفت کی۔ وہ اپنی عزت بچاتے ہوئے مقدس سرزمین حجاز ہجرت کر گئے لیکن جانے سے پہلے اسماعیل دہلوی عقائد کے ٹولے کی قیادت ان کے سپرد تھی، اسحاق دہلوی اس ٹولہ کا نگران مولوی مملوک علی نانوتوی کو بنا گئے۔ مولوی مملوک علی نانوتوی وہابیوں کی نئی جماعت کے سرپرست مقرر ہوئے۔ اس کے تلامذہ میں قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، احسن نانوتوی، احمد علی سہارنپوری، فضل الرحمن دیوبندی، سمیع اللہ دہلوی مشہور شاگرد ہیں۔

اسحاق دہلوی کی اس صلح کلیت نے ایک طرف اسماعیل دہلوی کے عقائد اور غیر مقلدیت کو پروان چڑھایا تو دوسری طرف حنفی مقلد کا گروہ بن گیا۔ نتیجتاً دو گروہ بن گئے ایک غیر مقلد جسے وہابی کہا جاتا ہے اور دوسرا گروہ دیوبندی جو عقائد کے اعتبار سے وہابی ہیں اور تقلید کے اعتبار سے حنفی ہیں۔

ادھر مملوک علی نانوتوی کے شاگردوں میں قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی تھے جو دیوبندیوں کے امام ہیں۔ نانوتہ ضلع سہارن پور کے مولوی قاسم نانوتوی (المتوفی 1290ھ۔ 1879ء) بانی مدرسہ دیوبند نے مملوک علی نانوتوی سے تعلیم حاصل کی۔ فراغت کے بعد دیوبند میں ایک مدرسہ کو دارالعلوم بنانے کی تحریک چلی جو وہاں کے مقامی لوگوں نے قائم کیا تھا۔ یہ مدرسہ دیوبند کی ایک مسجد جس کا نام چھتہ کی مسجد ہے قائم ہوا تھا۔ جب مدرسہ جم گیا تو مولوی محمد قاسم دیوبند پہنچ گئے اور مدرسے کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس مدرسے میں مولوی اسماعیل دہلوی اور عبدالوہاب نجدی کے عقائد کی تعلیم دینے لگے۔

ابھی "تقویۃ الایمان" کا فتنہ ختم نہیں ہوا تھا کہ قاسم نانوتوی نے "تحذیر الناس" لکھی جس میں لکھا: "اگر بالفرض زمانہ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔"

(تحذیر النّاس، صفحہ 34، دارالاشاعت، کراچی)

مطلب یہ کہ قاسم نانوتوی نے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خاتم النبیین ماننے سے انکار کیا، اسی کو قادیانیوں نے دلیل بنایا اور کہہ دیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد بھی کوئی نبی آ سکتا ہے۔ جب قاسم نانوتوی کی یہ کتاب منظر عام پر آئی تو مسلمانوں میں مزید انتشار بھرپا ہو گیا اور ہندوستان کے تمام علماء (سوائے عبدالحئی) نے اس کی مخالفت کی۔ اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں: "جس وقت مولانا (محمد قاسم نانوتوی) نے تحذیر الناس لکھی ہے۔ کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کیساتھ موافقت نہیں کی، بجز مولانا عبدالحئی کے۔"

(الافاضات الیومیہ، جلد 5، صفحہ 296، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

بعد میں مولانا عبدالحئی بھی اس کے مخالف ہو گئے تھے۔ بہرحال قاسم نانوتوی پر کفر کے فتوے لگنا شروع ہو گئے چنانچہ اشرف علی تھانوی دیوبندی خود لکھتے ہیں: "مولوی حبیب الرحمن صاحب نے فرمایا کہ منشی حمید الدین صاحب سنبھلی فرماتے تھے کہ حضرت نانوتوی ایک بزرگ سے ملنے کے لئے ریاست رامپور تشریف لے گئے۔ ساتھ مولانا احمد حسن صاحب اور منشی حمید الدین صاحب رحمہما اللہ تھے۔ ریل نہ تھی۔ مراد آباد سے اس طرح چلے کہ خود حضرت (قاسم نانوتوی) پاپیادہ تھے، منشی صاحب کی بندوق اپنے کندھے پر رکھ لی اور بجبر منشی حمید الدین کو سواری پر

بٹھا دیا۔ جس نے پوچھا کہ کون ہیں فرمادیتے کہ منشی حمید الدین صاحب رئیس سنبھل ہیں۔ گویا اپنے کو ایک ملازم کی حیثیت سے ظاہر کیا۔ اس لئے تاکہ خفیہ پہنچیں۔ جب رامپور پہنچے تو ایک وارد وصادر کا نام اور پورا پتہ وغیرہ داخلہ شہر کے وقت لکھا جاتا تھا۔ حضرت (قاسم نانوتوی) نے اپنا نام خورشید حسن (تاریخی نام) بتایا اور لکھادیا اور ایک نہایت ہی غیر معروف سرائے میں مقیم ہوئے۔ اس میں بھی ایک کمرہ چھت پر لیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ تحذیر الناس کے خلاف اہل بدعت میں ایک شور برپا تھا، مولانا کی تکفیریں تک ہو رہی تھیں۔ حضرت کی غرض اس اخفا سے یہی تھی کہ میرے علانیہ پہنچنے سے اس بارے میں جھگڑے اور بحثیں نہ کھڑی ہو جائیں۔"

(ارواحِ ثلاثہ، صفحہ 249، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

تھانوی صاحب کی اس عبارت سے پتہ چلا کہ قاسم نانوتوی کی اس عبارت پر امام احمد رضا خان سے پہلے کے علماء نے تکفیر کر دی تھی۔ مزید یہ دیکھیں تحذیر الناس کی وجہ سے قاسم نانوتوی کو سارا ہندوستان کافر کہہ رہا تھا اور تھانوی صاحب نے ان تکفیر کرنے والوں کو اہل بدعت کہہ دیا، گویا اس وقت نانوتوی صاحب اور ان کے پیروکار ہی سنی تھے باقی سارا ہندوستان بدعتی تھا معاذ اللہ (عزوجل)۔

ادھر مملوک علی نانوتوی کے دوسرے شاگرد مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی (المتوفی 1323ھ۔1905ء) نے اپنے وطن گنگوہ میں خانقاہ قائم کر لی اور پیری مریدی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ دیوبندی اور وہابیوں کے امام اسماعیل دہلوی نے کہا تھا کہ اللہ عزوجل جھوٹ بول سکتا لیکن اس کے شاگردوں کی لڑی میں سے مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنے ایک مہر دستخطی فتویٰ میں اللہ جل شانہ کو کاذب بالفعل ٹھہرادیا(یعنی اس بات کو تسلیم کیا کہ اللہ عزوجل نے جھوٹ بولا ہے۔) ان کا یہ فتویٰ 1308ھ میں میرٹھ سے شائع ہوا۔ ملک کے گوشے گوشے سے اس کارد ہوتا رہا۔ گنگوہی نے اس فتویٰ کا نہ انکار کیا نہ جواب دیا۔

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی(المتوفی 1345ھ۔1926ء) کی "براہین قاطعہ" کتاب 1304ھ۔1887ء میں شائع ہوئی۔ جس کی تصدیق رشید گنگوہی نے کی اور بعض علماء کی تحقیق کے مطابق یہ کتاب گنگوہی ہی کی ہے۔ اس کتاب میں یہ کفر لکھا کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصّہ

ہے؟ شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

(براہین قاطعہ، صفحہ 51، مطبوعہ بلال ڈھور)

مطلب یہ کہ سرکار اعظم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے علم پاک سے شیطان وملک الموت کے علم کو زیادہ بتایا گیا۔ امام احمد رضاخان بریلوی سے پہلے مولانا غلام دستگیر قصوری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے مولوی خلیل انبیٹھوی اور دوسرے وہابیوں کو ریاست بہاولپور میں امکانِ کذب کے متعلق مناظرے میں شکست فاش دی اور ایسے منہ بند کیا کہ یہ رات کے اندھیرے میں وہاں سے بھاگ نکلے۔ (ضمیمہ اخبار نظام الملک، 25 اگست 1889ء)

اس مناظرے کے بعد حضرت مولانا مولوی مفتی غلام دستگیر قصوری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے براہینِ قاطعہ کے رد میں ایک رسالہ "تقدیس الوکیل عن اہانۃ الرشید والخلیل" تحریر فرمایا، جس میں رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی کی تکفیر کی اور علمائے حرمین شریفین نے اس کی تصدیق کی۔ اس تحریر کے مصدقین میں دیوبندیوں کے پیر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اور استاد مولانا رحمت اللہ کیرانوی مرحوم بھی شامل تھے۔

ابھی یہ سب فتنے ختم نہیں ہوئے تھے کہ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی (المتوفی 1362ھ۔1943ء) جسے تمام اہل دیوبند حکیم الامت کہتے اور چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں اس کی کتاب "حفظ الایمان" 1319ھ میں منظر عام پر آئی، جس میں اشرف علی تھانوی نے حضور (علیہ السلام) کے علم کو جانوروں کے علم سے تشبیہ یا برابر ٹھہراتے ہوئے لکھا: "پھر یہ کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) مجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔"

(حفظ الایمان، صفحہ 8، کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی، دیوبند)

جس وقت ہندوستان میں فرقہ واریت عام ہو رہی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناموس پر حملے ہو رہے تھے، اس وقت ایک شخصیت ہندوستان کے شہر بریلی میں پیدا ہوئی جن کا نام احمد رضا خان (14 جون

1856ء– 28 اکتوبر 1921ء) تھا۔ احمد رضا خان ایک سنی حنفی عالم تھے جنہوں نے ساری زندگی اہل سنت کے عقائد و نظریات کا پرچار کیا، دیوبندی، وہابی اور شیعہ نظریات کا مدلل رد کیا اور فقہ حنفی کی بہترین خدمت کی۔

تعارف امام احمد رضا خان

ہندوستان میں جب شیعہ، وہابی، دیوبندی اور نیچری، قادیانی وغیرہ خود کو توحید پرست، قرآن و سنت کا پیکر ظاہر کرنے کی کوشش میں تھے اور اپنے عقائد کو قرآن و حدیث سے باطل استدلال کر کے ثابت کر رہے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم پر اعتراض کر رہے تھے، ختم نبوت کے معنی میں تحریف کر رہے تھے، مذہب اہل سنت کو بدلنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس وقت امام احمد رضا خان نے ان کے باطل عقائد کا قرآن و حدیث اور عقائد اہل سنت سے ردّ فرمایا اور دین اسلام کی تجدید کی، جس کی وجہ سے ان کے متبعین کو بد مذہب "بریلوی" کہنا شروع ہو گئے۔ ورنہ بریلوی کوئی نیا دین نہ تھا۔ جس طرح حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی، قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی ایک نسبت ہے اور عقائد سب کے اہل سنت والے ہیں۔ اسی طرح بریلوی بھی ایک نسبت ہے جو برصغیر میں سُنّیت کی پہچان ہے۔ فتاوٰی فقیہ ملت میں ہے: "مذہب حق اہل سنت و جماعت کو ظاہر کرنے کے لئے ایسے لفظ کا ہونا ضروری ہے جو تمام بد مذہبوں سے ممتاز کر دے۔ اسی لئے ضرورت کے لحاظ سے ہر زمانہ میں مذہب حق کو امتیاز کے لئے الگ الگ الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔ جو اہل علم پر پوشیدہ نہیں مثلاً صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں جب معتزلہ ظاہر ہوئے تو اُس وقت کے تمام صحابہ و تابعین جن میں حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت حسن بصری جیسے جلیل القدر صحابی و تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے، سب نے مل کر معتزلہ کے باطل عقائد کا رَد کیا، لیکن حضرت ابو الحسن اشعری علیہ الرحمۃ والرضوان اور ان کے اصحاب نے بڑی سختی سے رَد کرتے ہوئے ان کے خلاف کتابیں تحریر کیں، جس کی وجہ سے اہل سنت کو معتزلہ سے ممتاز کرنے کے لئے اشعری کہا گیا۔

اسی طرح موجودہ دور میں بھی اولیاء کرام و دیگر علمائے عظام نے بدعقیدہ فرقوں کا رَد کیا اور مذہب اہل سنت کی خدمات انجام دی ہیں، لیکن امام احمد رضا محدث بریلوی نے بڑی سختی سے ان کا رَد کیا اور ان کے باطل عقائد کے خلاف بے شمار کتابیں تصنیف فرما کر اولیاء کرام کے عقائد و نظریات کو عام کیا، اس لئے مذہب حق اہل سنت کو

تمام باطل فرقوں، قادیانی، دیوبندی، وہابی اور مودودی وغیر ہم سے ممتاز کرنے لئے " مسلکِ اعلیٰ حضرت " خاص و عام میں رائج ہوا، جسے عامۃ المسلمین نے پسند بھی کیا اور حدیث شریف میں ہے '' مارأه المسلمون حسنًا فهو عند الله حسن '' یعنی جس کو عامۃ المسلمین اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔"

(فتاوی فقیہ ملت، جلد2، صفحہ429، شبیر برادرز، لاہور)

مبلغِ اسلام حضرت علامہ سیّد محمد مدنی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"غور فرمایئے کہ فاضل بریلوی کسی نئے مذہب کے بانی نہ تھے، از اوّل تا آخر مقلد رہے، ان کی ہر تحریر کتاب وسنت اور اجماع وقیاس کی صحیح ترجمان رہی، نیز سلف صالحین وائمہ ومجتہدین کے ارشادات اور مسلکِ اسلاف کو واضح طور پر پیش کرتی رہی، وہ زندگی کے کسی گوشے میں ایک پل کے لئے بھی "سبیل مومنین صالحین" سے نہیں ہٹے۔ اب اگر ایسے کے ارشاداتِ حقانیہ اور توضیحات و تشریحات پر اعتماد کرنے والوں، انہیں سلفِ صالحین کی رَوش کے مطابق یقین کرنے والوں کو "بریلوی " کہہ دیا گیا تو کیا بریلویت وسنیت کو بالکل مترادف المعنیٰ نہیں قرار دیا گیا؟ اور بریلویت کے وجود کا آغاز فاضل بریلوی کے وجود سے پہلے ہی تسلیم نہیں کر لیا گیا؟ "

(سیّد محمد مدنی، شیخ الاسلام، تقدیم، دور حاضر میں بریلوی، اہل سنت کا علامتی نشان، صفحہ 10،11، مکتبہ حبیبیہ ، لاہور)

امام احمد رضاخان کے پڑپوتے حضرت علامہ مولانا مفتی اختر رضاخاں الازہری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک انٹرویو کے دوران جب سوال کیا گیا کہ پاکستان میں بعض لوگ اپنے آپ کو بریلوی کہتے ہیں اور بعض اپنے آپ کو دیوبندی، کیا یہ اچھی بات ہے؟ اس کے جواب میں حضرت ارشاد فرماتے ہیں:" بریلوی کوئی مسلک نہیں۔ ہم مسلمان ہیں، اہلسنت وجماعت ہیں۔ ہمارا مسلک یہ ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں، حضور کے اصحاب کا ادب کرتے ہیں، حضور کے اہلبیت سے محبت کرتے ہیں، حضور کی امت کے اولیاء اللہ سے عقیدت رکھتے ہیں، فقہ میں امامِ اعظم ابو حنیفہ کے مقلد ہیں۔ ہم اپنے آپ کو بریلوی نہیں کہتے، ہمارے مخالف ہمیں بریلوی کہتے ہیں۔"

(ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، صفحہ14، فروری 1988ء)

خود مخالفین بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ بریلوی کوئی نیا فرقہ نہ تھا بلکہ یہ اہل سنت ہی تھے۔ مشہور مؤرخ سلیمان ندوی جن کا میلان طبع اہل حدیث کی طرف تھا لکھتے ہیں: "تیسرا فریق وہ تھا جو شدّت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے آپ کو اہل السنۃ کہتا رہا، اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے۔"

(حیات شبلی، صفحہ46، بحوالہ تقریب تذکرہ اکابر اہل سنت، صفحہ22)

ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی اہل حدیث لکھتے ہیں: "یہ جماعت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کی مدعی ہے۔ مگر دیوبندی مقلدین (اور یہ بھی بجائے خود ایک جدید اصطلاح ہے) یعنی تعلیم یافتگانِ مدرسہ دیوبند اور ان کے اتباع انہیں بریلوی کہتے ہیں۔"

(تراجم علمائے حدیث ہند، صفحہ376، مطبوعہ سبحانی اکیڈمی، لاہور)

مشہور رائٹر شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں: "انہوں (یعنی امام احمد رضا بریلوی) نے نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی۔"

(موج کوثر، صفحہ70، طبع ہفتم، 1966ء)

غیر مقلد ایک اور عالم مولوی ثناء اللہ امرتسری کہتا ہے: "امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندوؤں سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے۔ اَسّی سال قبل قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی کہا جاتا ہے۔"

(شمع توحید، صفحہ40، مطبوعہ سرگودھا)

امام احمد رضا خان کی فقہ حنفی میں خدمات کو خود دیوبندیوں نے تسلیم کیا ہے چنانچہ دیوبندی مولوی محمد یوسف بنوری آف کراچی کے والد زکریا شاہ بنوری دیوبندی نے کہا اگر اللہ تعالیٰ ہندوستان میں (مولانا) احمد رضا بریلوی کو پیدا نہ فرماتا تو ہندوستان میں حنفیت ختم ہو جاتی۔

(بحوالہ سفید و سیاہ، صفحہ116)

امام احمد رضا خان نے جب قادیانیوں، شیعوں اور دیوبندی، وہابیوں کی تحریروں کو دیکھا تو ایک عالم ہونے کے حیثیت سے اپنا کردار ادا کیا اوران کفریات و گمراہیوں کا قرآن و حدیث کی روشنی میں رد کیا۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "جب کوئی گمراہ بددین رافضی ہو یا مرزائی، وہابی ہو یا دیوبندی وغیرہم "خذلھم اللہ تعالیٰ اجمعین "(اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل و خوار کرے۔) مسلمانوں کو بہکائے فتنہ و فساد پیدا کرے تو اس کا دفع اور قلوب

مسلمین سے شبہات شیاطین کا رفع فرض اعظم ہے جو اس سے روکتا ہے ﴿یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا﴾ میں داخل ہے کہ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں۔اور خلافت کمیٹی کا حیلہ اللہ کے فرض کو باطل نہیں کرتا نہ شیطان کے مکر کو دفع کرنے سے روکنا شیطان کے سوا کسی کا کام ہو سکتا ہے۔جو ایسا کہتے ہیں اللہ عزوجل اور شریعت مطہرہ پر افتراء کرتے ہیں مستحق عذاب نار وغضب جبار ہوتے ہیں۔ادھر ہندو سے وداد واتحاد منایا، ادھر روافض ومرزائیہ وغیرہم ملاعنہ کا سد فتنہ ناجائز ٹھہرایا، غرض یہ ہے کہ ہر طرف سے ہر طرح سے اسلام کو بے چھری حلال کردیں اور خود مسلمان بلکہ لیڈر بنے رہیں ﴿وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا۔

مسلمانوں پر فرض ہے کہ ایسے گمراہوں، گمراہ گرو، بے دینوں کی بات پر کان نہ رکھیں، ان پر فرض ہے کہ روافض ومرزائیہ اور خود ان بے دینوں یا جس کا فتنہ اٹھتا دیکھیں سدباب کریں، وعظ علماء کی ضرورت ہو وعظ کہلوائیں، اشاعت رسائل کی حاجت ہو اشاعت کرائیں، حسب استطاعت اس فرض عظیم میں روپیہ صرف کرنا مسلمانوں پر فرض ہے حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:"لما ظهرت الفتن اوقال البدع فليظهر العالم علمه ومن لم يفعل ذٰلك فعليه لعنة الله والملئكة والناس اجمعين لايقبل الله منه صرفا ولاعدلا "ترجمہ: جب فتنے وفساد یا بد مذہبیاں ظاہر ہوں تو عالم اپنا علم ظاہر کرے اور جس نے ایسا نہ کیا تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔اللہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔

جب بد مذہبوں کے دفع نہ کرنے والے پر لعنتیں ہیں تو جو خبیث ان کے دفع کرنے سے روکے اس پر کس قدر اشد غضب ولعنت اکبر ہوگی ﴿وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ﴾ اور ظالم جلدی جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ، جلد21، صفحہ256، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

دیوبندیوں کے چار مولویوں (قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل انبیٹھوی، اشرف علی تھانوی) نے جو اپنی کتب میں کفریات لکھے تھے ان کفریات کی ابتداء 1290ھ سے ہوئی۔امام احمد رضاخان نے ایک عرصہ ان

دیوبندیوں بالخصوص اشرف علی تھانوی کو چیلنج کیا کہ ان عبارتوں کا صحیح ہونا قرآن وحدیث سے ثابت کرو۔30 سال آپ انہیں خوف خدا یاد کرواتے رہے، خط لکھتے رہے، مناظرے کی دعوت دیتے رہے۔اس دوران علمائے اہل سنت کے کئی مناظرے ہوئے لیکن بجائے رجوع کے، ان کفریہ عبارتوں کو عین ایمان کہا جاتا رہا اوراس کی باطل تاویلیں کی جاتی رہیں۔ بالآخر 1320ھ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا غلام احمد قادیانی اور دیوبندیوں کے چار مولوی (قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل انبیٹھوی اور اشرف علی تھانوی) کی کفریہ عبارات پر تکفیر کی۔ایک کتاب ”حسام الحرمین “ لکھی جس میں ان کفریات پر جاری ہونے والے شرعی احکام اور اس پر مکہ و مدینہ کے مفتیان کرام سے تصدیقات لیں۔مکہ و مدینہ کے اس وقت کے مفتیان کرام نے مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ ساتھ دیوبندیوں کے چار بڑے مولویوں کو بھی کافر قرار دیا اور لکھا کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

ان چار مولویوں کی کفریہ عبارتوں کی وجہ سے ہندوستان میں ایک نیا فرقہ ”دیوبند“ بن گیا جس کا اہل سنت سے اختلاف اب تک چلا آرہا ہے۔دیوبندی مولوی آج بھی کہتے ہیں کہ ہمارے بڑوں نے جو یہ عبارتیں لکھی ہیں یہ کفریہ نہیں ہیں جبکہ اہل سنت کہتے ہیں کہ یہ عبارتیں کفریہ ہیں اور واضح حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخی ہیں جن کا قائل کافر ہے۔یہ اختلاف اب تک باقی ہے۔

یہ تو ثابت ہو گیا کہ ہندوستان میں فرقہ واریت کی بنیاد اسماعیل دہلوی نے رکھی جو وہابی اور دیوبندی فرقے کا امام ہے۔دیوبندی وہابیوں کے وہی عقائد ہے جو اسماعیل دہلوی کے تھے بلکہ دیوبندیوں کے چار مولویوں کی عبارات کو کفریہ ہیں جس پر حرمین شریفین کے مفتیان کرام نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔

موجودہ فرقوں کی اصل

آج جتنی بھی دیوبندی اور وہابیوں کی تحریکیں ہیں وہ سب اسماعیل دہلوی ہی کے عقائد پر ہیں جیسے الدعوہ والا رشاد، لشکرِ طیبہ، جمعیت اہل حدیث، تحریک اہل حدیث، اہل حدیث یوتھ فورس، سلفی تحریک، غرباء اہل حدیث، جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت، داعش وغیرہ سب وہابی خارجی نظریات کے حامل ہیں۔

دیوبندیوں کے کئی بڑے مولویوں نے ابن عبد الوہاب نجدی خارجی کی تعریفات کی ہیں اور جب سعودیہ میں تیل ایجاد ہوا اور پیسوں کی ریل پیل ہوئی تو دیوبندی ابن عبد الوہاب نجدی خارجی کے قصیدے پڑھنا شروع ہو گئے۔ دیوبندیوں کا بہت بڑا پیشوا رشید احمد گنگوہی کہتا ہے: "عقائد میں سب متحد ہیں مقلد اور غیر مقلد البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں۔"

پھر ایک جگہ ابن عبد الوہاب نجدی اور ان کے پیروکاروں کے متعلق لکھتے ہیں: "محمد بن عبد الوہاب کے عقائد عمدہ تھے وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔" (فتاوی رشیدیہ، مسائل مشورہ، صفحہ 235، قرآن محل، کراچی)

دارالعلوم دیوبند کراچی کے ایک فتوے میں مذکور ہے: "محمد ابن عبد الوہاب نجدی ایک بہت بڑے عالم تھے توحید و سنت کے پھیلانے اور شرک مٹانے میں انہوں نے بہت محنت کی ہے۔۔۔" یہ فتویٰ بھی کراچی کے الفتح 28 مئی 4 جون 1976ء صفحہ 21 میں شائع ہوا۔

ان دیوبندیوں کی اپنی تحریروں سے بھی ثابت ہوا کہ ان کے عقائد بھی ابن عبد الوہاب نجدی اور اسماعیل دہلوی والے ہیں۔ وہابیوں کی طرح دیوبندی بھی شرک و بدعت کے بلاوجہ فتوے لگاتے رہتے ہیں اور اس وقت جتنی بھی دہشت گردی خارجی تنظیمیں ہیں، ان سب کا تعلق انہی دونوں جماعتوں کے ساتھ ہے جیسا کہ ہر ذی شعور اس سے بخوبی واقف ہے۔

منکرین حدیث چکڑالوی فرقہ

اس وقت ہندوستان پاکستان میں جتنے فرقے ہیں ان میں تقریبا تمام فرقے انہیں دیوبندی وہابی فرقوں سے نکلے ہیں جیسے منکرین حدیث چکڑالوی فرقہ اسی سے نکلا ہے۔ یہ فرقہ ائمہ مجتہدین اور فقہائے کرام در کنار، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی سے منکر ہے اور تمام احادیث نبویہ کو صراحتاً باطل اور نا قابل عمل بتاتا ہے اور صرف قرآن عظیم کی پیروی کا دعوی کرتا ہے۔ یہ پہلے وہابی تھا پھر ایسا جھوٹا توحید پرست بنا کر حدیث کو بھی شرک قرار دے دیا چنانچہ آئینہ پرویزیت میں وہابی مولوی عبد الرحمن کیلانی لکھتا ہے:"عبد اللہ چکڑالوی: آپ ضلع گورداسپور کے موضع چکڑالہ میں پیدا ہوئے اور اس نسبت سے چکڑالوی کہلاتے ہیں۔ آپ ایک الگ فرقہ مسمی اہل القرآن کے بانی ہیں۔ آپ کا تبلیغی مرکز لاہور تھا۔ آپ پہلے اہل حدیث اور متبع سنت تھے۔ بعد میں حجیت حدیث سے صرف انکار ہی نہیں کیا بلکہ اسے شرک فی الکتاب قرار دینے لگے۔ وہ کہتے ہیں: پس کتاب اللہ کے ساتھ شرک کرنے سے یہ مراد ہے کہ جس طرح کتاب اللہ کے احکام کو مانا جاتا ہے اسی طرح کسی اور کتاب یا شخص کے قول یا فعل کو دین اسلام میں مانا جائے خواہ فرضا جملہ رسل و انبیاء کا قول یا فعل ہی کیوں نہ ہو، شرک موجب عذاب ہے۔۔ افسوس شرک فی الحکم میں آج کل اکثر لوگ مبتلا ہیں۔ ترجمۃ القرآن، صفحہ 98۔"

(آئینہ پرویزیت، صفحہ 119، مکتبۃ السلام، لاہور)

جاوید غامدی

موجودہ دور کا فتنہ جاوید غامدی جو کہ منکرین حدیث ہے یہ بھی حقیقت میں نجدی خارجی ہے۔ یہ بدبخت قادیانیوں کا اس وجہ سے کافر و مرتد نہیں مانتا کہ "مجھے کسی کو کافر کہنے کا اختیار نہیں جبکہ قادیانی خود کو مسلمان کہتے ہیں "لیکن اپنی ایک ویڈیو میں اس نے برملا وہابیوں کی طرح کہا ہے کہ یا علی کہنا شرک ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی پہلے کس فرقہ سے تعلق رکھتا تھا؟

مرزا غلام احمد مرتد ہونے سے قبل وہابی نظریات رکھتا تھا۔ عبد اللہ چکڑالوی کا وہابی مولوی محمد حسین بٹالوی کے ساتھ مباحثہ ہوا اس مباحثہ میں فیصلہ مرزا قادیانی نے کیا اور اس طرح اعلان کیا کہ یاد رکھیں کہ ہماری جماعت یہ

نسبت عبد اللہ کے اہل حدیث سے اقرب (زیادہ قریب) ہے اور عبد اللہ چکڑالوی کے بے ہودہ خیالات سے ہمیں کچھ بھی مناسبت نہیں۔ (مجدد اعظم، جلد3، صفحہ93)

پتہ چلا کہ مرزا قادیانی ارتداد سے پہلے فرقہ وہابیہ کے ساتھ ہی عقائد و نظریات و اعمال ہم آہنگی رکھتا تھا اور پھر اسی چور دروازہ سے نکل کر نبوت و رسالت و مسیحیت و مہدویت وغیرہ بے شمار جھوٹے دعوے کیے اور ایک خلق کثیر کو مرتد کیا۔

خلاصہ بحث

آج اس وقت پوری دنیا میں مسلمان جو بدنام ہیں وہ انہی خارجیوں کی وجہ سے بدنام ہیں کہ یہ جہاد کے نام پر مسلمانوں ہی کا قتل عام کرتے ہیں اور یہ خارجی نکلتے رہیں گے، حال ہی میں پاکستانی فوج نے ان خارجیوں کا خاتمہ کیا ہے لیکن جب تک ان کے عقائد کو ختم نہیں کیا جائے گا نہ ایسے گمراہ لوگ ختم ہوں گے اور نہ ہی فرقہ واریت ختم ہوگی۔ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ ہمیشہ نکلتے رہیں گے حتی کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا چنانچہ نسائی کی حدیث میں ہے: آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ كَأَنَّ هَذَا مِنْهُمْ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، سِيمَاهُمُ التَّحْلِيقُ، لَا يَزَالُونَ يَخْرُجُونَ حَتَّى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ، وَالْخَلِيقَةِ'' ترجمہ: پھر فرمایا آخری زمانے میں ایک قوم نکلے گی، یہ بھی ان میں سے ہے، جو قرآن بہت پڑھیں گے جو ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا، اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے، ان کی علامت سر منڈانا ہے، یہ نکلتے ہی رہیں گے حتی کہ انکا آخری گروہ مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا، تو جب تم ان سے ملو تو جان لو کہ یہ بدترین مخلوق ہے۔

(سنن نسائی، کتاب تحریم الدم، جلد7، صفحہ119، مکتب المطبوعات الإسلامية، حلب)

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادیا کہ یہ ہر دور میں نکلتے رہیں گے تو یقینی بات ہے کہ موجودہ دور میں بھی یہ ہوں گے۔ اب ظاہری بات ہے جتنے بھی فرقے ہیں ان کے عقائد واعمال دیکھیں جائیں گے۔ سوائے

دیوبندی وہابیوں کے کوئی بھی ایسا فرقہ نہیں ملے گا جس کی عادت واطوار خارجیوں جیسے نہ ہوں، وہی بات بات پر شرک کے فتوے، وہی جہاد کی غلط تعریف، پکڑے جانے والے دہشت گرد واضح طور پر اپنا تعلق انہی دو فرقوں سے منسوب کرتے ہیں۔

اس تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث پاک میں 73 فرقوں میں سے ایک جنتی ہونے کا فرمایا گیا ہے اور پھر دیگر احادیث میں اس جنتی گروہ کی نشانیاں بھی بیان کی گئی ہیں، جو صرف اور صرف اہل سنت و جماعت میں پائی جاتی ہیں، اس لیے مسلمانوں پر لازم ہے اس پُر فتن دور میں اہل سنت کے ساتھ وابستہ رہیں اور دیگر فرقوں سے دور رہیں۔ اس طریقہ پر عمل پیرا ہونے سے فرقہ واریت ختم ہو گی۔

یاد رہے کہ اہل سنت کو بھی دوسرے گمراہ فرقوں میں سے ایک فرقہ قرار دینا اور جو شخص خود کو سنی کہے، اسے شدت پسند یا فرقہ واریت پھیلانے والا کہنا جہالت اور ناجائز و حرام ہے۔ یونہی تمام فرقوں کو ہی حق سمجھنا حماقت و گمراہی ہے۔ دین اسلام پیار و محبت کا درس دیتا ہے لیکن بدمذہبوں سے نفرت کا حکم دیا گیا ہے۔ تاریخ بغداد میں حضرت خطیب بغدادی ابو بکر احمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 463ھ) حدیث پاک روایت کرتے ہیں ”عن ابن عمرقال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من أعرض عن صاحب بدعة بغضا له في الله، ملأ الله قلبه أمنا وإيمانا، ومن انتهر بصاحب بدعة أمنه الله يوم الفزع الأكبر، ومن أهان صاحب بدعة رفعه الله في الجنة مائة درجة، ومن سلم على صاحب بدعة، أو لقيه بالبشر أو استقبله بما يسره، فقد استخف بما أنزل الله على محمد صلى الله عليه وسلم “ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ عزوجل کے لئے گمراہ شخص سے بغض رکھے اللہ عزوجل اس کے دل کو امن وایمان سے بھر دے گا۔ جو گمراہ کو ڈانٹے اللہ عزوجل قیامت والے دن اسے امن عطا فرمائے گا۔ جو گمراہ شخص کی بے عزتی کرے، اللہ عزوجل جنت میں اس کے سو درجے بلند فرمائے گا۔ جو گمراہ شخص کو سلام کرے یا اس سے مسکراتے ہوئے ملے یا اس کا استقبال کرے کہ وہ خوش ہو تو اس نے محمد پر نازل کردہ کی تحقیر کی۔

(تاریخ بغداد، باب العین، عبدالرحمن بن نافع أبوزیاد المخرمی---، جلد 11، صفحہ 545، دار الغرب الإسلامی، بیروت)

…تفصیلی فہرست…